نوائے افغان جہاد

ربیع الاوّل ۱۴۳۸ھ دسمبر ۲۰۱۶ء

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں!



خلیفۂ چہارم، اسد اللہ الغالب، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

’’تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو مخلوق کو پیدا کرنے والا، (رات میں سے) پھاڑ کر صبح کو نکالنے والا، مُردوں کو زندہ کرنے والا اور قبروں میں جو مدفون ہیں انہیں قیامت کے دن اٹھانے والا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ بندہ جن اعمال کو اللہ تعالیٰ کے قرب کے لیے وسیلہ بنا سکتا ہے ان میں سب سے افضل ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ ہے اور کلمۂ اخلاص ہے، اس لیے کہ وہ عین انسانی فطرت کے مطابق ہے، اور نماز قائم کرنا ہے کیونکہ وہ ہی اصل مذہب ہے اور زکوٰۃ دینا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دینی فرائض میں سے ہے، اور رمضان کے روزے رکھنا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈھال ہے، اور بیت اللہ کا حج ہے کیونکہ یہ فقر کے دور کرنے اور گناہوں کے ہٹانے کا سبب ہے، اور صلہ رحمی کرنا ہے کیونکہ اس سے مال بڑھتا ہے اور عمر لمبی ہوتی ہے اور گھر والوں کی محبت بڑھتی ہے اور چھپ کر صدقہ کرنا ہے کیونکہ اس سے خطائیں مٹ جاتی ہیں اور رب کا غصہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے، اور لوگوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنا ہے کیونکہ یہ بری موت اور ہولناک جگہوں سے بچاتا ہے، اور اللہ کا ذکر خوب کرو کیونکہ اللہ کا ذکر سب سے اچھا ذکر ہے، اور اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں سے جن چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے ان چیزوں کا اپنے اندر شوق پیدا کرو کیونکہ ان کی سیرت سب سے افضل سیرت ہے اور ان کی سنتوں پر چلو کیونکہ ان کی سنتیں سب سے افضل طریقہ زندگی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی کتاب سیکھو کیونکہ وہ سب سے افضل کام ہے اور دین کی سمجھ حاصل کرو کیونکہ یہی دلوں کی بہار ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نور سے شفا حاصل کرو کیونکہ یہ دلوں کی تمام بیماریوں کی شفا ہے۔ اس کی تلاوت اچھی طرح کیا کرو کیونکہ (اس کے اندر) سب سے عمدہ قصے ہیں۔ جب اسے تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اور جب تمہیں اس کے علم کے حاصل کرنے کی توفیق مل گئی تو اس پر عمل کرو تاکہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو کیونکہ جو عالم اپنے علم کے خلاف عمل کرتا ہے وہ راہِ حق سے ہٹے ہوئے اس جاہل کی مانند ہے جو اپنی جہالت کی وجہ سے درست نہیں ہو سکا بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ جو عالم اپنے علم کو چھوڑ بیٹھا ہے اس کے خلاف حجت زیادہ بڑی ہو گی اور اس پر حسرت زیادہ عرصہ تک رہے گی اور اس کے مقابلہ میں حیران و پریشان رہنے والے جاہل کے خلاف حجت چھوٹی اور اس پر حسرت کم ہو گی۔ ویسے تو دونوں گمراہ ہیں اور دونوں ہلاک ہوں گے، اور تردد میں نہ پڑو ورنہ تم شک میں پڑ جاؤ گے اور اگر تم شک میں پڑ گئے تو ایک دن کافر بن جاؤ گے، اور اپنے لیے آسانی اور رخصت والا راستہ اختیار نہ کرو‘‘۔

[ابن کثیر فی البدایۃ: ج ۷ ص ۳۰۷]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اپنے اموال، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ مشرکین سے جہاد کرو''۔ (ترمذی، ابوداؤد)

نوائے افغان جہاد

جلد نمبر۹ ،شمارہ نمبر۱۰

ربیع الاول ۱۴۳۸ھ — دسمبر ۲۰۱۶ء

اس شمارے میں



تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (E-mail) پر رابطہ کیجیے۔

nawai.afghan@yandex.com

انٹرنیٹ پر استفادہ کے لیے:

Nawaiafghan.blogspot.com

Nawaeafghan.weebly.com

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے

قارئین کرام!

عصرِ حاضر کی سب سے بڑی صلیبی جنگ جاری ہے۔اس میں ابلاغ کی تمام سہولیات اور اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے تمام ذرائع 'نظامِ کفر اور اس کے پیروؤں کے زیرِ تسلط ہیں۔ان کے تجزیوں اور تبصروں سے اکثر اوقات مخلص مسلمانوں میں مایوسی اور ابہام پھیلتا ہے،اس کا سدِ باب کرنے کی ایک کوشش کا نام 'نوائے افغان جہاد' ہے۔

نوائے افغان جہاد

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا مؤقف مخلصین اور محبینِ مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- افغان جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورت حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے ....

اِسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے

وہیں سے پھوٹ رہا ہے طلوعِ صبح کا نور

ربیع الاول کی مناسبت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق کے اظہار اور اس اظہار کی آڑ میں لغویات و فضولیات کا فروغ ہی فی زمانہ 'حبِّ رسول' کا پیمانہ بن گیا ہے... حالانکہ ایمان صادق کے حاملین اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے سچے عشاق کے لیے تو حقیقی عشق رسول کے تقاضے بالکل مختلف ہیں... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقہ زندگی کو اپنانا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سنتوں سے زندگی کو مزین کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت طرزِ معاشرت اور نبوی بود و باش کو اختیار کرنا، سرتاپا نبوی حلیہ بنانا، اخلاقِ محمدی سے ظاہر و باطن کو سنوارنا، شریعت محمدی سے دنیا جہان کو تاباں و رخشاں کرنا اور اسوہ محمدی میں معاشروں کو ڈھال کر فلاح و نجات کا نمونہ بنانا 'ایک بندۂ مومن کے ذمے عائد کردہ فرض بھی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و وارفتگی کو ثابت کرنے کا ذریعہ بھی! لیکن مرورِ زمانہ نے مسلمانوں کے ایک گروہِ کثیر کی اخلاقی، ایمانی اور علمی زبوں حالی کا یہ دور بھی دکھایا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کی نشانیاں 'بدعات و منکرات، ناچ گانوں، ڈھول تاشوں اور میلوں ٹھیلوں کی صورت میں پروان چڑھائی جارہی ہیں! بلاشبہ ایسے عشق 'جو کہ اصلاً فسق ہے' سے اللہ تعالیٰ اور اُس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم متنفر، بیزار اور بری ہیں...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب امت 'جس کے غم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کڑھتے تھے اور اپنے مہربان رب کے حضور گریہ وزاری کرتے راتیں گزارتے تھے... آج وہ امت 'دنیا بھر میں کٹ رہی ہے، لُٹ رہی ہے، تباہی حالی کا شکار ہے، ویران بستیوں میں کرب سے بلبلاتے نونہال ہیں، اُجڑی ہوئی خواتینِ اسلام ہیں، روند دیے جانے والے ضعفا اور کمزور ہیں اور کچل دیے جانے والے جوان ہیں... آج یہ امت کے شہر شہر کی کہانی ہے اور قریہ قریہ کا منظر ہے! کاش کہ اِن جانکاہ مناظر کو دیکھ کر ہمارے دلوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کے لیے تڑپ، کسک اور اضطراب کا کچھ حصہ ہی پیدا ہو جائے!

کوئی غور تو کرے کہ جب غافلین کے کوچہ و نگر ''سوہنا آیا تے سج گئے نے گلیاں بازار'' اور ''سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں'' جیسی ہفوات کا دور دورہ ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر کابل سے غزہ، میران شاہ سے حلب، کشمیر سے موصل اور قندوز سے برما تک بارودی بارشوں اور لہو رنگ موسموں زمانہ ہے... دنیا بھر میں ''امن کے بازی گروں'' کے ہاتھوں محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب اور پیاری امت کو نت نئے چرکے اور زخم لگائے جارہے ہیں!

آج حلب کی سرزمین، امت کے اجتماعی ضمیر کی مقتل گاہ، اپنے بیٹے نور الدین زنگی ؒ کو یاد کرتی ہے تو کبھی سلطان ایوبی ؒ کو بلاتی ہے... مگر دشت و کوہ میں آج یہ صدائیں بے آواز رہ جاتی ہیں کہ پوری امت میں کوئی نہیں جو لبیک کہے، کوئی نہیں جو جواب دے سکے... مُلک مُلک کے رافضی شیطان ہمارے بھائیوں کے قتل عام کے لیے کھنچے چلے آرہے ہیں، ملحد روس اپنی فضائیہ کے ساتھ ان پر مسلسل آتش و آہن برسانے میں مصروف ہے، اللہ کا دشمن چین 'حیوان نما فوجیوں کو امت محمدیہ علی صاحبہا السلام کو روندنے کے لیے اتار چکا ہے، ہبلِ عصر امریکہ اور اُس کے نیٹو اتحادی اپنی تمام حربی طاقت 'مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے کھپا چکے ہیں... مگر افسوس کہ امت کے کروڑوں نوجوان ان آندھیوں کا رخ موڑنے کی بجائے ''سنہری مستقبل'' کے خواب دیکھنے میں مگن ہیں... ہم سب خاموش ہیں اور بزدلی کی چادر اوڑھے حلب کے آئینہ میں اپنے مستقبل کا عکس دیکھنے کے باوجود اس کو بدلنے پر قادر نہیں... حلب، موصل اور برما کے مسلمانوں پر تکلیفوں اور آزمائشوں کے یہ پہاڑ باقی تمام امت کے لیے آزمائش ہیں... یہ اللہ کی سنت ہے وہ لاپرواہوں کو بھی ایسی صورتِ حال میں لاکر بے یار و مددگار چھوڑ دیا کرتا ہے... دو سے چار کلو میٹر کے ریڈیس میں محصور حلبی مسلمانوں یا جنگلوں اور سمندروں میں اپنی جان و آبرو کو بچاتے برمی مسلمانوں کی جگہ اپنے آپ کو رکھ کر ذرا تصور تو کریں کہ کیا اس حالت میں پھنسے مسلمانوں کی دوسروں کے احتجاجی مظاہرے اور قرار دادیں یا چند نعرے اور بیانات کیا مدد کر پائیں گے؟ مگر تعجب کی بات تو یہ ہے کہ نام نہاد ''جمہوری رویوں'' اور بزدلی نے ہمیں سمندر کی جھاگ کی مانند بنا دیا ہے 'کہ جو لہروں کے تھپیڑوں کے آگے بے بس نظر آتے ہیں۔

کیا چند سال پہلے تک حلب کے مسلمانوں نے اس صورت حال کا تصور بھی کیا تھا... آج حلب، موصل اور برما بے یار و مددگار ہیں تو آنے والے کل یہی بے چارگی اور کسمپرسی، خاکم بدہن، کراچی، لاہور، اسلام آباد، قاہرہ، ڈھاکہ، جکارتہ، ریاض، کوالالمپور وغیرہ میں بھی پیش آسکتی ہے۔ آخر کس پر بھروسہ ہے جو ہمیں اس قسم کی جارحیت سے بچا پائے گا؟ کیا یہ مجرم فوج جس کے ہاتھ خونِ مسلم سے رنگے ہوئے ہیں اور جو ہندو بنیے کے سامنے پہلے بھی ہتھیار ڈال چکی... اسی طرح کی ایک فوج صدام حسین کی بھی تھی... کہاں گئی وہ؟ تاریخ کے بھلائے کرداروں کے سوا کوئی حیثیت بھی ہے ان کی؟! اگر آج ہم بھی غفلت کی چادر اوڑھے اس ظلم کا مشاہدہ تماشائی کی مانند کرتے رہے تو کیا کل اس بے حسی کا بدلہ چکانا ناممکن ہو گا... آخر امت سے لا الہ کا رشتہ کیا ہوا؟ الولاء والبراء کا عقیدہ کیوں بھلا دیا گیا؟ نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے کفار کو منہ توڑ جواب دینے کی سنت کہاں کھو گئی؟ قادر و قدیر خدا کی ذات پر توکل اور بھروسہ کیوں ناپید ہو گیا؟؟؟

لیکن وہ بھائی جو ان حالات سے حد درجہ مایوس ہو چکے ہیں اور مستقبل میں روشنی کی کسی کرن سے نامید ہو چکے، انہیں معلوم ہو کہ ان تمام سختیوں، آزمائشوں اور بلاؤں کے باوجود مایوسی کی بہر حال کوئی وجہ نہیں کیونکہ یہ ہمارے رب کی سنت ہے کہ اُس کی مدد و نصرت ''کوڑیوں کے بھاؤ'' نہیں اترتی بلکہ ''زُلزِلوا زلزالاً شدیدا'' کے بعد اترتی ہے... حالیہ سالوں میں امت یہ منظر اس سے قبل کابل و قندوز اور فلوجہ و بغداد میں بھی دیکھ چکی ہے... جس کے بعد اللہ پاک کی نصرت و مدد بھی اتری اور اللہ پاک کے بندوں نے اُسی کی توفیق سے دشمنانِ دین کو رسوائیوں سے بھی دوچار کیا... مگر امت کا افتخار لوٹانے کا سبب بنے والے کون تھے اور کون ہیں، اس پر ہمیں غور کرنا ہو گا۔

اِنہی حالات میں قبیلہ 'شَرُّ الْبَرِيَّةِ' کے دو نئے سرداروں کا انتخاب ہوا... ایک اس قبیلہ کا سرغنہ ہے اور دوسرا اس سرغنے کا (بزعمِ خود) دایاں بازو! ۷ نومبر کو امریکی کفار نے ٹرمپ کو امریکہ کا نیا صدر منتخب کیا۔ قصرِ ابیض میں جو بھی شیطان آکر بیٹھتا ہے، اُس کا اول و آخر ہدف تو اسلام اور امت مسلمہ ہی ہوتی ہے لیکن مسلمانوں کی بستیاں غارت کر کے ''نوبل پرائز برائے امن'' کا تمغہ بھی سینے پر سجانے والوں کی منافقت اور دورنگی نے بہت سی آنکھوں کو اندھا کر رکھا تھا... اب امریکی عوام نے منافقت کی بجائے اپنی بدباطنی کا کھل کر اظہار کیا ہے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ''صلیبی جنگ'' کی قیادت ''Doves'' کی بجائے ''Hawks'' کو سونپی ہے! اس کے جواب میں امت کے شیروں اور شاہینوں کو بھی بیدار ہونا پڑے گا تاکہ صلیبی لشکروں کو محمدی عقاب اپنے مضبوط ایمانی پنجوں میں جکڑ سکیں! ٹرمپ کی صورت میں کفر کا سرغنہ 'امریکی صدر' بنا ہے جب کہ یہاں کفر کا ایک نمک خوار 'ٹامی' (راحیل شریف) رخصت ہوا اور اُس کی جگہ نیا ''وفادار جانور'' (قمر باجوہ [سکہ بند قادیانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن]) تعینات ہوا! امریکہ اور پاکستان میں ''تبدیلیٔ شیطان'' کے اس عمل میں ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ وہاں رخصت ہونے والا اوباما کھلے بندوں اقرار کر رہا ہے کہ ''امریکہ 'افغانستان میں طالبان کے ہاتھوں شکست کھا چکا ہے''... جب کہ یہاں کا شیطان 'صلیبیوں کا حق نمک ادا کرنے واسطے پروپیگنڈے کے زور پر ''فتح'' کا اعلان کرتے ہوئے رخصت ہوا... کاسۂ سر میں دماغ کی جگہ بھُس بھرا ہو تو کون سوچے گا کہ ایسے دعوے پچھلے پندرہ سالوں میں اِن کا آقا امریکہ درجنوں بار کر چکا ہے لیکن آخر کار سیاہ رو اور سیاہ بخت اوباما کو مانتے ہی بنی کہ امریکہ ''بہادر'' طالبان کا کچھ نہیں بگاڑ سکا! جب آقا بے بس ہو چکا تو یہ چند ٹکوں کے عوض 'عزت، آبرو اور متاعِ کل بیچ ڈالنے والے خوابوں کی دنیا بسانے کے علاوہ کیا کر سکتے ہیں؟

دسمبر ۲۰۰۱ء کے سقوط کرنے والے کابل، قندھار اور قندوز بھی تھے اور باری تعالیٰ کے فضل و کرم سے دسمبر ۲۰۱۶ء کے سربلند، فاتح اور پورے قد سے کھڑے کابل، قندھار اور قندوز بھی ہیں! اسی طرح دسمبر ۲۰۱۶ء کا روندا اور برباد کیا گیا حلب بھی ہے اور ان شاء اللہ چند سالوں بعد کا حلب ہی کیا پورا خطۂ عرب بھی ہو گا! دین و شریعت کا مسکن اور جہاد و قتال فی سبیل اللہ کا گہوارہ! بقول شاعر

وہی سے پھوٹ رہا ہے طلوعِ صبح کا نور

جہاں شہید ہوا اِک ہجوم تاروں کا

پس حالات جس قدر سخت ہیں... اللہ کی مدد بھی جلد آنے کو ہے (باذن اللہ)... ہمیں اپنا جائزہ لینا ہے کہ ہم ''انصار اللہ'' کی صفوں میں کھڑے ہیں 'کہ جو ''ہلا مارے جانے'' کے بعد اپنے رب کی مدد کو سمیٹیں گے یا پھر شیطان کی خوشنودی اور اعداء اللہ کی مضبوطی کا باعث ہیں کہ جو تمام تر ظلم و سربریت ڈھانے کے باوجود دونوں جہانوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ناکام و نامراد ٹھہریں گے۔

سلام بحضورِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی! محبوبِ کُل جہاں کو، دل و جگر کا سلام پہنچے
نفس نفس کا درود پہنچے، نظر نظر کا سلام پہنچے

بساطِ عالم کی وسعتوں سے، جہانِ بالا کی رفعتوں سے
مَلک مَلک کا درود اُترے، بشر بشر کا سلام پہنچے

حضورؐ کی شام شام مہکے، حضورؐ کی رات رات جاگے
ملائکہ کے حسیں جِلَو میں، سحر سحر کا سلام پہنچے

زبانِ فطرت ہے اس پہ ناطق، ببارگاہِ نبیِّ صادق
شجر شجر کا درود جائے، حجر حجر کا سلام پہنچے

رسولِ رحمتؐ کا بارِ احساں، تمام خلقت کے دوش پر ہے
تو ایسے محسن کو بستی بستی، نگر نگر کا سلام پہنچے

مِرا قلم بھی ہے اُن کا صدقہ، مِرے ہنر پر ہے اُن کا سایہ
حضورِ خواجہؒ، مِرے قلم کا، مِرے ہنر کا سلام پہنچے

یہ التجا ہے کہ روزِ محشر، گناہگاروں پہ بھی نظر ہو
شفیعِ امتؐ کو ہم غریبوں کی چشمِ تر کا سلام پہنچے

نفیسؔ کی بس دعا یہی ہے، فقیر کی اب صدا یہی ہے
سوادِ طیبہ میں رہنے والوں کو عمر بھر کا سلام پہنچے

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سید نفیس الحسینی نور اللہ مرقدہ

نبیُ الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کا سامانِ حرب وضرب

مولانا ولی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نبی مہربان، نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے ''اسلحہ مومن کا زیور ہے''۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کئی تلواریں، گھوڑے ، نیزے، زرہیں اور کمانیں تھیں ۔ جن کے نام معمولی اختلاف کے ساتھ سیرت مبارکہ کی مستند کتب میں مذکور ہیں۔ ہمارے لیے یہ امر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ سلف کے دور میں سیرت سے مراد جہاد اور غزوات سے متعلقہ اسفار وامور ہی لیے جاتے تھے...اس لیے احادیث اور فقہ کی امہات الکتب میں 'کتاب السیر' کے عنوان سے جو احادیث واحکام بیان کیے گئے ہیں وہ جہاد ہی سے متعلق ہیں جنہیں ہم آج بھی پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث میں سامانِ حرب کے علاوہ اپنی ضرورت سے زیادہ کوئی اضافی سامان نہیں تھا۔ آقا علیہ السلام کے پاس ساری زندگی کبھی اتنا مال نہیں رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صاحبِ نصاب ہوتے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوٰۃ فرض ہوتی۔ جو کچھ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی راہ میں خرچ فرمادیتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کئی زرہیں تھیں۔ شمائل ترمذی میں یہ دو نام ملتے ہیں: ذات الفصول اور فضہ، احمد عبدالجواد الدومی نے یہ نام بھی لکھے ہیں: ذات الوشاح، ذات الحواشی، السعدیہ، البشراء، الحزنق۔

السعدیہ وہ زرہ ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام نے پہنی تھی جب آپؑ نے جالوت کو قتل کیا تھا۔ فضہ اور السعدیہ' دونوں زرہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنوقینقاع کے اسلحے کے ذخیرے سے ملی تھیں۔ ذات الفضول، یہ ایک لمبی زرہ تھی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے لیے روانہ ہوئے تو سعد بن عبادہ رضی اللہ علیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تھی۔ یہی وہ زرہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابی شحم یہودی کے پاس تیس صاع کے بدلے رہن رکھی تھی۔ حضرت اسماءبنت یزیدؓ فرماتی ہیں کہ جس روز سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دار فانی سے پردہ فرمایا، اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ ذات الفضول تیس صاع جو کے بدے ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔ ذات الوشاح، ذات الحواسی، البشرا... یہ چھوٹی زرہیں تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زرہ کا نام الحزنق تھا۔ حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد میں دو زرہیں زیب تن فرمائی تھیں۔ غزوہ احد کے علاوہ غزوہ حنین میں بھی دو زرہیں ذات الفضول اور سعدیہ زیبِ تن فرمائیں۔ امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور دیگر محدثین سے بھی یہی مروی ہے کہ غزوہ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیزے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانچ نیزے تھے۔

۱) المثوی المنثنی: یہ بنوقینقاع کے ہتھیاروں سے ملا تھا۔

۲) النبعہ البیضاء: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید پڑھانے مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے جاتے تو یہ نیزہ بطور سُترہ گاڑا جاتا۔

۳) العنزۃ: یہ چھوٹا نیزہ تھا جسے عید کے دن حضور صلی اللہ علیہ سلم کے سامنے چلنے والا اپنے ہاتھ میں پکڑتا۔

۴) الھد۔

۵) العمرۃ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات گھوڑے تھے، جن میں سے کچھ گھوڑے ایسے تھے جو مختلف رؤسائے قبائل اور ریاستوں کے امرا اور بادشاہوں نے بطور ہدیہ بارگاہ رسالت میں بھیجے تھے۔ بعض کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مالکوں سے خریدا تھا۔ وہ سات گھوڑے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت تھے، ان کے نام یہ ہیں:

۱) السکب: یہ گھوڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی فزارہ کے ایک آدمی سے مدینہ طیبہ کے بازار سے خریدا تھا۔ غزوہ احد میں اسی پر سوار ہو کر شرکت فرمائی تھی۔ یہ بڑا تیز رفتار تھا، اس لیے اس کو 'سکب' سے موسوم کیا گیا تھا، جس کے معنی تیزی اور طغیانی کے ہیں۔

۲) سجد: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس گھوڑے پر سوار ہو کر گھوڑوں کی دوڑ میں شرکت فرماتے تھے اور یہ گھوڑا سب سے بازی لے جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھوڑے کو بنی جہینہ کے ایک اعرابی سے خریدا تھا اور بطور قیمت دس اونٹ اس کے مالک کو دیے تھے۔

۳) لزاز: یہ گھوڑا مقوقس شاہ مصر نے بارگاہ رسالت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر غزوات میں اسی پر سوار ہوتے تھے۔

۴) الطرب: یہ تمام گھوڑوں سے اعلیٰ ترین اور نفیس ترین تھا۔ فردہ بن عمرو الجذامی نے بطور تحفہ پیش کیا تھا۔

۵) الورد: یہ گھوڑا حضرت تمیم داریؓ نے بارگاہ رسالت میں پیش کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو عطا فرمادیا تھا، انہوں نے اللہ کے لیے ایک مجاہد کو پیش کردیا تاکہ وہ جہاد میں حصہ لے سکے۔ لحیف اور مرتجزیہ نامی دو گھوڑے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت تھے۔ ان کے علاوہ ۱۳ اونٹ اور ۶ خچر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیگر سامان حرب:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ۵ کمانیں تھیں۔ ۱) کتوم، ۲) روحہ، ۳) صفراء، ۴) وراء، ۵) سداد... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود نیزوں کی تعداد بھی ۵ تھی، ۱) مثو، ۲) مثنی، ۳) نبعہ، ۴) بیضاء، ۵) غزہ... ایک ترکش بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلحہ میں موجود تھا، جس کا نام ذوالجمع تھا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برچھی کا نام صادر تھا... دو خود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت تھے، ۱) موشح، ۲) ذوالسبوع... جب کہ دو عدد ڈھالیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں موجود تھیں، جن کے نام ۱) زلوق، ۲) فتق تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواریں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیورات (میراث) میں ۹ لواریں تھیں، ان میں سے آٹھ تلواریں خلافت عثمانیہ کے مرکز ترکی کے شہر استنبول کے عجائب گھر ''توپ کاپی'' میں محفوظ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیورات کے متعلق مکمل آگاہی ہر مسلمان مرد و عورت کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ ذیل میں ہر ایک تلوار کی مکمل تفصیلات بیان کی جا رہی ہیں:

۱۔ البتّار:

یہ تلوار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یثرب کے یہودی قبیلہ بنو قینقاع سے مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی۔ اس تلوار کو ''سیف الانبیاء'' یعنی نبیوں کی تلوار بھی کہا جاتا ہے۔ اس تلوار پر حضرت داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، یسع علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارک کندہ ہیں۔ یہ تلوار حضرت داؤد علیہ السلام کو اس وقت مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی جب ان کی عمر بیس سال سے بھی کم تھی۔ اس تلوار کی لمبائی ۱۰۱ سنٹی میٹر ہے۔

۲۔ الماثور:

یہ تلوار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد ماجد کی وراثت کے طور پر نبوت کے اعلان سے قبل ملی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یثرب کی طرف ہجرت فرمائی تو یہی تلوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلوار بمع چند دیگر آلاتِ حرب کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادی۔ اس تلوار کی لمبائی ۹۹ سنٹی میٹر ہے۔

۳۔ الحتف:

یہ تلوار بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو قینقاع سے مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی۔ یہ تلوار یہودیوں کے قبیلے 'لاوی' کے پاس اپنے آباؤاجداد کی نشانیوں کے طور پر نسل در نسل محفوظ چلی آ رہی تھی، حتیٰ کہ آخر میں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں میں مالِ غنیمت کے طور پر پہنچی۔ اس تلوار کی لمبائی ۱۱۲ سنٹی منٹر اور چوڑائی ۸ سنٹی میٹر ہے۔

۴۔ الذوالفقار:

یہ تلوار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ بدر میں مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی۔ غزوہ احد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی تلوار سے میدان جنگ میں شجاعت کے جوہر دکھائے۔ یہ تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاندان میں باقی رہی۔

۵۔ الرّسوب:

یہ تلوار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیتی ۹ تلواروں میں سے ایک ہے۔ روایات کے مطابق یہ تلوار خاندان رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں محفوظ طور پر منتقل ہوتی رہی۔ اس تلوار کی لمبائی ۱۴۰ سنٹی میٹر ہے۔

۶۔ المخدام:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہی اور آپؓ کے بعد آپ کی اولاد میں وراثت کے طور پر نسل در نسل چلتی رہی۔ اس تلوار کی لمبائی ۹۷ سنٹی میٹر ہے۔

۷۔ القضیب:

یہ نسبتاً کم چوڑائی والی تلوار ہے۔ یہ تلوار ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں موجود رہی۔ اس کی لمبائی ۱۰۰ سنٹی میٹر ہے۔

۸۔ العضب:

یہ تلوار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت سعد بن عبادہ الانصاری رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد کے موقع پر ہدیہ کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد والے دن یہی تلوار مشہور صحابی ابودجانہ الانصاری رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادی تاکہ وہ میدان جنگ میں اتر کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر اسلام کی قوت و عظمت کا مظاہرہ کریں۔ آج کل یہ تلوار مصر کے شہر قاہرہ کی مشہور جامعہ مسجد الحسین بن علیؓ میں محفوظ ہے۔

۹۔ القلعی:

یہ تلوار ان تین تلواروں میں سے ایک ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو قینقاع سے جنگ میں مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی تھیں۔ تلوار کے دستے پر یہ عبارت کندہ ہے:

هذه السيف المشرفی لبيت محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم

''یہ تلوار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کی عزت کی علامت ہے''۔

اس تلوار کی لمبائی ۱۰۰ سنٹی میٹر ہے۔

☆☆☆☆☆

نکل جائے دَم تیرے قدموں کے اوپر

حافظ ابن الامامؔ

یوں تو عشق و محبت کے کئی عجیب و غریب قسم کے واقعات (کچھ سچے، کچھ جھوٹے من گھڑت قسم کے ناول، کہانیاں، افسانے) ہم نے پڑھ رکھے ہیں۔ اور ان واقعات سے ہم حد درجہ متاثر بھی ہوتے رہتے ہیں۔ پھر نہ صرف متاثر بلکہ عملی زندگی میں بھی ہم ان واقعات کے سبق آموز اور اچھے پہلوؤں کو (جن سے ہماری دنیا سنورتی ہو) اپنی زندگیوں میں لانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن کیا کبھی ہم نے یہ سوچنے کی زحمت گوارا کی ہے کہ یہ واقعات ہماری دینی زندگی میں ہمارے کتنے معاون ہیں؟ کیا یہ ہمیں شریعت پر عمل پیرا ہونا سکھاتے ہیں؟ کیا یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ حیاتِ طیبہ کو اپنانے میں تعاون کرتے ہیں؟ کیا یہ واقعات ہمیں اللہ کا فرمانبردار بننے، اس کی رضا حاصل کرنے، اس کے دین کو، اس کے حکم کو پوری دنیا میں نافذ کرنے کا مشن دیتے ہیں؟ کیا یہ سرکارِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دیوانہ بناتے ہیں۔ ان صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر فدا ہونا سکھاتے ہیں؟

کیا یہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر، ان کی حفاظت میں پوری دنیا سے ٹکرا جانے کا درس دیتے ہیں؟ کیا یہ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر مر مٹنا اور فنا ہو جانے کا 'فرض' یاد دلاتے ہیں؟ اس کا جواب اگر نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو پھر ہم کیوں ان فحش، 'عورت' اور 'دولت' کا پجاری بنانے والے قصوں اور داستانوں میں اپنا دین اور وقت برباد کرتے رہیں! کیوں ہم صرف ذہنی عیاشی کے لیے اپنی دنیا اور آخرت داؤ پر لگائیں!

آیئے! آج ہم ایک ایسا واقعہ پڑھتے ہیں جو ہمارے ایمان کو تازہ کر دے۔ جو ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عاشق بننے میں مدد دے۔ جو ہمیں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پہ مر مٹنا سکھائے۔ جو ہمیں مقصودِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا، ان کے عشق میں کٹ مرنے کا، ان کی ناموس پر قربان ہونے کا ایک ایسا معیار، اور ایک ایسی مثال دے جس کی تاریخِ انسانی میں کوئی مثال نہ ہو۔

آیئے آج ہم چودہ سو سال پیچھے جاتے ہیں۔ جہاں احد پہاڑ کے دامن میں ایک عجیب معرکۂ حق و باطل برپا ہے۔ جو کہ معرکۂ عشق و محبت بھی ہے، اور معرکۂ فدائیت و فنائیت بھی ہے۔ جہاں کچھ نوجوانوں کا بے محابا عشق ہے، کچھ بوڑھوں کی بے مثال فنائیت ہے، کچھ نازک اندام خواتین کا لازوال اندازِ دفاعیت ہے۔ جاں نثاری اور جانبازی کی ایسی صورت حال ہے جس کی نظیر تاریخِ کائنات میں کہیں نہیں مل سکتی۔ آیئے! ذرا دیکھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

یہ میدانِ احد ہے۔ جہاں ایک طرف مہاجرین و انصار جمع ہیں۔ اور دوسری طرف اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن مشرکین موجود ہیں۔ یہاں تاریخِ اسلامی کا ایک عظیم معرکہ برپا ہے۔ مسلمانوں کی اچھی بھلی فتح ایک چھوٹی سی 'اجتہادی خطا' کی وجہ سے شکست میں بدل چکی ہے۔ خالد بن ولیدؓ کے حملے سے کہرام مچا ہوا ہے۔ اس ناگہانی آفت سے یکسر کا یا پلٹ چکی ہے۔ مسلمانوں کا جانی نقصان ہونے لگا۔ بھگدڑ سی شروع ہو گئی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حفاظتی دستہ بھی تھوڑی دیر کے لیے منتشر ہو گیا۔ کافروں کی بھرپور کوشش ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی طرح (نعوذ باللہ) ختم کر دیں۔ اور وہ اسی میں اپنی ساری طاقت صرف کر رہے تھے۔ ایسے میں کچھ عاشقوں کی جاں نثاری چشمِ فلک حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سات انصاری اور دو قریشی صحابہ کے ساتھ اکیلے رہ گئے ہیں۔ جب حملہ آور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب پہنچ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> من یردھم عنا ولہ الجنۃ، او ھو رفیقی فی الجنۃ
>
> ''کون ہے؟ جو انہیں ہم سے دفع کرے اور اس کے لیے جنت ہے۔ یا (یہ فرمایا کہ) وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا''۔

اور ابنِ اسحاق کی روایت میں ہے کہ فرمایا:

> من رجل یشری لنا نفسہ
>
> ''کون ہے؟ جو ہمارے لیے اپنی جان فروخت کرے''۔

یہ سنتے ہی ایک انصاری صحابی آگے بڑھے اور اس جاں بازی سے لڑے کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں شہادت باسعادت حاصل کی۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے ساتوں انصاری صحابی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں اپنی جانیں فدا کرنے لگے۔ ان میں سے آخری انصاری صحابی حضرت عمار بن یزید (یا زیاد) بن السکن رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ اس حد تک لڑے کے زخموں سے چور ہو کر گر پڑے، اور مزید حرکت کرنے کی سکت بھی باقی نہ بچی۔ لیکن ابھی سانس چل رہی تھی۔

ادھر باقی دو قریشی صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں تنہا بچ گئے، ان کا ذکر ہم بعد میں کرتے ہیں لیکن اس سے پہلے حضرت ابن السکن رضی اللہ عنہ کا عشق دیکھتے چلیں۔ زخموں سے چُور گرے ہوئے ہیں، حرکت کے قابل نہیں، لیکن اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑی ہی حسرت زدہ نگاہوں سے دیکھے جا رہے ہیں، جیسے کچھ کہنا چاہتے ہوں کہ:

> ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ گواہ رہیے گا۔ میں نے اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، جب تک جان میں جان تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا، اپنے عشق کا ثبوت دیا، اب کیا کروں کہ کچھ کر نہیں سکتا۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے ہاں میری شفاعت کیجیے گا، میرے عشقِ پُرخلوص کا اقرار کیجیے گا''۔

یہ یا ایسا ہی کچھ کہنا چاہتے ہوں۔ اتنے میں کچھ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آ جاتے ہیں، ادھر حضرت ابن السکن رضی اللہ عنہ زخموں سے چور کراہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھے جا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیتے ہیں کہ ان کو ہمارے قریب لے آئیں، حضرت ابن السکن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے جاتے ہیں، قریب آ کے حضرت ابن السکن رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پہ اپنا رخسار رکھ دیا، اور اسی حالت میں آپ رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سبحان اللہ! کیسی حسین شہادت ہے، کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پہ جان دی۔ گویا ان کی یہ تمنا پوری ہوئی کہ

؎ نکل جائے دم تیرے قدموں کے اوپر
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اب ذرا واپس جنگ کے منظر کی طرف آتے ہیں، جو دو قریشی صحابی باقی بچے ان میں سے ایک حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو آگے بڑھ بڑھ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آتے تیروں کو اپنے ہاتھوں سے روکتے ہیں، فدائیت کا جذبہ ایسا ہے کہ زخم بے حساب ہیں، جسم چھلنی ہے، خون بہہ رہا ہے، تیروں کو روک روک کے ہاتھ شل ہو چکے ہیں مگر آتشِ عشق ہے کہ بھڑکتی ہی جا رہی ہے، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی زخم لگے یہ ہرگز گوارا نہیں۔ اس سے بڑھ کر ان کی وفاداری کی صداقت کیا ہو گی کہ ان کی فدائیت و فنائیت کو دیکھ کر لسانِ نبوت علی صاحبھا السلام سے یہ بشارت عطا ہوتی ہے کہ:

اوجب طلحه

''طلحہ نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی''۔

اور یہ بھی فرمایا کہ

''جو شخص کسی شہید کو روئے زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہے وہ طلحہ کو دیکھ لے''۔

سبحان اللہ! ذرا سوچئے کہ کیا عالم ہو گا ان کے عشق کی انتہاؤں کا، اور کیسی جاں بازی ہو گی۔ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ جیسے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ کہا کرتے تھے کہ

''اُحد کا دن تو طلحہ ہی کا رہا''۔

پھر ایک دوسرے قریشی ہیں جو ان کے ساتھ ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہ گئے تھے۔ یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ اس پُھرتی سے تیر برسا برسا کر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کر رہے ہیں کہ آنکھیں دنگ رہ جاتی ہیں۔ دشمن کو قریب آنے کا موقع ہی نہیں ملتا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ تو برق بنے ہوئے ہیں۔ کیا کہنے ہیں ان کی شجاعت کے، سبحان اللہ! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھی سارے تیر عنایت کر دیے اور فرمایا:

ارم فداك ابي و امي

''اے سعد! تیر پھینکو! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں''۔

اللہ اکبر! کسی صحابی کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے ماں باپ تم قربان ہوں سوائے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے۔ ذرا تصور کریں کہ کیسی جاں بازی کا مظاہرہ کیا ہو گا، اور کتنی محبت ہو گی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ ہر چند کہ ادھر جاں نثاری کی داستانیں رقم ہو رہی ہیں، اور مؤمنین اپنی پوری کوششوں میں مصروف ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بال بھی بیکا نہ ہو۔ لیکن رب العرش العظیم کو ابھی اور امتحان مقصود تھا، اسی لیے کافر، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وار کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے۔

سب سے پہلے عتبہ بن ابی وقاص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلو کے بل گر گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نچلا رباعی دانت ٹوٹ گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نچلا ہونٹ بھی زخمی ہو گیا۔ پھر عبداللہ بن شہاب زہری نے آگے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پتھر سے زخمی کر دی۔ ایک اور خبیث عبد اللہ بن قمیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر تلوار سے ایسی سخت ضرب لگائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافی عرصہ اس کی تکلیف محسوس کرتے رہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوہری زرہ نہ کٹ سکی۔

اس خبیث نے ایک اور وار کیا، اس دفعہ تلوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ سے نیچے کی ابھری ہوئی ہڈی پر لگی جس کی وجہ سے خود کی کڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک میں دھنس گئیں۔ اسی نازک لمحے میں اللہ نے اپنی مدد نازل فرمائی، چنانچہ حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے دو آدمیوں کی صورت میں لڑنے لگے۔ یہ سارا حادثہ چند ہی لمحات میں پیش آ گیا، ورنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کچھ ہی دیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ لیکن جب وہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو چکے تھے۔ سب سے پہلے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور پھر باقی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم شدید زخمی ہیں، چہرۂ انور لہولہان ہے۔ انہوں نے چاہا کہ خود کی کڑیاں نکالیں لیکن حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور کہا:

''خدا کا واسطہ دیتا ہوں مجھے نکالنے دیجئے''۔

اس کے بعد انہوں نے اپنے منہ سے کڑی پکڑ کر آہستہ آہستہ نکالنی شروع کی تاکہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ تکلیف نہ ہو،ایک کڑی تو نکل گئی لیکن اس کوشش میں ان کا اپنا ایک نچلا دانت گر گیا۔دوسری کڑی کے لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر آگے بڑھے لیکن انہوں نے پھر کہا:

"ابو بکر! آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں مجھے کھینچنے دیجیۓ!"۔

اس کے بعد دوسری کڑی نکال کر اپنا دوسرا دانت بھی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کیا۔حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے خون چوس چوس کر صاف کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اسے تھوک دو!"

انہوں نے کہا:

"واللہ اسے تو میں ہرگز نہ تھوکوں گا"۔

اس کے بعد پلٹ کر لڑنے لگے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہتا ہو وہ انہیں دیکھے"۔

چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔اس کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد کافی دیر خوں ریز لڑائی ہوتی رہی۔حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سپر بن کر کھڑے ہو جاتے،اور کھینچ کھینچ کر تیر چلاتے،جاں بازی کا یہ عالم ہے کہ اس دن دو یا تین کمانیں توڑ ڈالیں،جب کوئی تیر چلاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر دیکھتے کہ تیر کہاں لگا ہے،تو فوراً حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے:

"میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر نہ دیکھئے،کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تیر نہ لگ جائے،میرا سینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے کے آگے ہے"۔

ادھر دوسری جانب حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہو گئے اور اپنی پیٹھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھال بنا دیا۔کیا کہنے ہیں اس شجاعت کے،تیر پر تیر لگ رہے ہیں پیٹھ پہ،اعضا کٹتے ہیں تو کٹ جائیں لیکن مجال ہے کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے ہٹ جائیں۔ایک اور چھلاوہ سا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں،بائیں تلوار چلا رہا تھا۔یہ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا ہیں'جو سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کسی بجلی کی مانند کر رہی ہیں۔زخم پہ زخم کھا رہی ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کے کس کی جان قیمتی ہے۔

ایک بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ایسا نہیں تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتے رہے جب کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بس ان کے پیچھے ہی چھپتے رہے (نعوذ باللہ)۔نہیں واللہ نہیں! یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی شجاعت و بہادری تھی کہ ایسے گھمسان میں بھی پہاڑوں سے بڑھ کر ثبات دکھایا۔ وگرنہ کون ہے جو اتنی استقامت سے کھڑا رہ سکتا تھا۔حالانکہ باقی سب تو اس اچانک یلغار سے،کچھ دیر کے لیے ہی سہی،منتشر تو ہو ہی گئے تھے۔اللہ تعالیٰ کی اربوں کھربوں رحمتیں ہوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ کفار کا پورا لشکر اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل نہیں گھبرایا۔

بہر کیف! یہ تو چند مختصر سی سطور ہم نے بحرِ سیرت میں سے بھی صرف غزوۂ احد کی ایک خاص صورت حال کے حوالے سے نقل کی ہیں۔جن کے پیش کرنے کا مقصد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا جذبۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور شمعِ رسالت پر دیوانہ وار فدا ہونا بتلانا تھا۔اور یہ واضح کرنے کوشش تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کس طرح ناموسِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خود تو کٹ مرنے کو تیار تھے،لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال بھی بیکا ہونا گوارا نہ تھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عشقیہ واقعات کے تو پورے پورے دفتر موجود ہیں،الحمد للہ...جو لوگ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کرتے ہوں وہ اُن تفصیلی کتابوں سے استفادہ کریں! ہم تو،عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ چھوٹا سا اقتباس پیش کر کے یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ:

"اے میرے نوجوان بھائیو! آج تم دنیا کی نیرنگیوں کھوئے جاتے ہو۔تم سارا وقت یا تو دنیا کی تعلیم کو دیتے ہو'جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کر کے طاغوت کی طرف لے جاتی ہے،جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بے بہرہ کرتی ہے...یا پھر کافروں،مشرکوں کی گندی فحش فلمیں،گانے بھی تمہارا بہت سا وقت لیتے ہیں...ہاں! تمہیں جھوٹے اور فحش قسم کے ناول،اور ان میں محض عورتوں کے شرم و حیا سے عاری مکروہ کردار بہت محظوظ کرتے ہیں۔تمہاری زندگی کا بیش تر حصہ انٹرنیٹ،اور موبائل فون پر'چیٹنگ'اور'گپ شپ'میں گزرتا ہے۔

کیا کبھی سوچا بھی ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر کیا کیا ذمہ داریاں فرض کی ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر امتی پر کیا حقوق ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے کیا تقاضے ہیں؟ عالمِ اسلام کو تم سے کیا امیدیں ہیں؟ کل جب اللہ کے دربار میں کھڑا ہونا ہے اور ہر سوال کا جواب دینا ہے تو ذرا سوچو! اگر اللہ تعالیٰ نے ہم سے پوچھ لیا کہ میری کتاب کو کتنا وقت دیا تھا؟ میرے دین کے لیے کتنی محنت کی؟ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کتنی محبوب تھی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ کتنا اپنایا؟ امام

الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی کس حد تک حفاظت کی تھی؟ کی بھی تھی یا نہیں؟ محبوبِ الٰہی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کتنی محبت تھی؟ تھی بھی سہی کہ نہیں؟

اے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے جوانو! خدارا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لیے اٹھ کھڑے ہو! آج دنیا بھر میں ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخیاں کی جارہی ہیں، ان کے خاکے بنائے جارہے ہیں۔ ان کو طرح طرح کے گندے القابات سے یاد کیا جارہا ہے۔ ان کو ایذا پہ ایذا دی جارہی ہے۔ مگر آہ! ہم ابھی تک غفلت کی نیند میں سوئے ہوئے ہیں۔ آج ہم بے حسی اور بے غیرتی کی تمثیل بن چکے ہیں۔ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے عزتی کی کوئی پرواہ نہیں۔

ہائے ہائے! آج کفار ہم پہ ہنستے ہیں، آوازے کستے ہیں، اور دنیا بھر میں یہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ ان مسلمانوں میں اب کوئی دم خم نہیں۔ یہ صرف احتجاجی جلسے جلوس کر کے 'فرض' ادا کر لیتے ہیں۔ اب ان میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر کٹ مرنے والا کوئی نہیں۔ میرے بھائیو! اٹھو! ان کا یہ دعویٰ خاک میں ملادو۔ ان کے غرور کا سر نیچا کر دو۔ ان کو دکھادو، اپنے اندر عشقِ رسول کا بھڑکتا ہوا آتش فشاں! تم جہاں کہیں بھی ہو، آج سے ہی گستاخانِ رسول کے خلاف کام شروع کر دو۔ اس فریضے کی اہمیت کو سمجھو۔ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا ثبوت دو۔ میں نے شروع میں اسی لیے غزوہ احد کا منظر پیش کیا تھا۔ کہ ہمارے سامنے صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کی جاں نثاری کا معیار آجائے، ہمیں معلوم ہو جائے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کس انداز میں کیا جاتا ہے"۔

مجاہدین کے مایہ ناز قائد استاد احمد فاروق رحمہ اللہ اپنے درس "النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم" میں فرماتے ہیں:

"صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کل کو اگر ہم سے یہ سوال کر لیا کہ، ہم نے تو اپنی زندگیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بال بھی زمین پر نہیں گرنے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کا ایسے دفاع کیا۔ تم نے کیا کیا جب یہ سب کچھ ہو رہا تھا! تو اس ایک ارب امت کے پاس کیا جواب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائیں اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو دفاعِ نبی صلی الہ علیہ وسلم کے لیے اٹھ کھڑے ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں"۔

میرے بھائیو! مرنا تو ایک دن لازمی ہے۔ تو کیوں نہ ہم ناموسِ رسالت پہ مر مٹیں۔ آج بھی روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ندائیں آرہی ہیں:

"کون ہے؟ جوان (خبیثوں) کو ہم سے دفع کرے"۔

اور میدانِ احد میں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتی طور پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے منتشر ہونے پہ فرمایا تھا:

الیّ یاعباداللہ، الیّ یاعباداللہ

"میری طرف آؤ! اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ! اے اللہ کے بندو!"

بعینہٖ یہی صدا آج بھی اٹھتی ہے مسجدِ نبوی سے! لیکن ہم نے اپنے کان بند کیے ہوئے ہیں۔ ہماری غیرت و حمیت کی زمینوں پر بزدلی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ ہمارے ایمان 'وھن' کی غلاظت میں لتھڑے ہوئے ہیں۔

میرے بھائیو! میرے محترم جوانو! اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پکار پر لبیک کہو! ان کی نصرت کے لیے جان پر کھیل جاؤ! آج اس ذلت و خواری کے عالم میں صرف جہاد (یعنی مسلح قتال) ہی ہے جس کے ذریعے سے ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دینِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دفاع کر سکتے ہیں! پس جہاد کا علم اٹھالو! اور دہر میں اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اجالا کر دو!

آپ سوچتے ہوں گے کہ میں سب سے زیادہ نوجوانوں اور جوانوں ہی کو کیوں خطاب کر رہا ہوں۔ اس کی بھی ایک وجہ ہے۔ دین کی نصرت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کے لیے اپنی جانیں دینے والوں میں تاریخ گواہ ہے کہ نوجوان پیش پیش تھے۔ آؤ! میں تمہیں ایک چھوٹی سی مثال بھی دے دیتا ہوں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خاندانِ عبد المطلب کو کھانے پر بلایا، اور اس مجلسِ ضیافت میں ان کے سامنے اپنی دعوت پیش کی اور فرمایا کہ

"کون اس مہم میں میرا ساتھ دیتا ہے؟"

مجلس میں سکوت چھاجاتا ہے۔ اس سکوت کے اندر تیرہ برس کا ایک لڑکا اٹھتا ہے اور وہ الفاظ کہتا ہے جو آج ہم سب کے لیے چراغِ راہ ہیں، وہ کہتا ہے:

"اگرچہ میں آشوبِ چشم میں مبتلا ہوں، اگرچہ میری ٹانگیں پتلی ہیں، اگرچہ میں ایک بچہ ہوں، لیکن اس میں مہم میں آپ کا ساتھ دوں گا"۔

میرے بھائیو! آپ جانتے ہو کہ یہ نوجوان کون تھے؟ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، جو نو عمری کے ضعف اور طبعی کمزوریوں کے باوجود اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اور پھر چشمِ فلک دیکھتی ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اِنہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اکثر جنگوں میں محمدی عَلم تھمایا جاتا تھا، اور آپ کو بتاؤں کہ دشمن کا سارا زور مقابل لشکر کا عَلم گرانے پر ہوا کرتا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۹ پر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

میاں سعد خالد

اپنے پیارے، محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

از طرف خاک پائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اے اللہ کے حبیب، اے میرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

آپ سے مخاطب ہوں اور آنکھیں نم ہیں۔ میرے پاس سو جانیں ہوتیں تو میں آپ کی حرمت و ناموس پر فدا کر دیتا۔ سو گردنیں ہوتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی محبت میں کٹوا دیتا۔ ایک ہی جان ہے، ایک ہی سر ہے، بس یہی لے کر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں آگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نے حکم دیا کہ جہاد فرضِ عین ہے، بس اسی فرضِ عین کی پکار پر لبیک کہہ کر نکل آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنہیں اپنا وارث فرمایا، ان سے پوچھا (حدیث نبوی ﷺ کا مفہوم ہے: علما، انبیاء کے وارث ہیں) تو انہوں نے بتلایا کہ آپ کی حرمت کا دفاع کرنے کا سب سے بہترین طریقہ جہاد فی سبیل اللہ میں نکل کھڑا ہونا ہے، میں نکل آیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرے ماں باپ آپ پر قربان!

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری نہ نیت درست ہے نہ عمل درست ہے، بس اک دعویٰ ہے محبت کا وہ بھی نجانے کیسا ہے۔ اسی دعوے پر آپ کی شفاعت کا حریص ہوں۔ آپ کے اور اپنے اللہ سے مغفرت کا طلب گار ہوں، شہادت کی موت کا طالب ہوں۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شروع کیے ہوئے طریقۂ جہاد کا ایک سالک ہوں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر حاضری دینے کا متمنی ہوں... لیکن اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

مگر اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے دشمن، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے دشمن، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے دشمن، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ جہاد کے دشمن مجھے حاضری نہیں دینے دیتے۔ وہ مجھے اس لیے قید کر دینا یا قتل کر دینا چاہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا طوق گلے میں پہنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی زنجیروں میں اپنے آپ کو جکڑنا چاہا ہے۔

عذراً یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عذراً، ہمارا اعذر قبول کیجیے۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خادم کا سلام قبول کیجیے، ہماری غلامی قبول کیجیے۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم پر یہاں اس لیے حالات تنگ کر دیے گئے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جزیرۃ العرب پر عبد اللہ بن ابی کے وارث، آلِ سعود قابض ہو گئے۔ انہوں نے یہود و نصاریٰ کو وہاں پناہیں دے دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں اور بھائیوں کا خون بہایا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے لیے جینا مشکل ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے بناتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی کتاب کی گستاخی کرتے رہے۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ملک پاکستان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی دشمن فوج، حکومت اور پولیس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو قتل کیا، ان کے بدنوں کو استریوں سے داغا، ان کے جسموں میں ڈرل مشینوں سے سوراخ کر دیے، ان پر امریکی ڈرون سے میزائل مروائے حملے کروائے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتی بیٹیوں کی عزتیں لوٹیں، ان کو نیلام کر کے امریکہ کے حوالے کر دیا، ان کے سہاگ چھین لیے، ان کی گودوں سے بچے چھین لیے، ان کے پیٹوں میں موجود بچوں کو مار دیا...

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کو پیرس کے چارلی ہیبڈو کے دفتر میں قتل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو امتی غلاموں نے کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پاکستانی فوج کے سرغنے راحیل شریف نے بھی اہلِ کفر کا ساتھ دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دو غلاموں کے اس فعل کی مذمت کی... یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یومِ ولادت اور یومِ وصال دونوں آئے چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے چلے جانے کے غم کو محسوس کرنے کی کوشش ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

یا رسول اللہ صلی علیہ وسلم ہم آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مانند کہتے ہیں:

نحن الذین بایعوا محمداً

علی الجہاد ما بقینا ابداً

ہم نے محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر بیعت کی ہے

کہ اس جہاد کو جاری رکھیں گے جو تا قیامت جاری رہے گا!

اے اللہ تُو ہمیں اپنے وعدے سچے کرنے والا بنا دے اور عمل کی توفیق عطا فرما دے۔ اے اللہ تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیج۔ اے اللہ اپنے اور ہمارے حبیب تک اس احقر کا یہ پیغام پہنچا دے حالانکہ احقر کہاں اس لائق... لیکن تُو معاف کر دینے والا ہے، ہر چیز پر قادر ہے، تُو ہمیں معاف کر دے یا ربّاہ! یا ربّاہ!

وصلی اللہ علی النبی و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

باطن کے تین گناہ

حضرت مولانا عبدالرؤف سکھروی دامت برکاتہم العالیہ

سب سے افضل کون؟:

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ :

ایّ الناس افضل

''لوگوں میں سب سے افضل کون ہیں''

توآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کلّ مخموم القلب صدوق اللسان

''ہر وہ آدمی جو مخموم القلب ہو، زبان کا سچا ہو''۔

توصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ حضور! صدوق اللسان کے معنی تو ہماری سمجھ میں آگئے کہ جو زبان کا سچا ہوا سے صدوق اللسان کہتے ہیں لیکن مخموم القلب کے معنی سمجھ میں نہیں آئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے معنٰی بتا دیجیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت ان الفاظ میں ارشاد فرمائی:

ھوالتقی النقی لا اثم فیہ ولا بغی ولا غل ولا حسد(سنن ابن ماجہ)

''مخموم القلب وہ آدمی کہلاتا ہے جو متقی پرہیزگار ہو، اس کا دل ایسا شفاف ہو کہ اس میں نہ تو گناہ کا نام ونشان ہو نہ اس میں زیادتی، سرکشی، حسد اور کینہ (جیسے قبیح عناصر) ہوں''۔

مطلب یہ کہ اس کا دل آئینہ کی طرح بالکل صاف وشفاف ہو، کسی بھی قسم کی نافرمانی، بدعملی اور گناہ کے دھبہ سے اس کا دل داغ دار نہ ہو۔

دل کو صاف رکھنے کی فضیلت:

جس کے دل کی دنیا پاک ہو جاتی ہے اس کی ظاہر کی دنیا بھی پاک ہو جاتی ہے۔اگر کسی کی ظاہر کی دنیا گناہوں میں مبتلا ہے اور گناہوں میں ڈوبی ہوئی ہے وہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل کی دنیا میں اندھیرا ہے، اس کا دل تاریک ہے۔صاف دل آدمی کو کسی سے بغض نہیں ہوتا، کسی سے اس کو حسد نہیں ہوتا، کسی سے اس کو نفرت نہیں ہوتی اور کسی سے اس کو کینہ نہیں ہوتا۔وہ ہر ایک کا ہمدرد اور بھی خواہ ہوتا ہے اور ہر ایک کی خیر چاہنے والا ہوتا ہے۔ اور ایک بات یہ ارشاد فرمائی کہ وہ زبان کا سچا ہوتا ہے۔''ساری لوگوں میں یہ دو قسم کے آدمی سب سے افضل اور سب سے بہتر ہیں'' کیونکہ جس کے اندر یہ اوصاف ہوں وہ عالی اخلاق کا مالک ہوگا۔

قیامت کے دن سب سے پہلے جو چیز میزانِ عمل میں بھاری ہوگی وہ اچھے اخلاق ہوں گے۔نماز، روزہ اور زکوٰۃ بھی اتنے بھاری نہیں ہوں گے جتنے حسنِ اخلاق بھاری ہوں گے اور زبان کا سچا ہونا اور دل کا صاف اور شفاف ہونا، کسی کی طرف سے کوئی کدورت دل میں نہ ہونا، یہ باتیں حسنِ اخلاق کی سردار اور بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔

حسد سے بچنے کی تاکید:

ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أیاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب

''حسد سے بچو اس لیے کہ یہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا کر ختم کرتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلا کر ختم کر دیتی ہے''۔(مشکوٰۃ)

اب اگر کسی کے دل میں خدانخواستہ کسی کی نعمت دیکھ کر یا کسی کی عزت دیکھ کر یا کسی کا عہدہ دیکھ کر یا کسی کی ترقی دیکھ کر یا کسی کی قوت دیکھ کر یا کسی کی خوب صورتی دیکھ کر یا کسی کیے زیور دیکھ کر یا کسی کے کپڑے دیکھ کر حسد ہو تو وہ کیا کرے! کیسے اس بیماری کا علاج کرے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تین باتوں پر وہ عمل کرے ان شاءاللہ اس کو اس حسد کی بیماری سے نجات مل جائے گی۔

حسد سے بچنے کا طریقہ:

سب سے پہلے وہ یہ سوچے کہ میرے حسد کرنے کا کیا فائدہ؟ میں بھی اللہ تعالی کی مخلوق ہوں، وہ بھی اللہ تعالی کی مخلوق ہے۔میں بھی اللہ تعالی کا بندہ ہوں اور وہ بھی اللہ تعالی کا بندہ ہے اور یہ سب کچھ میرے مالک کا ہے۔اس نے اپنی حکمت، اپنی مصلحت اور اپنی قدرت سے عزت، دولت، صحت اور خوب صورتی تقسیم کی ہے۔تو یہ سب ان کی تقسیم ہے، میں ان کی تقسیم پر اعتراض کر کرے کہاں جاؤں گا؟ کہ مجھے یہ نعمت کیوں نہیں ملی اور اس کو کیوں ملی؟ دنیا تو مجھے مل ہی نہیں رہی اگر میں حسد کروں گا تو میرا آخرت کا حصہ بھی چلا جائے گا لہٰذا میں ایسے احمقانہ کام کیوں کروں؟ پہلے اس کو سوچیں۔پھر یہ سوچیں کہ اگر میں حسد کروں بھی تو میرے حسد کرنے سے اس کا کچھ نقصان نہیں ہوگا، میرے دل میں حسد ہے جس سے اس کو تو کچھ بھی فرق نہیں پڑے گا، میرا دوگنا نقصان ہو رہا ہے۔ایک تو مجھے کچھ مل بھی نہیں رہا، دوسرے خود میرا دل جل رہا ہے، میرا دل دُکھ رہا ہے، یہ میرا اپنا نقصان ہے۔

اس کے نتیجے میں ہو سکتا ہے کہ شوگر ہو جائے، ہو سکتا ہے کہ ہائی بلڈ پریشر ہو جائے، ہو سکتا ہے کہ کوئی اور خطرناک بیماری ہو جائے تو تگنا نقصان ہوگا۔بھئی ایک تو تکلیف ہو جانا خود ایک نقصان ہے، ملا ملایا کچھ نہیں اور بیٹھے بٹھائے تکلیف ہو رہی ہے، اس تکلیف کے نتیجے میں بڑی تکلیف ہوگئی تو اسپتال بھی پہنچ گئے۔جو تھوڑے بہت پیسے تھے وہ بھی خرچ ہو گئے تو یہ سوچو کہ آخر اس کا فائدہ کیا ہے؟ یہ تو حرام اور ناجائز ہے اور اس کا یہ عذاب اور وبال ہے کہ جو کچھ نیکیاں ہیں ان کا بھی صفایا ہو جائے گا۔اپنے آپ کو جھنجھوڑیں کہ کم بخت تو ایسا نہ کر۔مال تو تجھے مل ہی نہیں رہا، حسد کرنے سے عزت ملنے سے رہی جب تو اس سے حسد

کرے گا تو تیری آخرت کا بھی نقصان ہو جائے گا۔لہٰذا ان تین باتوں کو سوچنے سے حسد کا قلع قمع ہو جائے گا۔ان شاءاللہ۔

حسد سے بچنے کا دوسرا طریقہ:

لیکن اگر بالفرض کسی کا حسد بہت ہی تگڑا ہو تو ایک چوتھی بات اور بھی ہے۔وہ یہ کہ جس سے حسد ہو رہا ہے اس کے لیے خوب دعا کرنا شروع کر دیں کہ یااللہ !اس کو اور عطا فرما۔ اگر مال سے حسد ہو رہا ہے تو دعا کریں کہ یااللہ !اس کے مال میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرما۔عزت سے ہو رہا ہے تو اے اللہ !اس کی عزت میں اور اضافہ فرما۔بس اس طرح دعا کرنے سے گویا دل پر آرہ چل جائے گا،دل تو چاہ رہا ہے کہ وہ ذلیل ہو اور زبان سے کہہ رہا ہے کہ یااللہ !اس کی سو فی صد عزت میں اضافہ فرما،اس کو عہدہ اور ترقی عطا فرما۔یااللہ اس کے منصب،عزت اور مال و دولت میں اضافہ فرما۔

دعا کرنے کا عمل ایسا ہے کہ ادھر اس کے لیے دعا شروع ہو گی،اُدھر ان شاءاللہ تعالیٰ حسد کی جڑ کٹنا شروع ہو جائے گی۔کیونکہ علاج کبھی ضد کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔گرمی لگ رہی ہے تو ٹھنڈی چیزیں کھلا دو اور سردی لگ رہی ہے تو گرم چیزیں کھلا دو۔یہاں بھی وہی علاج ہو رہا ہے کہ دل تو چاہ رہا ہے کہ وہ خاک میں مل جائے،کچھ بھی اس کے پاس نہ رہے،سب میرے پاس آجائے۔اب کہہ رہا ہے کہ یااللہ !مزید در مزید اس کو عطا فرما دے اور اس پر فضل فرما دے،اس کو اور زیادہ عطا فرما دے۔اس طرح دعا کرنے سے دل میں جو غلط جذبہ پیدا ہو رہا ہے وہ مٹ جائے گا۔ان شاءاللہ۔

ایک سبق آموز واقعہ:

مومن کے دل کے اندر کسی سے نہ بغض ہونا چاہیے،نہ کینہ اور نہ ہی حسد ہونا چاہیے۔اس پر ایک عجیب واقعہ یاد آیا جو احادیث طیبہ میں آتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے،وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بشارت دے کہ :

"ابھی ایک شخص آئے گا،تم اگر جنتی آدمی کو دیکھنا چاہو تو اسے دیکھ لینا"۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم سب لوگ متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔اتنے میں دیکھا کہ ایک انصاری صحابی جو زراعت پیشہ تھے،ان کے باغات وغیرہ تھے،وہ وہاں کام کرتے تھے،وہ آئے اور ان کے تازہ تازہ وضو کی وجہ سے داڑھی میں سے پانی کے قطرے گر رہے تھے،وہ اُلٹے ہاتھ میں چپل لیے ہوئے تھے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آکر بیٹھ گئے۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنیں اور پھر سلام کر کے چلے گئے۔

دوسرے دن پھر مجلس ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ اگر کسی کو جنتی شخص دیکھنا ہو تو وہ ابھی آنے والے ایک شخص کو دیکھ لے وہ جنتی ہے۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ہوشیار ہو کر بیٹھ گیا کہ آج کے دن کون صحابی تشریف لائیں گے۔تھوڑی دیر بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ جو صحابی کل آئے تھے وہی تشریف لا رہے ہیں اور اسی طرح آرہے ہیں جس طرح کل آئے تھے اور پھر اسی طرح واپس چلے گئے۔

تیسرے دن پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کہ جس کسی کو جنتی شخص دیکھنا ہو تو وہ ابھی آنے والے ایک شخص کو دیکھ لے وہ جنتی ہے۔دیکھا تو وہی پہلے دن والے صحابی تشریف لا رہے ہیں،اسی طرح جیسے پہلے اور دوسرے دن آئے تھے۔

دو اہم سنتیں:

یہاں ان صحابی کے عمل سے دو اہم باتیں معلوم ہوئیں۔ایک تو یہ کہ جوتا بائیں ہاتھ میں لینا چاہیے،دائیں ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے۔یہی سنت طریقہ ہے کہ دایاں ہاتھ اچھے اچھے کاموں کے لیے ہے جب کہ بایاں ہاتھ برے اور ادنیٰ کاموں کے لیے ہے جیسے استنجا کرنا،ناپاکی کو دھونا،جوتا لینا اور گندگی میں ہاتھ ڈالنا وغیرہ۔اسی لیے وہ انصاری صحابی اس سنت پر عمل پیرا تھے۔

دوسرے وضو کرنے کے بعد پونچھنا اور نہ پونچھنا دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہیں تو دونوں سنتوں پر عمل کر سکتے ہیں۔سردیوں میں پونچھ لیا کریں اور گرمیوں میں نہ پونچھا کریں۔تو وہ صحابی اسی سنت پر عمل پیرا تھے کہ وضو کرنے کے بعد انہوں نے اپنا چہرہ صاف نہیں کیا اس لیے داڑھی سے ہلکے ہلکے پانی کے قطرے گر رہے تھے جیسے تازہ تازہ وضو میں گرتے ہیں۔اس طرح سے وہ آئے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جستجو:

حاضرین میں ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ 'جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں عبادت گزار مشہور تھے' وہ ان انصاری صحابی کے پیچھے چل دیے اور راستے میں ان سے کہا کہ میرے والد صاحب سے میری کچھ کھٹ پٹ ہو گئی ہے اور میں نے تین دن گھر نہ جانے کی قسم کھالی ہے،اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے ہاں تین دن گزار لوں۔جب قسم پوری ہو جائے گی تو میں گھر چلا جاؤں گا۔انہوں نے کہا کہ ہاں کوئی بات نہیں آجاؤ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تین دن تک ان کے گھر میں رہے اور ان کی ہر نقل و حرکت کا جائزہ لیتے رہے اور دیکھتے رہے کہ ان کا دن کیسے گزرتا ہے؟اور رات کیسے گزرتی ہے؟تین دن کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ظاہری طور پر ان کا کوئی عمل نظر نہیں آرہا جس کی بنیاد پر تین دن تک انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت حاصل کی ہے۔صبح سے شام تک وہ اپنی زمین میں کام کرتے تھے جب کہ نماز کے وقت سب کام چھوڑ کر اطمینان و سکون سے نماز پڑھتے اور پھر اپنے کام میں لگ جاتے۔سارا دن کوئی گناہ کی بات نہیں کرتے تھے۔اول تو بولتے ہی نہیں تھے اور بولتے تھے تو بھلائی کی بات بولتے تھے۔

دو سنہری عمل:

ہمارے لیے اس واقعہ میں بہت بڑا سبق ہے کہ ہم اپنی زبان کو جو بے خوف وخطر اور بے لگام استعمال کرنے کے عادی ہیں، جس کے نتیجے میں بڑے بڑے گناہ ہماری زبان سے صادر ہوتے ہیں۔ یہ طریقہ درست نہیں، یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یا تو اچھی بات کہو ورنہ خاموش رہو۔ وہ صحابی اس پر عمل پیرا تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تین دن تک ان کے ساتھ رہا، وہ بولتے نہیں تھے۔ جب بولتے تھے تو کوئی نہ کوئی اچھی بات بولتے تھے، بس ہر مومن کو یہی کرنا چاہیے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ بس زبان پر تالا لگا دو، جب بولو تو سبحان اللہ کہو اور الحمد للہ کہو۔ میری گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ گناہ کی باتیں اور بے کار باتیں زبان سے مت کرو۔ فضول باتیں، فضول بحثیں اور لایعنی گفتگو ہمارے معاشرے میں عام ہیں، اس سے بچیں۔ ہاں جائز اور مباح باتیں کرنے میں مضائقہ نہیں۔

بہر حال ایک عمل ان کا یہ دیکھا کہ وہ نماز کے وقت نماز پڑھتے تھے اور وہ خاموش رہتے تھے اور بولتے تھے تو کام کی بات کرتے تھے۔ ان کا دن اسی طرح گزرتا تھا پھر رات کو وہ گھر آتے اور عشاء کے بعد کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر فوراً بستر پر چلے جاتے اور پھر ساری رات صبح صادق تک سوتے ہی رہتے تھے۔ یہاں تک کہ میں نے ان تین دنوں میں ان کو تہجد کے لیے بھی اٹھتا ہوا نہیں دیکھا۔ جب کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں تہجد نہ پڑھنا عیب سمجھا جاتا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ صحابی ہو اور تہجد نہ پڑھے!

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بھی گو تہجد فرض نہیں تھی لیکن وہ تہجد گزار تھے۔ لیکن ان صحابی کو تین دن تک انہوں نے دیکھا کہ ساری رات سوتے رہے البتہ کبھی رات کو آنکھ کھلی تو لیٹے لیٹے اللہ اللہ کر لی، اللہ اکبر، سبحان اللہ والحمد للہ کہہ لیا اور پھر نیند آگئی پھر سو گئے جیسے ہی فجر کی اذان ہوئی فوراً کھڑے ہو گئے۔

حقیقتِ حال کی وضاحت:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تین دن کے بعد ان انصاری صحابی کو اصل بات بتلائی کہ تین دن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے الگ الگ تین مجلسوں میں تمہارے جنتی ہونے کی بشارت سنی ہے۔ ایسی بشارت میں نے کسی اور صحابی کے لیے نہیں سنی۔ تو میں آپ پر رشک کرنے لگا کہ یہ صحابی کیسے ہیں؟ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بارے میں تین دن تک الگ الگ مجلسوں میں جنتی ہونے کا اعلان فرما رہے ہیں کہ کسی کو دیکھنا ہو تو دیکھ لو! کہ جنتی ایسا ہوتا ہے۔ اللہ اکبر! تو میرے دل میں یہ آیا کہ میں بھی آپ کے اعمال کا جائزہ لوں کہ وہ کون سے اعمال ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ میں بھی وہ عمل کر لوں۔ بس اس لیے میں آپ کے گھر آیا تھا تو تین دن کی تحقیق کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ بظاہر آپ کا کوئی خاص اور بڑا عمل نہیں ہے اور بشارت اتنی بڑی ہے کہ اللہ ہی بہتر جانے کہ آپ کو اتنی بڑی بشارت کیسے ملی ہے؟

جنت کی بشارت ملنے کی وجہ:

انصاری صحابی نے جواب میں کہا کہ اے عبداللہ! حقیقت یہ ہے کہ جتنا تم نے مجھے دیکھا ہے میں اتنا ہی عمل کرتا ہوں، میں اس سے زیادہ عمل نہیں کرتا۔ اور انہوں نے سلام کیا اور چل دیے، تھوڑی دور جانے کے بعد ان انصاری صحابی نے دوبارہ آواز دی یا عبداللہ! آؤ مجھے ایک بات اور یاد آگئی اور وہ یہ ہے کہ میرا عمل تو اتنا ہی ہے جتنا تم نے مجھے کرتے دیکھا ہے لیکن میرے دل میں دو باتیں ہیں ایک تو میرے دل میں کسی مسلمان سے کوئی حسد نہیں ہے۔ میں دل سے ہر مسلمان کا خیر خواہ اور بہی خواہ ہوں، میں ہر مومن کی ہمدردی اپنے دل میں رکھتا ہوں، دوسرے کسی مسلمان سے میرے دل میں کینہ نہیں ہے، میرا دل کینے سے صاف اور پاک ہے۔ بس یہ بات مجھے یاد آگئی جو میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا حضرت! یہی تو وہ چیز ہے جس نے آپ کو یہ اعلیٰ درجہ عطا فرمایا ہے اور یہی وہ عمل ہے جس نے آپ کو یہ بشارت سنوائی ہے۔

جائزہ لینے کی ضرورت:

یہی وہ عمل ہے جس سے اچھے اچھے لوگ خالی ہیں، بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے دل اس بلا سے پاک ہوتے ہیں۔ عابدوں میں بھی، زاہدوں میں بھی، تاجروں میں بھی، زراعت پیشہ لوگوں میں بھی، عورتوں میں بھی، مردوں میں بھی بغض اور حسد کی آگ بھڑکی ہوئی ہے۔ اللہ بچائے۔

جنتی بننے کا طریقہ:

دیکھئے! ان صحابی میں ظاہری عمل تو اتنا نہ تھا لیکن ان کے دل کے اندر کسی سے بغض، کینہ اور حسد نہ تھا تو اس کے نتیجہ میں اللہ پاک نے ان کو کتنی بڑی بشارت عطا فرمائی۔ یاد رکھو! یہ بشارت ہمیں بھی مل سکتی ہے اگر ہم اس پر عمل کریں اور اپنے دل کو پاک وصاف رکھیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنے دل میں جھانکیں۔ اگر خدانخواستہ بغض وکینہ یا حسد کی بیماری کا گناہ موجود ہو تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں۔ دعا کریں کہ اے اللہ! ہمارے قلب کو صاف فرما کہ کسی سے ہمارے دل میں بغض وکینہ یا حسد نہ ہو۔ اس طرح اپنے دل کو صاف رکھیں اور ہر مسلمان کی دل سے خیر خواہی چاہیں، اور اللہ تعالیٰ سے بھی دعا کریں کہ اے اللہ ہمیں بھی اور اس کو بھی عافیت عطا فرما، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

سنت و بدعت کی انوکھی تعریف

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ

آپ کو سنت کی ایک عاشقانہ تعریف سناتا ہوں کہ سنت کیا ہے اور بدعت کیا ہے؟ اور یہ تعریف بہت بڑے بزرگ مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے، فرماتے ہیں:

ے مے توحید سے سرشار ہوں سنت ہے یہی

یہاں توحید سے مراد سنت کے مطابق اللہ کی وحدانیت کو ماننا ہے یعنی جو اللہ کو ایک جانے اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں ساری کائنات سے روکش ہو جائے تب اس کی توحید کامل ہوتی ہے۔

توحید اعتقادی تو کامل ہو سکتی ہے، توحید عملی بھی تو کامل ہونی چاہیے۔

اللہ کے حکم کے مقابلہ میں کسی کی نہ سنے یہاں تک کہ اپنے نفس کی بھی نہ سنے۔

جو اپنے نفس کی بات مانتا ہے وہ عملاً فاسق ہے۔

مشرکوں جیسا عمل کرتا ہے۔

جو اپنے نفس کی خواہشات کو خدا بناتا ہے تو وہ الٰہ باطل کا عابد بنا ہوا ہے یا نہیں؟

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ

''کیا آپ نے ایسے نالائقوں کو دیکھا جو اپنے نفس کی خواہش کو خدا بنائے ہوئے ہیں''۔

کوئی حسین شکل سامنے آجائے تو پاگل کی طرح سے اس کو دیکھ رہا ہے۔

دوستو!

یہی کہتا ہوں کہ ایمان کا امتحان اسی وقت ہوتا ہے کہ جب سڑکوں پر لڑکیاں اور لڑکے چڈی پہن کر گذر رہے ہوں، پھر دیکھو کہ آپ کو اللہ سے کتنی محبت ہے۔

پھر اپنی نگرانی کرو کہ ہم کو اللہ کی کتنی محبت ہے، کہیں ہم نے نفس کی خواہش کو خدا تو نہیں بنایا ہوا ہے۔

اس آیت کو یاد کر لو:

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ

''کیا آپ نے ایسے نالائقوں کو دیکھا جو اپنے نفس کی خواہش کو خدا بنائے ہوئے ہیں''۔

جب ان کے سامنے حسن کامل آگیا اس وقت نہ ان کو قرآن یاد آتا ہے نہ حدیث، نہ شیخ یاد نہ اس کی رفاقتیں یاد، نہ توحید، نہ ملتزم، نہ روضہ پاک۔

اس ظالم کو کچھ یاد نہیں رہتا۔

تو اس نے اپنی خواہشات کو خدا بنایا یا نہیں؟ اس آیت کی رو سے وہ موحد ہے؟

اس سے مولانا محمد احمد رحمہ اللہ کا یہی مقصد ہے۔

ے مے توحید سے سرشار ہوں سنت ہے یہی
دل کسی غیر کو دے دیں تو یہی بدعت ہے

یہ کتنی پیاری تعریف ہے، یعنی اس کے اندر علم کی روح ہے، اس شعر کو سن کر ندوہ کے بڑے بڑے علما بھی مست ہو گئے۔

ے دل کسی غیر کو دے دیں تو یہی بدعت ہے

جب سڑکوں پر موٹر میں بیٹھے ہوئے جا رہے ہیں اور رنگ برنگ کی ٹیڈیاں سامنے آئیں اور آپ نے ان کو دیکھ لیا، اللہ کے فرمان عالی شان غض بصر کو نظر انداز کر کے آپ نے ان پر نظر اندازی کی، جب آپ کسی حسین پر نظر انداز ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے نظر اندازی کی۔ امر الٰہی کو آپ نے نظر انداز کر دیا۔

جس وقت محمود غزنوی نے کہا تھا کہ ایک قیمتی موتی ہے کوئی اس کا توڑنے والا ہے؟

شاہ محمود غزنوی نے حکم دیا کہ اس موتی کو توڑ دو۔ سب نے آپس میں مشورہ کیا کہ اتنا قیمتی موتی کسی ملک میں نہیں ہے، لہذا ہم اسے نہیں توڑیں گے اور اگر ہم توڑیں گے تو بعد میں بادشاہ سزا دے گا کہ میں تو تم لوگوں کا امتحان لے رہا تھا، تم نے موتی کیوں توڑ دیا۔

لٰہذا محمود کے حکم شاہی کے باوجود سب وزیروں نے توڑنے سے انکار کر دیا کہ بہت قیمتی موتی ہے۔

محمود کا ایک عاشق غلام تھا جس کا نام ''ایاز'' تھا۔ اس نے ایاز کو حکم دیا کہ ایاز اس موتی کو توڑ دو تو اس نے فوراً پتھر اٹھایا اور موتی توڑ دیا۔ جب اس نے موتی توڑا تو پینسٹھ وزیروں نے شور مچا دیا:

ایں چہ گستاخ است واللہ کافر است

یہ ایاز گستاخ ہے کافر ہے کہ اتنا قیمتی موتی توڑ دیا۔

اس وقت شاہ نے کہا اے ایاز! تم کو یہ لوگ کافر اور گستاخ بتا رہے ہیں، ان کو جواب دو کہ تم نے اس موتی کو کیوں توڑا۔ تو ایاز نے جواب دیا:

گفت ایاز اے مہتران نامور

ایاز نے کہا اے محترم وزیرو! میں نے موتی کیوں توڑا اور تم نے کیوں نہیں توڑا۔

تو میں آپ لوگوں سے سوال کرتا ہوں کہ تب میرے عمل کا راز ظاہر ہوگا۔ یہ بتایئے

امر شہ بہتر بہ قیمت یا گہر

شاہ کا حکم زیادہ قیمتی ہے یا موتی؟

آہ سوچ لو اس کو!

(بقیہ صفحہ ۱۹ پر)

جہادی عمل سے متعلق عمومی ہدایات

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

اولاً: تمہید

1-یہ بات مجاہد بھائیوں سے پوشیدہ نہیں کہ اس مرحلے میں ہمارے کام کی دو بنیادی جہتیں ہیں، اول: عسکری، دوئم: دعوتی۔

2-**عسکری کام:** کا اولین ہدف عالمی کفر کا سردار امریکہ اور اس کا حلیف اسرائیل ہیں، جبکہ دوسرا ہدف اس کے مقامی حلیف یعنی ہمارے ملکوں کے حکمران ہیں۔

الف: امریکہ کو نشانہ بنانے کا مقصد اسے تھکا دینا اور مستقل ضربیں لگا کر رفتہ رفتہ کمزور کرنا ہے، تاکہ سوویت اتحاد کی طرح وہ بھی اپنے عسکری، افرادی اور اقتصادی نقصانات کے بوجھ تلے دب کر خود بخود گر جائے، نتیجتاً ہماری سرزمینوں پر امریکی گرفت ڈھیلی پڑ جائے اور اس کے حلیف اور حاشیہ نشین بھی ایک ایک کرکے گرنے لگیں۔

عرب انقلابات میں جو کچھ ہوا وہ امریکی نفوذ میں کمی کی واضح دلیل ہے۔ افغانستان اور عراق میں مجاہدین کے ہاتھوں امریکہ کی پٹائی اور گیارہ ستمبر کے حملوں کے بعد سے امریکہ کے داخلی امن وامان کو لاحق مستقل خطرات کا نتیجہ یہ نکلا کہ امریکہ نے مسلم عوام کو اپنے سینوں میں موجود غم وغصے کے جذبات کے اظہار کا کچھ رستہ دینے کا فیصلہ کیا، مگر عوامی غیض وغضب کا یہ آتش فشاں اس کے ایجنٹوں ہی پر پھٹ پڑا۔ ان شاء اللہ آنے والے مراحل میں امریکی اثر ورسوخ میں مزید کمی دیکھی جائے گی، اسے اپنی ہی فکر دامن گیر ہو جائے گی اور نتیجتاً اس کے حلیفوں کا تسلط بھی کمزور پڑنے لگے گا۔

ب: جہاں تک امریکہ کے مقامی ایجنٹوں کو ہدف بنانے کا معاملہ ہے تو ہر علاقے کا معاملہ دوسرے سے فرق ہے۔ اس مسئلے میں اصولی حکمتِ عملی یہی ہے کہ ان کے خلاف معرکہ نہ کھولا جائے، سوائے ان ممالک میں جہاں ان سے ٹکراؤ کے بغیر چارہ نہ ہو۔

چنانچہ افغانستان میں ان مقامی ایجنٹوں سے معرکہ امریکیوں کے خلاف جنگ کے تابع ہے۔

پاکستان میں ان سے معرکہ افغانستان کو امریکی قبضے سے آزادی دلانے کی جنگ کا تتمہ ہے، پھر اس سے پاکستان میں مجاہدین کے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ فراہم کرنا مقصود ہے، پھر اس محفوظ پناہ گاہ کو مرکز کے طور پر استعمال کرتے ہوئے پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کی سعی مطلوب ہے۔

عراق میں ان کے خلاف جاری معرکے کا ہدف امریکہ کے صفوی (رافضی شیعہ) جانشینوں کے قبضے سے اہلِ سنت کے علاقوں کو آزاد کروانا ہے۔

الجزائر، جہاں امریکی اثر ورسوخ کافی کم بلکہ تقریباً غیر موجود ہے، وہاں مقامی حکمرانوں کے خلاف معرکے کا مقصد حکومت کو کمزور کرنا اور مغربِ اسلامی کے علاقوں، افریقہ کے غربی ساحل پر واقع ممالک اور صحرا کے جنوبی علاقوں میں جہادی نفوذ کو بڑھانا ہے۔ نیز اب ان علاقوں میں بھی امریکہ اور اس کے حلیف ممالک سے تصادم کی فضا پیدا ہونے لگی ہے۔

جزیرۂ عرب میں ان کے خلاف معرکہ ان کے براہ راست امریکی ایجنٹ ہونے کی حیثیت سے ہے۔

صومالیہ میں ان کے خلاف معرکے کا سبب ان کا وہاں قابض صلیبیوں کا ہراول دستہ ہونا ہے۔

شام میں ان کے خلاف معرکے کا سبب یہ ہے کہ وہاں کے حکمران 'جہادی تو دور کی بات' کسی قسم کے اسلامی تشخص کے حامل وجود کو بھی برداشت کرنے پر آمادہ نہیں اور اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے حوالے سے ان کی بھیانک خونی تاریخ کسی سے مخفی نہیں۔

بیت المقدس کے گردوپیش میں بنیادی اور اصلی معرکہ یہود کے خلاف ہے، جب کہ اوسلو معاہدے کی پیداوار، مقامی حکمرانوں کے مقابلے پر حتی الامکان صبر کا راستہ اختیار کیا جانا چاہیے۔

3-**دعوتی کام:** کا اساسی ہدف یہ ہے کہ امت کو صلیبی حملے کے خطرے سے آگاہ کیا جائے، توحید کے اس پہلو کو اجاگر کیا جائے کہ حاکمیت صرف اللہ ہی کے لیے ہے، اسلام کی بنیاد پر اخوت وبھائی چارہ قائم کرنے کا درس دیا جائے اور اسلامی سرزمینوں کو ملا کر ایک دارالاسلام بنانے کی اہمیت واضح کی جائے۔ اللہ نے چاہا تو یہ اقدامات خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کا مقدمہ ثابت ہوں گے۔

اس مرحلے میں دعوتی کام کے دوران بنیادی طور پر دو محاذوں پر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے:

پہلا محاذ: گروہِ مجاہدین میں فکری آگہی کے فروغ اور ان کی دینی تربیت میں مزید بہتری لانے پر توجہ دینا، کیونکہ یہی امت کا وہ ہراول دستہ ہیں جو آج بھی اپنے کاندھوں پر صلیبیوں اور ان کے حواریوں سے مقابلے کا بوجھ اٹھائے نظر آتے ہیں اور ان شاء اللہ مستقبل میں بھی اٹھائے رکھیں گے، یہاں تک کہ خلافت اسلامیہ کا قیام عمل میں آ جائے۔

دوسرا محاذ: مسلمان عوام میں فکری آگہی کے فروغ، انہیں تحریض دلانے اور اس امر پر انہیں متحرک کرنے کی کوشش کرنا ہے کہ وہ حکمرانوں کے خلاف بغاوت کا علم بلند کریں اور اسلام اور اسلام کی خاطر مصروفِ عمل لوگوں کے ساتھ آ ملیں۔

ثانیاً: مطلوبہ ہدایات

اس مقدمے کے بعد ہم سیاست شرعیہ کی روشنی میں مصالح کے حصول اور مفاسد کے سد باب کے لیے درج ذیل ہدایات آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

1-اپنی کوششوں کو مسلم معاشرے میں فہم و شعور کو فروغ دینے پر مرکوز کیا جائے تاکہ عوام الناس جمود توڑ کر حرکت میں آئیں، نیز گروہِ مجاہدین میں بھی فہم و شعور کو فروغ دینے پر توجہ مرکوز کی جائے تاکہ پختہ فکر و عقیدے کی حامل ایک ایسی متحد و منظم جہادی قوت تشکیل پاسکے جو اسلامی عقیدے پر ایمان رکھتی ہو، شرعی احکامات پر کاربند ہو اور مومنین کے لیے نرمی اور کافروں کے لیے سختی کا پیکر ہو۔ نیز اس بات کی بھی بھرپور کوشش کی جائے کہ جہادی تحریک کی صفوں میں سے علمی اور دعوتی صلاحیتوں کے حامل ایسے افراد نکلیں جو منہج کی حفاظت کے ضامن ہوں اور عام مسلمانوں میں بھی دعوت عام کرنے کا فرض نبھائیں۔

2-عسکری کام میں عالمی کفر کے امام (امریکہ) کو کمزور کرنے پر توجہ مرکوز رکھی جائے یہاں تک کہ وہ عسکری، اقتصادی اور افرادی سطح پر نقصانات سہتے سہتے اتنا نچڑ جائے کہ اللہ کے حکم سے جلد ہی سمٹتا سکڑتا واپسی کی راہ لینے پر مجبور ہو جائے۔

تمام مجاہد بھائیوں کے لیے اس بات کو سمجھنا از حد ضروری ہے کہ دنیا کے کسی بھی کونے میں مغربی صلیبی صہیونی اتحاد پر چوٹ لگانا ان کی اوّلین ذمہ داری ہے، اس لیے انہیں اس مقصد کی خاطر حتی المقدور کوشش صرف کرنی چاہیے۔

اسی کے ساتھ یہ ہدف بھی ترجیح میں رہنا چاہیے کہ تمام ممکنہ وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے مسلمان اسیروں کی رہائی کے لیے بھرپور کوشش کی جائے جس میں ان کی جیلوں پر دھاوا بولنے اور مسلمان ممالک کے خلاف یورش میں شریک ممالک کے لوگوں کو اغواء کرکے ان کے بدلے قیدیوں کو چھڑوانے جیسے وسائل شامل ہیں۔

نیز یہ واضح رہے کہ عالمی کفر کے امام پر توجہ مرکوز کرنے کی حکمتِ عملی اس بات کے منافی نہیں کہ مسلم عوام خود پر ظلم کرنے والوں کے خلاف زبان، ہاتھ اور ہتھیار سے جہاد کریں! چنانچہ ہمارے شیشانی بھائیوں کا حق ہے کہ وہ غاصب روسیوں اور ان کے چیلوں کے خلاف جہاد کریں۔ ہمارے کشمیری بھائیوں کا حق ہے کہ وہ مجرم ہندوؤں کے خلاف جہاد کریں۔ مشرقی ترکستان میں بسنے والے ہمارے بھائیوں کا حق ہے کہ وہ سرکش چینیوں کے خلاف جہاد کریں اور اسی طرح فلپائن، برما اور تمام عالم میں جہاں کہیں بھی مسلمانوں پر ظلم توڑا جا رہا ہو، وہاں بسنے والے مسلمانوں کا حق ہے کہ وہ ان ظلم کرنے والوں کے خلاف جہاد کا علم بلند کریں۔

3-مسلم خطوں پر مسلط حکومتوں کے خلاف مسلح جنگ سے گریز کیا جائے، سوائے اس صورت میں جب معاملہ اضطرار کے درجے تک پہنچ جائے، مثلاً جب مقامی فوج امریکی فوج ہی کا براہِ راست حصہ بن جائے جیسا کہ افغانستان کی صورت حال ہے، یا جب مقامی فوج امریکیوں کی نیابت میں مجاہدین کے خلاف جنگ کرے جیسا کہ صومالیہ اور جزیرۂ عرب میں ہے، یا جب وہ اپنے یہاں مجاہدین کا وجود تک برداشت کرنے سے انکاری ہو جیسا کہ مغربِ اسلامی، شام اور عراق کا معاملہ ہے۔

تاہم جب بھی ان کے خلاف جنگ سے بچنا ممکن ہو بچا جائے، اور اگر جنگ ناگزیر ہو جائے تو پھر امت کے سامنے اس حقیقت کو اچھی طرح واضح کیا جائے کہ ان کے خلاف جنگ دراصل صلیبی حملے کے خلاف امت کے دفاع ہی کا ایک حصہ ہے۔

نیز جب کبھی بھی مقامی حکمرانوں کے خلاف جنگ کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کا کوئی موقع میسر ہو تو اس سے فائدہ اٹھایا جائے اور اسے ہر ممکن حد تک دعوت، بیان، تحریض، افرادی قوت کی بھرتی، اموال کے جمع کرنے اور معاونین و انصار بنانے میں صرف کیا جائے، کیونکہ ہمارا معرکہ بہت طویل ہے اور جہاد کو پرامن پناہ گاہوں کی اور افراد، اموال اور صلاحیتوں کی مستقل فراہمی کی ضرورت ہے۔

یہ حکمتِ عملی اس بات کے منفی نہیں کہ ہم صلیبی حملہ آوروں کی آلہ کار ان حکومتوں کو یہ باور کراتے رہیں کہ ہم ان کے لیے کوئی تر نوالہ نہیں! اور ان کے ہر عمل کا ردِ عمل بھی ضرور ہو گا چاہے کچھ عرصہ بعد ہی کیوں نہ ہو۔ اس اصول کی تطبیق ہر محاذ پر اس کی مخصوص صورتِ حال کی مناسبت سے کی جائے۔

4-گمراہ فرقوں مثلاً رافضیوں، اسماعیلیوں، قادیانیوں اور صوفیوں کی منحرف قسموں کے خلاف قتال سے گریز کیا جائے، الا یہ کہ وہ خود اہلِ سنت سے قتال کریں؛ اور اگر وہ قتال پر اتر آئیں تو جوابی کارروائی صرف انہی لوگوں تک محدود رکھی جائے جو قتال کریں اور ساتھ ساتھ یہ وضاحت کی جائے کہ ہماری ان کارروائیوں کا مقصد محض اپنا دفاع ہے۔ اسی طرح ان میں سے جو لوگ ہمارے خلاف قتال نہ کریں انہیں اور ان کے اہل و عیال کو ان کے گھروں، عبادت گاہوں، ان کے تہواروں اور دینی اجتماعات میں نشانہ بنانے سے اجتناب کیا جائے۔ تاہم ان فرقوں کے باطل تصورات اور عقائد و عمل میں ان کی گمراہیوں اور انحرافات کا پردہ چاک کرنے کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔

جہاں تک مجاہدین کے تسلط و نفوذ والے علاقوں کا تعلق ہے تو ان میں ان فرقوں کو دعوت دینے، ان میں شعور و آگہی پیدا کرنے کی سعی کرنے اور ان کے شبہات کا ازالہ کرنے کے بعد ان سے حکمت کے ساتھ تعامل کیا جائے۔ نیز انہیں نیکی کا حکم اور برائی سے بچنے کی تلقین بھی کی جائے، بشرطیکہ ایسا کرنے سے اس سے بڑا مفسدہ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو، مثلاً مجاہدین کا ان علاقوں سے نکال دیا جانا یا ان کے خلاف عوامی ردِ عمل کی تحریک پیدا ہو جانا یا ایسا فتنہ جنم لے لینا جس سے دشمن کو ان علاقوں پر قبضہ کرنے کا بہانہ مل جائے۔

5-اسلامی ممالک میں موجود نصاریٰ، سکھ اور ہندوؤں سے تعرض نہ کیا جائے؛ اور اگر ان کی جانب سے کوئی زیادتی ہو تو زیادتی کے بقدر جواب دینے پر اکتفا کیا جائے، اور ساتھ یہ وضاحت بھی دی جائے کہ ہم ان کے ساتھ قتال شروع کرنے کے خواہش مند نہیں! ہم

عالمی کفر کے سردار کے خلاف مشغولِ جنگ ہیں اور اسلامی حکومت کے 'ان شاء اللہ جلد' قیام کے بعد ہم ان کے ساتھ سلامتی اور نرمی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔

6-عمومی طور پر ایسے تمام لوگوں کے خلاف قتال کرنے اور انہیں زک پہنچانے سے اجتناب کیا جائے جو ہمارے خلاف ہتھیار نہ اٹھائیں اور نہ اس میں معاونت کریں، اور تمام تر توجہ بالاصل صلیبی اتحاد پر اور اسی کے ذیل میں اس کے مقامی آلہ کاروں پر مرکوز رکھی جائے۔

7-غیر محارب عورتوں اور بچوں کو مارنے یا ان سے جنگ کرنے سے گریز کیا جائے، بلکہ اگر وہ ہمارے خلاف قتال کرنے والوں کے اہل وعیال ہوں تب بھی ان کے خلاف ہاتھ اٹھانے سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے۔

8-مسلمانوں کو دھماکوں، قتل واغوا کی کارروائیوں یا اموال واملاک کو نقصان پہنچانے کے ذریعے ایذا پہنچانے سے کلی اجتناب کیا جائے۔

9-دشمنوں کو مساجد، اجتماعات اور بازاروں جیسی جگہوں پر ہدف بنانے سے گریز کیا جائے جہاں یہ دشمن مسلمانوں کے ساتھ یا ایسے لوگوں کے ساتھ خلط ملط ہوں جو ہمارے خلاف قتال میں شریک نہ ہوں۔

10-علمائے کرام کے احترام اور دفاع کو یقینی بنایا جائے کیونکہ علما' نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین اور امت کے قائدین ہیں......اور خصوصاً ایسے حق گو علمائے کرام جو حق کی خاطر قربانیاں بھی دے رہے ہوں ان کا احترام اور دفاع تو اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ نیز علمائے سوء کا مقابلہ محض ان کی جانب سے پھیلائے گئے شبہات کا ازالہ کرنے اور مضبوط دلائل کے ساتھ ان کے آلہ کار ہونے کو واضح کرنے کے ذریعے کیا جائے اور ان کا قتل یا ان کے خلاف قتال نہ کیا جائے، سوائے اس صورت میں جب وہ مسلم عوام یا مجاہدین کے خلاف کسی قتالی عمل کے مرتکب ہوں۔

11-دیگر اسلامی جماعتوں کے حوالے سے موقف:

الف: جن امور میں ہمارے مابین اتفاق ہو ان میں ہم ایک دوسرے سے تعاون کریں اور جن میں اختلاف ہو ان میں ایک دوسرے کو نصیحت کریں۔

ب: ہمارا اولین معرکہ اسلام کے دشمنوں اور اسلام سے مخاصمت رکھنے والے عناصر کے خلاف ہے، لہٰذا ایسا نہ ہو کہ ہمارا دینی جماعتوں کے ساتھ اختلاف، عسکری، دعوتی، فکری اور سیاسی سطح پر دشمنانِ اسلام سے رخ پھیرنے کا سبب بن جائے۔

ج: دینی جماعتوں کی طرف سے صادر ہونے والے ہر صحیح قول وفعل پر ہم ان کی تائید کریں اور ان کا شکریہ ادا کریں اور ان سے صادر ہونے والی ہر خطا پر انہیں نصیحت کریں، پوشیدہ خطا پر پوشیدہ طریقے سے نصیحت اور اعلانیہ خطا پر اعلانیہ طریقے سے نصیحت۔ نیز اس بات کا اہتمام ہو کہ اخلاق سے گرا ہوا انداز اختیار کرنے اور شخصی حملے کرنے سے اجتناب کیا جائے اور باوقار علمی انداز میں دلائل بیان کیے جائیں کیونکہ قوت دلیل میں ہوتی ہے کردار کشی یا ہجو میں نہیں!

د: اگر کبھی اسلام کے ساتھ خود کو منسوب کرنے والی کوئی جماعت کافر دشمن کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف قتال میں شریک ہو تو اس کا جواب اس کم سے کم مقدار میں دیا جائے جو اس کو زیادتی سے باز لانے کے لیے کافی ہو، تاکہ مسلمانوں کے مابین فتنہ کا دروازہ بند رہے اور ایسے لوگوں کو نقصان پہنچانے سے بھی بچا جا سکے جو دشمن کے ساتھ شریک نہیں ہیں۔

12-ظالموں کے خلاف مظلوموں کی عوامی بغاوتوں[1] سے متعلق موقف:

تائید، شرکت، رہنمائی:

الف۔ تائید: کیونکہ ظالم کے خلاف مظلوم کی تائید، شرعی واجب ہے، قطع نظر اس سے کہ ان میں سے کوئی فریق مسلمان ہے یا غیر مسلم۔

ب۔ شرکت: کیونکہ یہ ہم پر عائد فرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حصہ ہے۔

ج۔ رہنمائی: یعنی یہ بات پہنچانا اور سمجھانا کہ انسان کی کوششوں کی اصل غرض وغایت توحید باری تعالیٰ کا قیام ہونا چاہیے، جس کی عملی صورت یہ ہے کہ اللہ کے احکامات کی پاسداری کی جائے، اس کی شریعت کی حاکمیت قائم کی جائے اور اسلامی نظام اور اسلامی حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے۔

13-ایسے تمام عناصر کی تائید وپشت پناہی کی جائے جو مسلمانوں کے غصب شدہ حقوق کی بازیابی کے لیے ظالم کے خلاف اپنی زبان، رائے یا عمل سے آواز اٹھائیں اور ان کو ہاتھ سے تکلیف پہنچانے یا زبان سے ایذا دینے سے گریز کیا جائے، جب تک کہ وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ تائید کی روش اختیار کیے رکھیں اور مسلمانوں کی عداوت سے پرہیز کریں۔

14-تمام مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت اور ان کی حرمت کا پاس کیا جائے چاہے وہ کہیں بھی ہوں۔

15-تمام مظلوموں اور کمزوروں' چاہے وہ مسلمانوں میں سے ہوں یا غیر مسلموں میں سے' پر ظلم وزیادتی کرنے والوں سے بدلہ لیا جائے اور ایسے تمام عناصر کی تائید وحوصلہ افزائی کی جائے جو ان مظلوموں کی پشت پناہی کریں چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں۔

16-مجاہدین پر لازم ہے کہ کوئی بھی باطل تہمت جو ان کی طرف جھوٹ اور افترا پردازی کی بنیاد پر منسوب کی جائے، وہ اسے رد کرنے اور حقیقت کو واضح کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ اور کوئی بھی غلطی جس کے بارے میں مجاہدین پر یہ واضح ہو جائے کہ وہ اس کے مرتکب ہوئے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں، غلطی کرنے

[1] عرب دنیا کے انقلابات کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ (مترجم)

والے کے فعل سے برأت کا اظہار کریں اور اس غلطی سے جس شخص کو نقصان پہنچا ہو، شرعی تقاضوں کے مطابق اپنی استطاعت کے بقدر اس نقصان کی تلافی کرنے کی کوشش کریں۔

17-جماعت قاعدۃ الجہاد کے تابع تمام مجموعات وتنظیمات کے امرا اور ہم سے تائید و محبت کا رشتہ رکھنے والے تمام لوگوں سے یہ استدعا ہے کہ وہ ان ہدایات کو اپنے ماتحت قائدین وافراد میں پھیلانے کی سعی کریں کیونکہ یہ کوئی راز کی باتیں نہیں بلکہ عمومی ہدایات اور رہنما سیاسی اصول ہیں۔ ان ہدایات سے ہمارا مقصد بس یہ ہے کہ جہادی عمل کے اس مرحلے میں شرعی اصولوں کے موافق اجتہاد کے ذریعے شرعی مصلحتوں کا حصول اور مفاسد کا سد باب کیا جائے۔

واللہ من وراء القصد وھو یھدی السبیل، وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم، وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

اللہ کی رضا کی خاطر ان سطور کو لکھنے والا

آپ کا بھائی

ایمن الظواہری

☆☆☆☆☆

بقیہ: سنت وبدعت کی انوکھی تعریف

جو موتی سڑکوں پر پھر رہے ہیں وہ زیادہ قیمتی ہیں یا اللہ کا حکم! واللہ کہتا ہوں کہ کسی اللہ والے کی غلامی کرو تب پتہ چلے گا کہ دین کیا چیز ہے ورنہ تفسیریں پڑھانے والے عورتوں کو پڑھا رہے ہیں۔ آپ بتائیے کہ اگر یہی ظالم کسی اللہ والے کی جوتیاں اٹھاتے تو کبھی عورتوں کو نہ پڑھاتے، انکار کردیتے کہ ہم پیٹ پر پتھر باندھ لیں گے لیکن ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم جوان لڑکیوں کو دیکھتے ہوئے غضِ بصر کی تفسیر پڑھائیں۔

مگر کوئی اس وقت تک پیٹ پر پتھر نہیں باندھ سکتا جب تک کہ اس کے دل میں نسبت کا موتی نہ ہو یعنی صاحب نسبت نہ ہو۔ جب اللہ کی نسبت عطا ہوگی تب چھوٹی دولت سے انحراف کرے گا۔

نسبت مع اللہ کی دولت بڑی دولت ہے۔ جب بڑی دولت ہوتی ہے تو چھوٹی دولت سے انحراف کرسکتا ہے، بڑی نعمت کو دیکھ کر چھوٹی نعمت کو چھوڑ سکتا ہے، اللہ کو دیکھ کر آخرت کی نعمت کے سامنے دنیا چھوڑ سکتا ہے۔

بتائیے ایاز کے واقعہ سے سبق لینا چاہیے یا نہیں؟

اس نے کتنا پیارا سوال کیا جب ان لوگوں نے کہا کہ شاہ کا موتی نایاب تھا اور خزانہ میں اس کا بدل نہیں تھا تم نے اسے کیوں توڑا؟ تو ایاز نے جو جواب دیا وہ ہم سب کے لیے سبق ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں تصوف کی روح ہے۔

لٰہذا اس سبق کو یاد کرلو۔

گفت ایاز اے مہتران نامور امر شہ بہتر بہ قیمت یا گہر

اے معزز وزیرو! شاہی حکم زیادہ قیمتی ہے یا یہ حسین اور قیمتی موتی؟

یہ حسین زیادہ قیمتی ہیں یا اللہ کا حکم؟

جب کسی حسین یا حسینہ پر نظر ڈالو تو چپل اپنے ساتھ رکھو اور کھوپڑی پر چپل مارو کہ کس بے دردی سے دیکھتے ہو، یہ اللہ کے ساتھ غداری ہے کہ نہیں؟

اگر گناہ نہیں چھوڑتے تو حق تعالیٰ کی نعمتیں کیوں کھاتے ہو؟ سب نعمتوں کو چھوڑ دو، اگر گناہ نہیں چھوڑ رہے ہیں تو ہمارا یہ کھانا شریفانہ کھانا نہیں، بے حیائی کا کھانا ہے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: نکل جائے دم تیرے قدموں کے اوپر

پھر جیسے ہی عَلم گرتا، اس لشکر کی شکست تصور کرلی جاتی تھی۔ لیکن قربان جائیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی وفاداریوں پر کہ کبھی اسلام کا جھنڈا گرنے نہ دیا، خود تو کٹ کٹ کے گرتے رہے لیکن اسلام کے جھنڈے کو سربلند کرگئے۔

آج اس امت کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ اسلام کے اس جھنڈے کو سربلند کرے، آگے بڑھ کر اس کو تھام لے، کیا جوان اور بوڑھا، اور کیا مرد وزن، سب کا فرض ہے کہ اس 'محمدی جھنڈے' کو سرنگوں ہونے سے بچائے۔ اے میری امت کے جوانو! اے میرے بھائیو! خدارا اپنے فرض کو پہچانو، اپنے سچے امتی ہونے کا ثبوت دو۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو، اپنے دین کے دشمنوں کو، اپنے قرآن کے دشمنوں کو پہچانو! کیا اب بھی ان کی شناخت میں کوئی ابہام رہ گیا ہے، کوئی کسر رہ گئی ہے؟ کیا اب بھی ان خبیثوں کے جرائم قابلِ گرفت نہیں؟

کیا اب بھی جھرجھری لے کر جاگنے کا وقت نہیں آیا؟ آخر کب تک ہم ان ظالموں کو ڈھیل دیتے رہیں گے کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتے رہیں، ان کی عزت و ناموس کو اپنی شیطانی حرکتوں کا نشانہ بناتے رہیں۔ آج یہ امت تفرقوں میں بٹی ہوئی ہے، منتشر ہوچکی ہے۔ لیکن ایک بات جو مشترک رہ گئی ہے وہ عشقِ رسول ہے۔ ہاں! یہی جذبہ واحد سرمایہ رہ گیا ہے اس امت کے پاس، اور اسی جذبے یعنی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دفاعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبے پر یہ امت ایک بار پھر متحد ہوسکتی ہے۔ بلکہ ضرور بالضرور ہونا چاہیے۔ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوجائیں، اور ہر مؤمن کا دل اسی ایمانی غیرت سے سرشار ہو کہ:

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی حرمت پر

خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جماعت قاعدۃ الجہاد---مرکزی قیادت

کنڑ صوبے میں قائد فاروق القحطانی رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت پر بیان

الحمد للہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی المبعوث رحمۃ للعالمین، سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین، اما بعد:

ہم اُمت مسلمہ اور اپنے بھائیوں سے اُن مجاہد ابطال کی شہادت پر تعزیت کرتے ہیں جس نے ہمیں محبت تھی اور جنہوں نے افغانستان کی سرزمین پر صلیبیوں سے قتال کیا۔اس شہدا کے مجموعے میں ہمارے شیخ اور قائد فاروق القحطانی القطری رحمہ اللہ تھے۔آپ نورستان اور کنڑ میں موجود عسکری دستوں کی قیادت کر رہے تھے۔انہوں نے اپنے بھائیوں کے لیے صبر وثبات اور امریکی اتحاد سے لڑنے کی ایک نئی مثال رقم کردی۔آپ نے امارت اسلامیہ کے ساتھ مل کر ان دو صوبوں میں صلیبیوں کے خلاف کئی سال تک قتال کیا یہاں تک کہ صلیبی کئی شدید معرکوں کے بعد ان علاقوں سے بھاگ گئے جن میں اللہ نے مجاہدین کو فتح سے نوازا۔

امریکیوں نے آپ کو کئی مرتبہ ہدف بنانا چاہا لیکن اللہ رب العزت نے آپ کی حفاظت فرمائی۔ لیکن اس مرتبہ امریکیوں نے آپ کو، آپ کی اہلیہ، بیٹوں اور آپ کے انصار (رحمہم اللہ) سمیت شہید کر کے اس بھیانک جرم کو بھی اپنے تاریخی جرائم میں شامل کر لیا جس کا دائرہ انہوں نے دیگر اسلامی ممالک تک پھیلایا ہوا ہے۔امریکہ نے اب بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ کا علم اپنے ہاتھوں میں تھام رکھا ہے اور دو دہائیوں سے افغانستان میں اس نے قتل عام کا بازار گرم کر رکھا ہے۔جب کہ عراق میں امریکہ، روافض کے ساتھ اتحاد کر کے البدری کے خلاف لڑنے کا بہانہ بنا کر اہل سنت کی نسل کشی میں لگا ہوا ہے۔

جہاں تک شام کا معاملہ ہے تو شام میں امریکہ، جہادی مجموعات کے قائدین پر حملے کر رہا ہے جب کہ شامی نظامِ حکومت نے دہشت گردی سے لڑنے کے نام پر روس اور اس کے اتحادیوں کو شامی عوام پر حملے کے لیے کھلی چھوٹ دے رکھی ہے۔اور برما میں ہم ان کو مسلسل بت پرستوں کو کھربوں ڈالر کی امداد دیتے ہوئے دیکھتے ہیں تاکہ وہ وہاں کے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا سکیں۔غزہ، لیبیا، صومالیہ، یمن اور مالی میں اہل اسلام کے خلاف ان کے ہوائی حملے بھی جاری ہیں۔

یقیناً ہم مجاہدین کے اس معزز مجموعہ کی شہادت پر امت سے تعزیت کرتے ہیں اور انہیں اس جماعت میں سے گمان کرتے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ڮ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (الاحزاب: ۲۳)

"ایمان لانے والوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا ہے۔ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وقت آنے کا منتظر ہے۔ انہوں نے اپنے رویے میں کوئی تبدیل نہیں کی"۔

اور اس کے ساتھ ساتھ ہم اہل اسلام اور امارت اسلامی افغانستان کو ان کے ایک شہسوار کے جانب سے حالیہ استشہادی کارروائی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں جس میں اس نے بگرام بیس کے درمیان ورزش کے ہال کے بیچ میں سر انجام دیا۔سچ فرمایا اللہ رب العزت نے:

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (النساء: ۱۰۴)

"اس گروہ کے تعاقب میں کمزوری نہ دکھاؤ۔اگر تم تکلیف اُٹھا رہے ہو تو تمہاری طرف وہ بھی تکلیف اُٹھا رہے ہیں۔اور تم اللہ سے اُس چیز کے اُمیدوار ہو جس کے وہ اُمیدوار نہیں ہیں۔اللہ سب کچھ جانتا ہے اور وہ حکیم و دانا ہے"۔

جماعت قاعدۃ الجہاد—مرکزی قیادت

صفر ۱۴۳۸ھ | نومبر ۲۰۱۶ء

☆☆☆☆☆

کرسمس کیک اور مسلمان

محمد فاروق صدیقی

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم کے اردو ترجمے ''اسلام اور غیر اسلامی تہذیب'' سے اقتباس، پسند فرمودہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

کفار و مشرکین کے مذہبی تہواروں میں سے جیسے ہی کسی تہوار کی آمد ہوتی ہے مثلاً ہندوؤں کی ہولی اور دیوالی، سکھوں کے گرونانک کا جنم دن اور خاص کر عیسائیوں کی کرسمس تو فوراً ہمارے ارباب اختیار اور دانش ور حضرات رواداری، محبت، بھائی چارہ اور فروغ امن کے نام پر ان تہواروں کو نہ صرف خوش آمدید کہتے ہیں بلکہ ان تہواروں کی مذہبی رسومات یا تقریبات میں بنفس نفیس شرکت کرتے ہیں۔ چنانچہ معاملے اگر ہمارے ان ارباب اختیار اور دانش ور حضرات کا ہوتا جن کا دین اور غیرت سے دور تک کا کوئی واسطہ نہیں تو خیر تھی لیکن یہاں صورت حال یہ ہے کہ وہ دینی و سیاسی جماعتیں جو توہین رسالت اور دیگر دینی و ملی معاملات پر زبانی طور پر مر مٹنے کے دعوے کرتے نہیں تھکتی، ان کے قائدین نہ صرف ان تہواروں میں شرکت کرتے ہیں بلکہ اس بات سے قطع نظر کہ ان تہواروں کی تعظیم اور ان میں شرکت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا ان تہواروں کی جانتے بوجھتے اور شعوری طور پر تعظیم اور ان میں شرکت کفر تو نہیں ہے؟ اب تو ان تہواروں کی تقریبات اپنے دینی مراکز میں کرانے سے بھی نہیں چُوکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (سنن ابی داود، ج: ۱۱، ص: ۴۸، رقم ۳۵۱۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے تو وہ انہی میں سے ہے''۔

سلف و خلف کے فقہا اور علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کسی قوم کے مذہبی تہواروں کی تعظیم اور تقریبات کا انعقاد شعوری طور پر کیا جائے تو یہ کفر ہے اور اس فعل سے انسان اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

حَدَّثَنِي ثَابِتُ بْنُ الضَّحَّاكِ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالُوا لَا قَالَ هَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ قَالُوا لَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْفِ بِنَذْرِكَ فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ (سنن ابی داؤد، ج: ۹، ص: ۱۴۰، رقم ۲۸۸۱)

حضرت ثابت بن ضحاک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ وہ مقام بوانہ میں ایک اونٹ ذبح کرے گا۔ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے بوانہ میں ایک اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ کیا بوانہ میں زمانہ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا جس کی وہاں پوجا کی جاتی تھی؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں پھر آپ نے پوچھا کیا وہاں کفار کا کوئی میلہ لگتا تھا؟ عرض کیا نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ''تو اپنی نذر پوری کر کیونکہ گناہ میں نذر کا پورا کرنا جائز نہیں ہے اور اس چیز میں نذر لازم نہیں آتی جس میں انسان کا کوئی اختیار نہ ہو''۔

اس حدیث کی روشنی میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''جب جاہلی میلوں اور عبادت گاہوں پر کسی عقیدت مندانہ حاضری کو منع کر دیا گیا تو خود جاہلی عیدوں میں شرکت بدرجہ اولیٰ ممنوع ہو گئی''۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (الفرقان: ۷۲) ''رحمان کے بندے جھوٹ پر گواہ نہیں ہوتے''۔ کی تفسیر میں ''الزور'' سے بعض تابعین نے کفار کی مذہبی تقریبات کو مراد لیا ہے''۔

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''الزور سے مراد عیسائیوں کی عید شعانین مراد ہے''۔

امام مجاہد رحمہ اللہ اور ربیع بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هو اعياد المشركين

''یہ مشرکوں کی عید کو کہتے ہیں''۔

قاضی ابو یعلیٰ اور امام ضحاک رحمہما اللہ سے بھی یہی رائے منقول ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''جب اللہ تعالیٰ نے کفار کی عیدوں میں تماش بینی اور حاضری منع کر دی تو عملاً انہیں منانا کہاں جائز ہو سکتا ہے''۔

امام عطا بن یسار رحمہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

(بقیہ صفحہ ۲۴ پر)

کرسمس کیک کاٹنے کا جرم...اسلام کی نظر میں

رب نواز فاروقی رحمہ اللہ

اسلام اپنے ماننے والوں کو غیرت و حمیت کا ایسا خُو گر بناتا ہے کہ وہ اپنے دین کے سوا کسی سے مرعوب نہ ہوں۔ کیونکہ اس کائنات میں صرف اور صرف اسلام ہی 'الدین' اور 'الحق' ہے اور اس کے ماسوا سب کچھ باطل اور جھوٹ ہے۔

اسلام جہاں خیر و شر اور کامیابی و ناکامی کے اپنے معیار اور پیمانے مقرر کرتا ہے وہیں محبت اور دوستی، نفرت اور دشمنی کے لیے اپنے معیار کا تعین کرتا ہے اور اس کا اصرار ہے کہ محبت اور دوستی کے تمام تر رشتے صرف مسلمانوں کے ساتھ استوار کیے جانے چاہئیں۔ ان کی زبان کوئی بھی ہو اور وہ دنیا کے کسی بھی خطے سے تعلق رکھتے ہوں وہ آپس میں بھائی ہیں اور ان کا یہ رشتہ خونی رشتوں سے بھی مقدم ہے۔

اسی طرح دشمنی اور نفرت کے لیے بھی اسلام اپنا معیار قائم کرتا ہے کہ ہر شخص جو آپ کے دین میں داخل نہیں وہ آپ کا دوست نہیں ہو سکتا چاہے وہ والدین یا اولاد کی صورت قریب ترین رشتے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہاں تک کہ مسلمان والد کی اولاد میں سے کوئی اگر کافر ہو تو وہ اس کا وارث بھی نہیں۔

کفار میں سے کسی سے عداوت اور نفرت کا کتنا تعلق رکھا جائے اس بات کا انحصار اس کی کیفیت پر ہے کہ آیا وہ محارب کافر ہے یا غیر محارب کافر یا مسلمانوں کا ذمی کافر، ہر ایک کے بارے میں تفصیلی احکامات فقہ کی کتابوں میں درج ہیں۔

کفار سے دشمنی اور مومنین سے محبت کے اسلامی عقیدے کو اصطلاح میں 'الولاء البرا' کہتے ہیں۔ علما کا کہنا ہے کہ 'کتاب و سنت' میں عقیدہ توحید کے بعد سب سے زیادہ بیان اسی عقیدہ کا ہے اور بعض علما اسے عقیدہ توحید کا ہی جز و شمار کرتے ہیں۔

اب ہم نفسِ مسئلہ کی طرف آتے ہیں کہ 'عیدِ میلادِ مسیح علیہ السلام' جسے عیسائی 'کرسمس' کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اسے باقاعدہ اپنی عید قرار دے کر مناتے ہیں۔ گویا کہ یہ عیسائیوں کا اہم ترین مذہبی تہوار ہے۔ پہلے پہل بلادِ کفر میں رہنے والے مسلمان اس عادتِ بد کا شکار ہوئے کہ وہ عیسائیوں کے اس تہوار کے موقع پر ان کے 'گرجا گھروں' میں جا کر یا انہیں اپنے ہاں بلا کر کرسمس کیک کاٹتے اور ان کے ساتھ تحائف کا تبادلہ کرتے ہیں اور اُس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کفار سے ان کے تعلقات بہتر رہیں کیونکہ ان کے ملکوں میں رہتے ہوئے ان کی حیثیت کافروں کے ذمیوں کی سی ہوتی ہے اس لیے اپنے آقاؤں کو خوش کرنا وہ اپنے فرائض منصبی میں سے سمجھتے ہیں۔

دوسرا اہم مقصد تجارتی تعلقات کو بہتر طریق پر استوار کرنا ہوتا ہے، اسی طرح ان کا تعارف ایک اعتدال پسند اور ماڈریٹ مسلمان کے طور پر ہو جاتا ہے جن سے کافروں کو یہ تسلی رہتی ہے کہ یہ ان 'دہشت گرد' مسلمانوں میں سے نہیں ہیں جو ہمیں ختم کرنا چاہتے ہیں، اور ہمارے نظام کو ختم کر کے خلافت اسلامی قائم کرنے کے خواہاں ہیں۔

کرسمس منانے سے مذہبی جمہوری جماعتوں اور دیگر سے اسی جماعتوں کے راہنماؤں کے پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ اب انتخابات چونکہ مخلوط طرز پر ہیں اس لیے ان عیسائیوں کے ووٹ بھی اہم ہیں شاید کہ ہمیں ہی حاصل ہو جائیں دوسرا یہ کہ بیرونی کافروں کے سامنے اپنے لیے کریمانہ تاثر (سافٹ امیج) پیدا کرنے کی کوشش بھی ہوتی ہے کہ ہم بتوں کو گرانے والے یا اسلامی احکامات پر بزور عمل کروانے والے 'طالبان' نہیں ہیں اور اس لیے اقتدار کے لیے موزوں ترین لوگ ہیں۔ ایک اہم مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ مقامی سیکولر اور لبرل طبقے کو اپنی داڑھی اور مذہب کی صفائی دی جائے۔

کفار کی عیدوں اور مذہبی تہواروں میں مسلمانوں کی شرکت کے بارے میں اسلام کے مفصل احکامات ہیں، ان میں سے چند احادیث، آثار صحابہؓ اور اقوالِ فقہا درج کیے جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من تشبہ بقوم فھو منھم

"جو کسی قوم کی مشابہت کرے گا وہ اُنہی میں سے ہو گا"۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہے:

من کثر سواد قوم حشر معھم

"جو کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کرے گا اس کا حشر (قیامت کو) اُنہی میں سے ہو گا"۔

عطاء بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ علیہ نے فرمایا کہ

"ان کے تہواروں کے دن ان کی عبادت گاہوں میں نہ جاؤ کیونکہ ان پر اللہ کا غضب ہوتا ہے"۔ (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"جو شخص عجمیوں کافروں کے نوروز و مرجان (تہواروں) میں شریک ہو اور اس کا اہتمام کرے اور ان کی مشابہت اختیار کرے اور موت آنے تک اسی کردار پر قائم رہے تو قیامت کے دن انہی لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا"۔ (السنن الکبری بیہقی: ج۹، ص ۲۳۴)۔

علمائے احناف کے نزدیک ان (کفار) کے شعائر پر مبارک دینا کفر ہے۔ (البحر الرائق)

اس کی وجہ یہ ہے کہ شعائر 'مذہب کی علامت ہوتے ہیں گویا کہ اُن کے کفر پر مبارک دی جا رہی ہے۔ امام ابو حفص حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

"اگر کوئی کسی مشرک کو کسی دن کی تعظیم میں تحفہ دیتا ہے تو یہ کفر ہے"۔

(فتح الباری: ج۲، ص ۵۱۳)

(بقیہ صفحہ ۲۴ پر)

شعائر کفر میں شرکت اور شمولیت

قاری عبدالحفیظ عثمانی

ہر شخص کو معلوم ہے نصاریٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ ہر سال ۲۵ دسمبر کو یہ اپنے اعتقاد کے مطابق (نعوذ باللہ) خدا کے ہاں بیٹا پیدا ہونے پر خوشیاں مناتے ہیں۔ کرسمس، خدا پر ایسا ہی ایک کھلا بہتان ہے یعنی خدا کے ہاں بیٹا پیدا ہونے کا تہوار؛ ایک ایسی بات جس پر آسمان کانپ اٹھتا ہے اور زمین لرز جاتی ہے۔ قرآن شریف میں اِس پر وعید آتی ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا (مریم: ۸۸۔۹۲)

"اور وہ بولے: رحمن بیٹا رکھتا ہے۔ یقیناً تم نے ایک نہایت گھناؤنی بات بول ڈالی۔ قریب ہے کہ آسمان اِس سے پھٹ پڑیں زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ اس لیے کہ انہوں نے رحمن کے لیے بیٹا تجویز کر ڈالا۔ رحمن کے تو لائق ہی نہیں کہ اولاد رکھے"۔

پھر بھی اسلام وہ دین ہے جس میں کوئی زبردستی نہیں۔ دنیا کی زندگی زندگی اُنہیں اپنے اِس کفر پر رہنے کی آزادی ہے اور سزا کا ایک دن مقرر ہے۔ ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم اُنہیں خدا پر ایسا بہتان گھڑنے سے خبردار کریں۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مشن اب ہمیں انجام دینا ہے کہ عیسائی اقوام کو اُن کے اِس شرک پر خدا کی پکڑ سے ڈرائیں۔ البتہ ایسی کوئی رواداری ہمارے دین میں نہیں کہ جس وقت وہ اپنے اس بہتان پر خوشیاں منا رہے ہوں کہ آج کے دن (نعوذ باللہ) خدا کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تھا تو ہم اُن کو مبارک سلامت کہہ کر آئیں اور اُن کی خوشیوں میں شریک ہوں۔ آدمی کی غیرتِ دینی سلامت ہو تو یہ بات خود بخود سمجھ آتی ہے۔ فقہا نے اس چیز کے حرام ہونے پر شریعت سے باقاعدہ دلائل ذکر کیے ہیں:

۱۔ قرآن مجید میں رحمن کے بندوں کی صفت بیان ہوئی:

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا (الفرقان: ۷۲)

"اور وہ لوگ جو باطل پر حاضر نہیں ہوتے اور کسی بیہودہ چیز پر ان کا گزر ہو تو متانت کے ساتھ گزرتے ہیں"۔

آیت میں جس باطل کا ذکر ہوا: ابن کثیر ودیگر کتبِ تفسیر نے تابعی مفسرین کی ایک بڑی تعداد کا قول ذکر کیا ہے کہ:

"یہ اہل جاہلیت کے تہوار ہیں۔ اِس تفسیر کی رو سے "عباد الرحمن" کا شیوہ یہ ٹھہرا کہ وہ ایسی جگہوں کے پاس نہ پھٹکیں جہاں اہل جاہلیت اپنے شرکیہ تہوار منانے میں مگن ہوں"۔

۲۔ ابوداؤد، مسند احمد اور ابن ماجہ میں حدیث آتی ہے:

عن ثابت بن ضحاك رضی الله عنه: نَذَرَ رَجُلٌ عَلَىٰ عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه وسلم أَنْ يَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم: هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُوا: لا قَالَ: فَهَلْ كَانَ فِيهَا عِيْدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟ قَالُوا: لا فَقَالَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم: أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةٍ أَوْ فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ

"دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک آدمی نے نذر مانی کہ وہ بوانہ کے مقام پر اونٹ قربان کرے گا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہاں پر جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تو نہیں پوجا جاتا تھا؟ صحابہؓ نے عرض کی: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو کیا وہاں ان کے تہواروں میں سے کوئی تہوار تو منعقد نہیں ہوتا تھا؟ صحابہؓ نے عرض کی: نہیں۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی نذر پوری کر لو کیونکہ ایسی نذر کا پورا کرنا درست نہیں جو معصیت ہو یا جو آدمی کے بس سے باہر ہو"۔

اِس حدیث کے ضمن میں علمائے کرام کہتے ہیں: وہ صحابیؓ تو قطعاً کسی بت پر چڑھاوا دینے یا کوئی جاہلی تہوار منانے نہیں جا رہا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس بات کی تسلی فرمانا چاہی کہ ماضی میں بھی وہاں نہ تو کوئی بت پوجا جاتا تھا اور نہ کوئی جاہلی تہوار منایا جاتا تھا۔ اس سے واضح ہوا کہ مسلمان کا ان اشیا سے دور رہنا شریعت کو کس شدت کے ساتھ مطلوب ہے۔

۳۔ فقہا نے اس مسئلہ پر اجماع نقل کیا ہے۔ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شام کے عیسائیوں کو باقاعدہ پابند فرمایا تھا کہ دار الاسلام میں وہ اپنے تہواروں کو کھلے عام نہیں منائیں گے؛ اور اِسی پر سب صحابہؓ اور فقہاء کا عمل رہا ہے۔ چنانچہ جس ناگوار چیز کو مسلمانوں کے سامنے آنے سے ہی ممانعت ہو، مسلمان کا پہنچ کر وہاں جانا کیونکر روا ہونے لگا؟ اس کے علاوہ کئی روایات سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم نامہ منقول ہے:

لَا تَعَلَّمُوا رَطَانَةَ الْأَعَاجِمِ، وَلَا تَدْخُلُوا عَلَى الْمُشْرِكِينَ فِي كَنَائِسِهِمْ يَوْمَ عِيْدِهِمْ فَإِنَّ السُّخْطَةَ تَنْزِلُ عَلَيْهِمْ

"عجمیوں کے اسلوب اور لہجے مت سیکھو۔ اور مشرکین کے ہاں اُن کے گرجوں میں ان کی عید کے روز مت جاؤ، کیونکہ ان پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے"۔ (اقتضاء الصراط المستقیم از شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ)

علاوہ ازیں کافروں کے تہوار میں شرکت اور مبارکباد کی ممانعت پر حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ سب متفق ہیں۔ (فقہ حنفی: البحر الرائق لابن نجیم ج ۸، ص ۵۵۵، فقہ مالکی: المدخل لابن حاج المالکی ج ۲ ص ۴۶۔۴۸، فقہ شافعی: مغنی المحتاج للشربینی ج ۴ ص ۱۹۱، الفتاویٰ الکبریٰ لابن حجر الہیتمی ج ۴ ص ۲۳۸۔۲۳۹، فقہ حنبلی: کشاف القناع للبہوتی ج ۳ ص

۱۳۱)۔فقہائے مالکیہ تو اس حد تک گئے ہیں کہ جو آدمی کفر کے تہوار پر ایک تربوز کاٹ دے وہ ایسا ہی ہے گویا اُس نے خنزیر ذبح کردیا۔(اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۵۴)

کافر کو اُس کے شرکیہ تہوار پر مبارک باد دینا کیسا ہے؟اس پر امام ابن القیم الجوزی لکھتے ہیں:

''یہ ایسا ہی ہے کہ مسلمان اُسے صلیب کو سجدہ کرآنے پر مبارک باد پیش کرے!یہ چیز اس سے کہیں زیادہ سنگین ہے کہ آدمی کسی شخص کو شراب پینے پر یا ناحق قتل پر یا حرام شرم گاہ کے ساتھ بدکاری کرنے پر مبارک باد پیش کرے۔(احکام اھل الذمہ: ج۳ص ۲۱۱)

چند اشکالات اور ان کا جواب:

۱۔ایک اشکال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ کرسمس اب کوئی مذہبی تہوار نہیں رہ گیا بلکہ ایک سماجی تہوار بن چکا ہے۔مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جاہلی تہوار ختم کروائے خود اُن کے متعلق ثابت نہیں کہ وہ اہل مدینہ کے کوئی خاص مذہبی تہوار تھے؛ پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب جاہلی تہوار ختم کروادیے۔دراصل یہ ایک چور دروازہ ہے جو اس وقت کُھلوایا جارہا ہے۔جس سے ''کرسمس'' ہی نہیں ''دیوالی'' کی راہ بھی کھل جائے گی۔یعنی ہندو 'امن کی آشا' کو بھی یہی حجت کام دے جائے گی!

۲۔ایک اشکال یہ کہ شریعت نے ہمیں غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کا جو حکم دیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہم کرسمس پر اُن کو مبارک باد پیش کیا کریں اور ان کے ساتھ مل کر کرسمس کیک کاٹیں!ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کے ساتھ پیش آنے کا یقیناً شریعت میں حکم ہے،مگر سوال یہ ہے کہ ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک رسول اللہ اور صحابۂ کرام سے بہتر کون کرسکتا ہے؟جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کرسمس ایسے کسی تہوار میں شرکت کرنا یا مبارک باد دے کر آنا نہ تو ثابت ہے اور نہ ہی(نعوذ باللہ)اس کا تصور کیا جاسکتا ہے۔اِس کے برعکس، صحابہؓ سے یہ ثابت ہے کہ دورِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں جب نئی اقوام داخل اسلام ہوئیں تو مسلمانوں کو کفار کے تہواروں میں شرکت سے ممانعت فرمائی گئی،جیسا کہ اوپر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم نامہ ذکر ہوا۔پس ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک کا جو حکم ہے لامحالہ وہ عام دنیوی معاملات میں ہے نہ کہ ان کے کفریہ شعائر میں شرکت اور شمولیت۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: کرسمس کیک اور مسلمان

ایاکم ورطانة الاعاجم وان تدخلوا علی المشرکین یوم عیدھم فی کنائسھم

''نہ مشرکین کی زبان بولو اور نہ ان کی عید کے دن ان کی عبادت گاہوں میں جاؤ''۔

فقہائے مالکی سے یہ قول بھی منقول ہے:

''جو مشرکین کے کسی تہوار میں خربوزے کو خاص طرح سے کاٹتا ہے(جیسے آج کل کرسمس کا کیک)تو گویا وہ خنزیر ذبح کرتا ہے''۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول یہ ارشاد بھی نقل کرتے ہیں کہ:

اجتنبوا اعداء اللہ فی عیدھم

''اللہ کے دشمنوں سے ان کی عید میں بچو''۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من بنی بارض المشرکین وصنع نیروزھم ومھرجانھم وتشبہ بھم حتی یموت،حشر معھم یوم القیامة

''جو مشرکین کے درمیان رہتا ہے اور ان کی عید نوروز اور تہوار مناتا ہے اور ان کی صورت اختیار کرتا ہے اور اسی حال میں مرجاتا ہے تو قیامت کے دن ان ہی کے ساتھ اٹھایا جائے گا''۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: کرسمس کیک کاٹنے کا جرم...اسلام کی نظر میں

امام ادریس ترکمانی حنفی رحمہ اللہ ایسے اعمال کے ذکر کے طور پر،جن کا ارتکاب مسلمان' عیسائیوں کی عید کے موقع پر کرتے ہیں'فرماتے ہیں:

''علمائے احناف میں سے کچھ یہ کہتے ہیں کہ جس نے یہ سب کچھ کیا اور بغیر توبہ کے مرگیا تو انہی کی طرح کافر ہے''(اللمع فی الحوادث: ج۱،ص ۳۹۴)۔

امام ابن قیم فرماتے ہیں:

''شعائرِ کفر سے متعلقہ کاموں پر مبارک باد دینا بالاتفاقِ علما حرام ہے،اس کی مثال ایسی ہے جیسے انہیں صلیب کو سجدہ کرنے پر مبارک دی جائے،یہ تو کسی کو شراب پینے اور زنا کرنے پر مبارک باد دینے سے بھی بُرا ہے''۔

(احکام اھل الذمہ: ج۱،ص ۲۰۴)

بعض مالکی فقہا کا کہنا ہے:

''جس نے نوروز کے احترام میں تربوز کاٹا تو اس نے گویا خنزیر ذبح کیا''۔

(اللمع فی الحوادث)

غور کرنے کی بات ہے کہ دنیا کے عارضی مفاد کے لیے اپنی آخرت برباد کیے جانا کہاں کی عقل مندی ہے؟؟؟

☆☆☆☆☆

خروجِ دجال اور ظہورِ امام مہدی

مفتی محمد ادریس ہاشمی دامت برکاتہم العالیہ

حضرت مہدی کے ظہور سے قبل کی پہلی نشانی:

کالے جھنڈوں کا آپس میں اختلاف:

قربِ قیامت حضرت مہدی کا ظہور ہونا ہے اور ظہور مہدی سے پہلے قبیلہ قریش کے ایک شخص نے خروج کرنا ہے جس کا نام سفیانی ہوگا، اور سفیانی کا ظہور اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ خراسان سے نکلنے والے کالے جھنڈوں میں شدید اختلاف نہ ہو جائے اور ان میں آپس میں جنگ وجدال نہ ہونے لگے، اور جب ان کالے جھنڈوں میں اختلاف ہو جائے گا تو شام میں تین جھنڈے ظاہر ہوں گے جن میں سے ایک جھنڈا سفیانی ملعون کا ہوگا، اور سفیانی کا ظہور حضرت مہدی کی آمد کا دراصل اعلان ہوگا۔ اب اس بات کو احادیث مبارکہ سے سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

ظہور مہدی سے قبل کی ایک نشانی جو کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ لوگوں میں کثیر اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ:

أُبَشِّرُكُمْ بِالْمَهْدِيِّ يُبْعَثُ فِي أُمَّتِي عَلَى اخْتِلَافٍ مِنْ النَّاسِ (مسند احمد)

''تم لوگوں کی بشارت ہے مہدی کی، ان کا ظہور اس وقت ہوگا جب کہ لوگوں میں اختلاف ہوگا''۔

لیکن یہ اختلاف کن لوگوں کے درمیان ہوگا اس حوالے سے تفاصیل دیگر احادیث میں ملتی ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ کسی بادشاہ کے اختلاف پر لوگوں میں اختلاف ہوگا تو لوگ ایک شخص جو کہ مہدی ہوں گے ان کو خلیفہ بنانے کا قصد کریں گے:

يَكُونُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيفَةٍ فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ هَارِبًا إِلَى مَكَّةَ (سنن ابی داود)

''ایک خلیفہ کی موت کے وقت لوگوں میں (اگلا خلیفہ منتخب کرنے میں) اختلاف ہو جائے گا اس دوران ایک آدمی مدینہ سے نکل کر مکہ کی طرف بھاگے گا لوگ اسے خلافت کے لیے نکالیں گے''۔

اسی طرح یہ اختلاف خراسان سے نکلنے والے کالے جھنڈوں کے درمیان بھی ہوگا:

حدثنا الوليد وأخبرني أبو عبد الله عن مسلم بن الأخيل عن عبد الكريم أبي أمية عن محمد بن الحنفية قال لا تزال الرايات السود التي تخرج من خراسان في أسنتها النصر حتى يختلفوا فيما بينهم فإذا اختلفوا فيما بينهم رفعت ثلاث رايات بالشام (الفتن نعیم بن حماد، ص۱۷۵، رقم: ۵۹۲)

''محمد بن الحنفیہؒ سے روایت ہے کہ خراسان سے جو کالے جھنڈوں والا لشکر نکلے گا وہ ہمیشہ غالب رہے گا یہاں تک کہ وہ آپس میں اختلاف کریں گے۔ جب وہ آپس میں اختلاف کریں گے تو شام میں تین جھنڈے بلند کیے جائیں گے''۔

کیا کالے جھنڈوں میں آپس میں بڑا کشت وخون ہونے والا ہے؟

حدثنا الوليد بن مسلم عن أبي عبدة المشجعي حدثنا أبو أمية الكلبي قال حدثنا شيخ أدرك الجاهلية قد سقط حاجباه على عينيه قال لا تزال أصحاب الرايات السود شديدة رقابهم بعدما يظهروا حتى يختلفوا فيما بينهم (الفتن نعیم بن حماد، ص۱۷۴، رقم: ۵۸۸)

''ابو امیہ الکلبی فرماتے ہیں کہ ہمیں ایک بوڑھے آدمی نے بتایا (جس نے جاہلیت کا زمانہ پایا تھا) اور بڑھاپے کی وجہ سے اس کی آنکھوں کی پلکیں اس کی آنکھوں کی نیچے پڑی ہوئی تھیں، اس نے کہا کہ جب کالے جھنڈوں والا لشکر نکلے گا تو وہ ہر وقت کامیاب رہے گا یہاں تک کہ پھر ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے گا''۔

قال الوليد فأخبرني أبو عبدة المشجعي عن أبي أمية الكلبي قال بينما أصحاب الرايات السود يقتتلون فيما بينهم إذ خرج سابع سبعة (الفتن نعیم بن حماد، ص۲۳۶، رقم: ۸۷۵)

''ابو امیہ الکلبی فرماتے ہیں کہ اس وقت جب کالے جھنڈوں والے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جنگ میں مصروف ہوں گے تو ایک دم ساتواں نکلے گا''۔

حضرت مہدی کے ظہور سے قبل کی دوسری نشانی:

کالے جھنڈوں میں اختلاف کے بعد شام میں نکلنے والے تین جھنڈے کون کون سے ہوں گے؟

الفتن نعیم بن حماد کی صحیح روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ آخر زمانے میں دمشق میں ایک بستی زمین میں دھنس جائے گی، ایک مسجد کا مغربی حصہ گر جائے گا، روم اور ترک ایک ہو جائیں گے تو شام میں تین جھنڈے نکلیں گے جن میں ایک سفیانی ملعون کا ہوگا! وہ صحیح روایات یہ ہیں:

حدثنا الحكم عن جراح عن أرطاة قال إذا خسف بقرية من قرى دمشق وسقطت طائفة من غربي مسجدها فعند ذلك تجتمع الترك والروم يقاتلون جميعا وترفع ثلاث رايات بالشام ثم يقاتلهم السفياني حتى يبلغ بهم قرقيسيا (الفتن نعیم بن حماد، ص۱۸۹، رقم: ۶۱۱)

''جب دمشق کے قریب ایک بستی دھنس جائے گی اور مسجد کا مغربی حصہ گر جائے گا۔ پس روم والے اور ترک جمع ہو جائیں گے اور مل کر لڑیں گے تو شام میں تین جھنڈے بلند ہوں گے''۔

عن أرطاة قال إذا اجتمع الترك والروم وخسف بقرية بدمشق وسقط طائفة من غربي مسجدها رفع بالشام ثلاث رايات الأبقع والأصهب والسفياني(الفتن نعیم بن حماد، ص۲۲۷، رقم:۸۳۹)

"جب روم اور ترک جمع ہو جائیں گے اور دمشق کے قریب ایک بستی دھنس جائے گی اور مسجد کا مغربی حصہ گر جائے گا تو شام میں تین جھنڈے بلند ہوں گے، ایک ابقع کا، دوسرا اصہب کا اور تیسرا سفیانی کا"۔

یہ جھنڈے آخر نکلیں گے کب؟ یہ جھنڈے اس وقت نکلیں گے جب کالے جھنڈوں میں اختلاف ہو جائے گا، اس کا ذکر درج ذیل احادیث میں ملتا ہے جو کہ ضعیف ہیں:

حدثنا الوليد ورشدين عن ابن لهيعة عن أبي قبيل عن أبي رومان عن علي قال إذا اختلف أصحاب الرايات السود بينهم كان خسف قرية بإرم يقال لها حرستا وخروج الرايات الثلاث بالشام عنها(الفتن نعیم بن حماد، ص۲۳۶، رقم:۸۷۵)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کالے جھنڈوں والے آپس میں اختلاف کریں گے تو اس وقت "وادی ارم" کی ایک بستی جس کو "حرستا" کہا جاتا ہو گا زمین میں دھنس جائے گی اور شام سے تین جھنڈے نکلیں گے"۔

حرستا شام کی ایک بستی کا نام ہے جو کہ آج بھی دمشق کے قریب واقع ہے۔

حدثنا الوليد عن أبي عبدة المشجعي عن أبي أمية الكلبي قال حدثنا شيخ قد أدرك الجاهلية قد سقط حاجباه على عينيه قال لا تزال أصحاب الرايات السود شديدة رقابهم حتى يختلفوا فيما بينهم يخالف بعضهم بعضا فيفترقون ثلاث فرق فرقة يدعون لبني فاطمة وفرقة يدعو لبني العباس وفرقة تدعو لأنفسهم قلت ومن أنفسهم؟ قال لا أدري وهكذا سمعت(الفتن نعیم بن حماد، ص۱۷۴، رقم:۵۸۸)

"ابوامیہ الکلبی فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھے نے ہمیں بتایا کہ جس نے جاہلیت کا زمانہ پایا تھا کہ کالے جھنڈوں والے غالب رہیں گے یہاں تک کہ ان میں اختلاف ہو جائے گا۔ تو وہ ایک دوسرے کی مخالفت کریں گے تو وہ تین جماعتوں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک جماعت لوگوں کو بنو فاطمہ کی طرف لوگوں کو دعوت دے گی، دوسری جماعت بنو عباس کی طرف اور تیسری جماعت اپنے لیے بادشاہی کا دعویٰ کرے گی۔ میں نے پوچھا کہ وہ کون ہے تو انہوں نے کہا مجھے پتہ نہیں ہے، میں نے اسی طرح سنا تھا"۔

حدثنا عبد القدوس عن ابن عياش عمن حدثه عن كعب قال إذا رجع السفياني دعا إلى نفسه بجماعة اهل المغرب فيجتمعون له مالم يجتمعوا لأحد قط، لما سبق في علم الله تعالى(الفتن نعیم بن حماد، ص۲۳۴، رقم: ۸۶۹)

"کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب سفیانی واپس آئے گا تو وہ اپنی بادشاہی کی طرف لوگوں کو دعوت دے گا"۔

حدثنا الوليد قال وأخبرني أبو عبد الله عن مسلم بن الأخيل عن عبد الكريم أبي أمية عن محمد بن الحنفية قال إذا اختلفوا بينهم رفع بالشام ثلاث رايات راية الأبقع وراية الأصهب وراية السفياني (الفتن نعیم بن حماد، ص۲۲۷، رقم:۸۴۱)

"محمد بن حنیفہ فرماتے ہیں کہ جب وہ آپس میں اختلاف کرنے لگیں تو شام میں تین جھنڈے اٹھائے جائیں گے، ایک ابقع سیاہ وسفید داغ والا، دوسرا اصہب سرخ وسفید اور تیسرا سفیانی کا جھنڈا"۔

حدثنا الوليد ورشدين عن ابن لهيعة عن أبي قبيل عن أبي رومان عن علي قال إذا إختلفت أصحاب الرايات السود خسف بقرية من قرى إرم ويسقط جانب مسجدها الغربي ثم تخرج بالشام ثلاث رايات الأصهب والأبقع والسفياني فيخرج السفياني من الشام والأبقع من مصر فيظهر السفياني عليهم(الفتن نعیم بن حماد، ص۲۲۹، رقم:۸۴۷)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کالے جھنڈوں والے جب آپس میں اختلاف کریں گے تو ارم شہر کی ایک بستی زمین میں دھنس جائے گی اور اسی بستی کے مسجد کا مغربی حصہ بھی گر جائے گا، پھر شام میں تین جھنڈے نکلیں گے، ایک ابقع دوسرا اصہب اور تیسرا سفیانی۔ سفیانی شام سے اور ابقع مصر سے نکلے گا اور سفیانی ان پر غالب آئے گا"۔

حضرت مہدی کے ظہور سے قبل کی تیسری نشانی:

کالے جھنڈوں میں اختلاف کے بعد پیلے جھنڈے یا اہل مغرب کہاں اتریں گے؟

حدثنا عبد الله بن مروان عن سعيد بن يزيد التنوخي عن الزهري قال إذا اختلفت الرايات السود فيما بينهم أتاهم الرايات الصفر فيجتمعون في قنطرة أهل مصر فيقتتل أهل المشرق وأهل المغرب سبعا(الفتن نعیم بن حماد، ص۲۱۴، رقم:۷۷۸)

"امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کالے جھنڈوں والے آپس میں اختلاف کریں گے تو پیلے جھنڈوں والے ان کے پاس آئیں گے تو دونوں مصر

والوں کے ساتھ جمع ہوں گے تو پھر مشرق مغرب والے سات (دن، مہینے یا سال) جنگ کریں گے''۔

حدثنا عبد الله بن مروان عن أبيه عن عمرو بن شعيب عن أبيه قال دخلت على عبد الله بن عمر حين نزل الحجاج بالكعبة فسمعته يقول إذا أقبلت الرايات السود من المشرق والرايات الصفر من المغرب حتى يلتقوا في سرة الشام يعني دمشق فهنالك البلاء هنالك البلاء (الفتن نعیم بن حماد، ص۲۱۶، رقم: ۷۸۹)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کالے جھنڈوں والے مشرق سے آگئے اور پیلے جھنڈے والے مغرب سے اور دمشق میں ایک دوسرے کے ساتھ آمنے سامنے آگئے تو اس وقت مصیبت ہی مصیبت ہے''۔

حدثنا عبد الله بن مروان عن أرطاة عن تبيع عن كعب قال إذا رأيت الرايات الصفر نزلت الأسكندرية ثم نزلوا سرة الشام فعند ذلك يخسف بقرية من قرى دمشق يقال لها حرستا (الفتن نعیم بن حماد، ص۲۱۶، رقم: ۷۸۷)

''حضرت کعب فرماتے ہیں کہ جب آپ نے دیکھ لیا کہ پیلے جھنڈے والوں نے اسکندریہ اور پھر دمشق میں پڑاؤ ڈالیا تو اس وقت دمشق کی ایک بستی زمین میں دھنس جائے گی جس کا نام 'حرستا' ہوگا''۔

حضرت مہدی کے ظہور سے قبل کی چوتھی نشانی:

خروج سفیانی:

بہت سے لوگ آج کل جس طرح مہدی کے ظہور پر اعتراضات کرتے ہیں بلکہ بعض لوگ ایسی کسی شخصیت کے قائل ہی نہیں، بالکل اسی طرح بہت سے لوگ اس شخصیت کے بھی منکر ہیں جو کہ قبیلہ قریش سے تعلق رکھتا ہوگا اور حضرت مہدی کے مقابلے میں شام سے لشکر بھیجے گا اور جس کا لقب روایات میں ''سفیانی'' مذکور ہے۔ بہت سے لوگ اس شخصیت کو رافضیوں کی گڑھی ہوئی شخصیت قرار دیتے ہیں جو کہ ان کے کم علمی کی علامت ہے۔ صحیح احادیث سے حضرت مہدی کا بیت اللہ میں پناہ لینا اور ان کے خلاف قبیلہ قریش کے ایک شخص جس کا ننھیال بنو کلب ہوگا، حضرت مہدی کے خلاف شام سے لشکر بھیجنا اور اس کا زمین میں دھنس جانا ثابت ہے۔

مہدی کے خلاف لشکر کا بھیجا جانا:

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الرَّازِيُّ وَهُوَ خَتَنُ سَلَمَةَ الْأَبْرَشِ قَالَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُوسَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ حَفْصَةَ ابْنَةِ عُمَرَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَأْتِي جَيْشٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ يُرِيدُونَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْبَيْدَاءِ خُسِفَ بِهِمْ فَرَجَعَ مَنْ كَانَ أَمَامَهُمْ لِيَنْظُرَ مَا فَعَلَ الْقَوْمُ فَيُصِيبَهُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ فَكَيْفَ بِمَنْ كَانَ مِنْهُمْ مُسْتَكْرَهًا قَالَ يُصِيبُهُمْ كُلَّهُمْ ذَلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللهُ كُلَّ امْرِئٍ عَلَى نِيَّتِهِ (مسند احمد)

''حضرت حفصہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس بیت اللہ پر حملے کے ارادے سے مشرق سے ایک لشکر ضرور روانہ ہوگا جب وہ لوگ بیداء نامی جگہ پر پہنچیں گے تو ان کے لشکر کا درمیانی حصہ زمین میں دھنس جائے گا اور ان کے اگلے اور پچھلے حصے کے لوگ ایک دوسرے کو پکارتے رہ جائیں گے اور ان میں سے صرف ایک آدمی بچے گا جو ان کے متعلق لوگوں کو خبر دے گا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ اس آدمی کا کیا بنے گا جو اس لشکر میں زبردستی شامل کر لیا گیا ہوگا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ آفت تو سب پر آئے گی البتہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کی نیت پر اٹھائے گا''۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أُمَيَّةَ بْنِ صَفْوَانَ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ جَدِّهِ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيَؤُمَّنَّ هَذَا الْبَيْتَ جَيْشٌ يَغْزُونَهُ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْبَيْدَاءِ خُسِفَ بِأَوْسَطِهِمْ فَيُنَادِي أَوَّلُهُمْ وَآخِرُهُمْ فَلَا يَنْجُو إِلَّا الشَّرِيدُ الَّذِي يُخْبِرُ عَنْهُمْ (مسند احمد)

''حضرت حفصہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس بیت اللہ پر حملے کے ارادے سے ایک لشکر ضرور روانہ ہوگا جب وہ لوگ بیداء نامی جگہ پر پہنچیں گے تو ان کے لشکر کا درمیانی حصہ زمین میں دھنس جائے گا اور ان کے اگلے اور پچھلے حصے کے لوگ ایک دوسرے کو پکارتے رہ جائیں گے اور ان میں سے صرف ایک آدمی بچے گا جو ان کے متعلق لوگوں کو خبر دے گا ایک آدمی نے کہا کہ یقیناً اسی طرح ہوگا''۔

وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ الْفَضْلِ الْحُدَّانِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ عَبَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنَامِهِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ صَنَعْتَ شَيْئًا فِي مَنَامِكَ لَمْ تَكُنْ تَفْعَلُهُ فَقَالَ الْعَجَبُ إِنَّ نَاسًا مِنْ أُمَّتِي يَؤُمُّونَ بِالْبَيْتِ بِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ لَجَأَ بِالْبَيْتِ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْبَيْدَاءِ

خُسِفَ بِهِمْ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ الطَّرِيقَ قَدْ يَجْمَعُ النَّاسَ قَالَ نَعَمْ فِيهِمْ الْمُسْتَبْصِرُ وَالْمَجْبُورُ وَابْنُ السَّبِيلِ يَهْلِكُونَ مَهْلَكًا وَاحِدًا وَيَصْدُرُونَ مَصَادِرَ شَتَّى يَبْعَثُهُمُ اللهُ عَلَى نِيَّاتِهِمْ (صحیح مسلم)

''سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیند میں اپنے ہاتھ پاؤں کو ہلایا تو ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ نے اپنی نیند میں وہ عمل کیا جو پہلے نہ فرمایا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا تعجب ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ بیت اللہ کا ارادہ کریں گے قریش کے ایک آدمی کو پکڑنے کے لیے جس نے بیت اللہ میں پناہ لی ہو گا یہاں تک کہ جب وہ ایک ہموار میدان میں پہنچیں گے تو انہیں دھنسا دیا جائے گا ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول راستے میں تو سب لوگ جمع ہوتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ان میں بااختیار مجبور اور مسافر بھی ہوں گے جو ایک ہی دفعہ ہلاک ہو جائیں گے اور مختلف طریقوں سے نکلیں گے اور انہیں ان کی نیتوں پر اٹھایا جائے گا''۔

أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ صَفْوَانَ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيَعُوذُ بِهَذَا الْبَيْتِ يَعْنِي الْكَعْبَةَ قَوْمٌ لَيْسَتْ لَهُمْ مَنَعَةٌ وَلَا عَدَدٌ وَلَا عُدَّةٌ يُبْعَثُ إِلَيْهِمْ جَيْشٌ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ خُسِفَ بِهِمْ قَالَ يُوسُفُ وَأَهْلُ الشَّأْمِ يَوْمَئِذٍ يَسِيرُونَ إِلَى مَكَّةَ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ صَفْوَانَ أَمَا وَاللهِ مَا هُوَ بِهَذَا الْجَيْشِ (صحیح مسلم)

''عبداللہ بن صفوان، سیدہ ام المومنین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ایک قوم اس گھر یعنی خانہ کعبہ کی پناہ لے گی جن کے پاس کوئی رکاوٹ نہ ہو گی نہ آدمیوں کی تعداد ہو گی اور نہ ہی سامان ہو گا ان کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا جب وہ زمین کے ایک ہموار میدان میں ہوں گے تو انہیں دھنسا دیا جائے گا۔ یوسف نے کہا شام والے ان دنوں مکہ والوں سے لڑنے کے لیے روانہ ہو چکے تھے عبداللہ بن صفوان نے کہا اللہ کی قسم وہ لشکر یہ نہیں (بلکہ یہ آخری زمانے میں ہو گا)''۔

حضرت مہدی کے خلاف لشکر بھیجنے والا شخص قبیلہ قریش سے تعلق رکھتا ہو گا جب کہ اس کا ننھیال بنو کلب سے ہو گا!

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ صَاحِبٍ لَهُ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُونُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيفَةٍ فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ هَارِبًا إِلَى مَكَّةَ فَيَأْتِيهِ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ فَيُخْرِجُونَهُ وَهُوَ كَارِهٌ فَيُبَايِعُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَيُبْعَثُ إِلَيْهِ بَعْثٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ فَيُخْسَفُ بِهِمْ بِالْبَيْدَاءِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ فَإِذَا رَأَى النَّاسُ ذَلِكَ أَتَاهُ أَبْدَالُ الشَّامِ وَعَصَائِبُ أَهْلِ الْعِرَاقِ فَيُبَايِعُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ ثُمَّ يَنْشَأُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ أَخْوَالُهُ كَلْبٌ فَيَبْعَثُ إِلَيْهِمْ بَعْثًا فَيَظْهَرُونَ عَلَيْهِمْ وَذَلِكَ بَعْثُ كَلْبٍ وَالْخَيْبَةُ لِمَنْ لَمْ يَشْهَدْ غَنِيمَةَ كَلْبٍ فَيَقْسِمُ الْمَالَ وَيَعْمَلُ فِي النَّاسِ بِسُنَّةِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُلْقِي الْإِسْلَامُ بِجِرَانِهِ فِي الْأَرْضِ فَيَلْبَثُ سَبْعَ سِنِينَ ثُمَّ يُتَوَفَّى وَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ (سنن ابی داود)

''حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک خلیفہ کی موت کے وقت لوگوں میں (اگلا خلیفہ منتخب کرنے میں) اختلاف ہو جائے گا اس دوران ایک آدمی مدینہ سے نکل کر مکہ کی طرف بھاگے گا لوگ اسے خلافت کے لیے نکالیں گے لیکن وہ اسے ناپسند کرتے ہوں گے پھر لوگ ان کے ہاتھ پر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت کریں گے پھر وہ ایک لشکر شام سے بھیجیں گے تو وہ لشکر، بیداء، کے مقام پر زمین میں دھنس جائے گا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے، جب لوگ مہدی کے بارے میں سنیں گے تو اہل شام کے ابدال اور اہل عراق کی جماعتیں ان کے پاس آئیں گی ان سے بیعت کریں گی۔ پھر ایک آدمی اٹھے گا قریش میں سے جس کی ننھیال بنی کلب میں ہو گی وہ ان کی طرف ایک لشکر بھیجے گا تو وہ اس لشکر پر غلبہ حاصل کر لیں گے اور وہ بنو کلب کا لشکر ہو گا اور ناکامی ہو اس شخص کے لیے جو بنو کلب کے اموال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر حاضر نہ ہو، مہدی مال غنیمت تقسیم کریں گے اور لوگوں میں انکے نبی کی سنت کو جاری کریں گے اور اسلام پر اپنی گردن زمین پر ڈال دے گا (سارے کرہ ارض پر اسلام پھیل جائے گا) پھر اس کے بعد سات سال تک وہ زندہ رہیں گے پھر ان کا انتقال ہو جائے گا اور مسلمان انکی نماز جنازہ پڑھیں گے امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ بعض ہشام کے حوالہ سے یہ کہا کہ وہ نو سال تک زندہ رہیں گے جبکہ بعض نے کہا کہ سات سال تک رہیں گے''۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

بدعات:

☆ معاشرے میں رائج بدعات یک ساں حیثیت کی حامل نہیں ہوتیں بلکہ بعض بدعات مکفرہ (کفریہ) ہوتی ہیں، مثلاً: جمہوریت اور غیر اللہ کو شریعت ساز سمجھنا اِسی قبیل کی بدعات ہیں۔ بخلافِ ازیں بعض بدعات کفر سے کم تر درجے کی ہوتی ہیں جو کفر کے درجے کو نہیں پہنچتیں۔

☆ یہ قاعدہ کہ ''جو شخص کسی کافر تکفیر نہیں کرتا وہ کافر ہے''۔ تو اِس سے متعلق ہمارا نقطہَ نظر یہ ہے کہ اِسے ہمارے آئمہ نے کفر کی بعض اقسام پر سختی اور اُن سے نفرت دلانے کے لیے استعمال کیا ہے نہ کہ اُس تسلسلِ بدعی کے لیے جو غالی تکفیریوں کی ایجاد ہے۔ یہ قاعدہ علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ اُس شخص سے متعلق ہے جو کسی کافر کی عدمِ تکفیر سے کسی ایسی نص کی تکذیب و تردید کرے جو ثبوت اور دلالت ہر دو اعتبار سے قطعیت کے مقام پر فایز ہو۔

☆ جو شخص کسی ایسے فرد کی تکفیر نہیں کرتا جس کا کفر ہمارے نزدیک ثابت ہے لیکن اُس پر کفر کا حکم لاگو کرنے کے لیے تکفیر کے شرائط و موانع اور شرعی دلائل میں غور و فکر کی ضرورت ہے، مثلاً غیر شرعی قوانین کے مطابق فیصلے کرنے والے حکام اور ان کے عساکر، تو اگر کوئی شخص بعض شبہات کی وجہ سے اُن پر کفر کا حکم عاید کرنے میں توقف کرتا ہے تو اُس پر مذکورہ قاعدہ منطبق نہیں ہوتا کیوں کہ اس نے کسی شرعی نص کی تکذیب و تردید نہیں کی۔ یہ شخص دراصل شرعی دلائل[2] میں جمع و توفیق نہیں کر پاتا یا ایک دلیل کو دوسری پر مقدم ٹھہراتا ہے؛ یا کوئی اور سبب بھی ہو سکتا ہے۔ عام طور پر جو لوگ علومِ آلیہ یا اصولِ اجتہاد میں خام ہوتے ہیں، اُن کی یہی کیفیت ہوتی ہے؛ تو ایسا شخص ہمارے نزدیک قطعاً کافر نہیں ہے بشرطیکہ ہمارے ساتھ اُس کا اختلاف الفاظ و اَسماہی تک محدود رہے؛ البتہ اگر اِس کی بنا پر وہ دین کفار قبول کر لے یا اُن کی مدد و نصرت کرنے لگے یا اُن سے تولی یعنی محبت و الفت کے جذبات رکھے اور اہلِ توحید کے خلاف کافروں کا ساتھ دے، تو یہ دوسری بات ہے۔

☆ ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ متشابہ امور کی اتباع اور محکم دلایل کو ترک کرنا اربابِ بدعت کا شیوہ ہے؛ اہلِ سنت و جماعت اور پختہ کار اہلِ علم کا طرزِ عمل یہ ہے کہ وہ متشابہات کی تاویل محکمات کی روشنی میں کرتے ہیں۔

تکفیر بالمآل:

☆ ہم انجام و مآل یا 'لازمِ قول' کی بنا پر تکفیر کے قایل نہیں ہیں کہ 'لازمِ مذہب' ہمارے نزدیک مذہب نہیں ہوتا؛ چنانچہ ہم اپنے مخالف مرجیہَ عصر اور دیگر شوریدہ سر معاندین کی تکفیر نہیں کرتے جن کی بدعت حد کفر کو نہیں پہنچی بشرطیکہ اُن کا خلطِ مبحث اور ہمارے ساتھ اختلاف محض لفظی نوعیت کا ہو؛ جیسا کہ مجرد یہ اختلاف کہ ایمان و کفر کی تعریف اور مُسمّٰی کیا ہے؟

☆ ہم اِن کی تکفیر نہیں کرتے؛ اگرچہ وہ ہم پر اِفترا پردازی کریں؛ ہم سے بے بنیاد باتیں منسوب کریں یا ہماری جانب ایسے امور کی نسبت کریں جن سے ہم بری ہیں۔ ہم ان کے باب میں خدا کی نافرمانی نہیں کرتے خواہ وہ ہم سے متعلق خدا کے احکامات کی خلاف ورزی ہی کیوں نہ کریں۔ ہم اِن کے اِرجا کی وجہ سے اِنہیں کافر نہیں کہتے بشرطیکہ اس کی کیفیت اِرجائے فقہا جیسی ہو اور ان کا ہم سے اختلاف لفظی ہو۔ ہم اِنہیں کافر قرار نہیں دیتے تا آنکہ اِن کا اِرجا اِنہیں توحید اور فرایض کے ترک تک پہنچا دے؛ یا یہ کفر و شرک کے مرتکب ہو جائیں اور اسے جائز و مباح قرار دے ڈالیں؛ یا طواغیت سے تولی کے جذبات رکھیں اور اُن کی نصرت کریں؛ یا اُن کی شریعت سازی میں اُن کے ساتھ شریک ہو جائیں؛ یا موحدین کے بر خلاف اُن کے حامی و مددگار بن جائیں۔

☆ ہم تصورِ اِرجا کی حامل جماعتوں سے نفرت کرتے ہیں جنہوں نے دین کے وقار کو صدمہ پہنچایا ہے؛ یہ جماعتیں خدا کی نازل کردہ شریعت کے بر خلاف فیصلے کرنے کو جائز ٹھہراتی ہیں اور خود بھی اِسی کی مرتکب ہیں؛ اِنھوں نے جمہوریت کے ذریعے خدا کے ساتھ دوسروں کو بھی شریعت سازی کا حق دے رکھا ہے؛ مزید بر آں یہ جماعتیں مرتدوں کی مدد و نصرت کرتی ہیں۔ ہم اِن کے طریق کار سے اعلانِ برأت کرتے اور اِنہیں بدعتی اور گمراہ جماعتیں سمجھتے ہیں جو خود بھی ضلالت میں مبتلا ہیں اور دیگر لوگوں کو بھی راہِ راست سے ہٹا رہی ہیں۔ ہماری رائے میں اِن کے لیڈر دوزخ کی جانب بلانے والے ہیں؛ اِس کے باوجود ہم اِن جماعتوں میں سے محض اُنہی کی تکفیر کرتے ہیں جو کفر میں ملوث ہیں؛ یا اِس کی حامی و

---

[2] مصنف علام نے 'جمہوریت' کو متعدد مرتبہ بدعت سے تعبیر کیا ہے؛ دیکھا جائے تو اِس سے جمہوریت کی سنگینی کم ہو جاتی ہے۔ عمومی طور پر بدعت سے وہ خود ساختہ اضافے مراد لیے جاتے ہیں جو دینی امور میں کیے جائیں جیسا کہ خوارج، قدریہ، جہمیہ، مرجئہ اور صوفیہ ایسے گم راہ فرقوں سے صادر ہونے والی بدعات ہیں؛ جہاں تک 'جمہوریت' کا مسئلہ ہے تو یہ در حقیقت ایک مستقل دین ہے جس کی مختلف امور و معاملات مثلاً وجودِ انسانی، دین و مذہب، اقتصاد و معیشت اور سیاست و معاشرت سے متعلق اپنی مستقل بالذات تعبیر و تفسیر ہے؛ اسلام سے اِس کا کوئی علاقہ نہیں ہے بل کہ یہ خبیث مذہب بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے صدیوں قبل ہی موجود تھا۔ تعجب ہے کہ مصنف اِسے بدعت سے کیوں کر تعبیر کرتے ہیں جب کہ اُن کا اپنا رسالہ الدیمقراطیۃ دین (جمہوریت دین ہے) کے عنوان سے موجود ہے! (طرطوسی)

مدد گار ہیں؛ یا اِسے مباح قرار دیتی یا موحدین کے مقابلے میں اہلِ کفر کا ساتھ دیتی ہیں؛ عمومی طور پر ہم اِنہیں کافر نہیں ٹھیراتے۔

☆ہم اپنے باعمل علما اور مجاہد داعیوں کے قدر شناس ہیں جو خدا کے پیغام کی تبلیغ و ترویج میں مصروف کار ہیں؛ وہ خداوند عالم ہی سے ڈرتے ہیں اور اُس کے سوا کسی سے خائف نہیں ہیں۔

☆علم شرعی کی طلب و جستجو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہے؛ ہم طلبۂ علوم نبوت سے محبت کرتے ہیں اور اہل الرائے، اصحابِ بدعت اور اربابِ کلام سے بغض و نفرت رکھتے ہیں جو عقل کو نقل (شریعت) پر فوقیت دیتے اور اپنے تصورِ استصلاح و استحسان کو نصوصِ وحی پر مقدم رکھتے ہیں۔

☆ہمیں طاغوتوں کے تعلیمی اداروں اور دانش گاہوں سے نفرت ہے اور ہم اُن سے اجتناب کرنے کی تلقین کرتے ہیں لیکن جو شخص اُن میں تدریس و تعلیم میں مشغول ہے، ہم اُسے کافر قرار نہیں دیتے، اِلا یہ کہ وہ براہِ راست شرک کا مرتکب ہو یا اِسے سندِ جواز عطا کرے یا اِس کی جانب دعوت دے۔ ہم مفید دنیوی علوم وفنون سیکھنے سے منع نہیں کرتے بہ شرطے کہ وہ ممنوع و ناجائز امور سے محفوظ ہوں۔ ہم ترکِ اسباب کی دعوت نہیں دیتے؛ ہم یہ ترغیب دلاتے ہیں کہ نونہالانِ ملت کی تربیت عقیدۂ توحید پر کی جائے اور اُنہیں امور دین و دنیا کی بصیرت سے بہرہ مند کیا جائے تاکہ وہ خدا کے دین کے سچے سپاہی اور اس کے حقیقی انصار و اعوان بن سکیں۔

دار الاسلام اور دار الکفر:

تصورِ دار:

☆ہم 'دار' سے متعلق فقہا کے اِس نقطۂ نگاہ سے متفق ہیں کہ جب کسی خطے میں احکامِ کفر رائج ہوں اور وہاں کفار اور ان کے دساتیر قوانین کو غلبہ حاصل ہو تو وہ دار الکفر ہے۔

باشندگانِ ریاست:

☆ہم یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ اِس اصطلاح کا اُن لوگوں پر حکم کے حوالے سے کوئی دخل نہیں ہے جو اسلامی ریاست و حکومت کی عدم موجودگی، مرتدین کے غلبہ و تسلط اور سیاسی بحران کے عہد رستاخیز میں مسلم خطوں میں رہائش پذیر ہیں۔ دار الکفر کی اصطلاح اُس علاقے پر لاگو ہوتی ہے جہاں کفریہ احکام و قوانین غالب و نافذ ہوں، خواہ وہاں کے اکثر باسی مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔ اِسی طرح دار الاسلام کی اصطلاح اُس سرزمین کے لیے استعمال ہوتی ہے جہاں اسلام کے احکام و شرائع لاگو ہوں، اگرچہ وہاں اقامت رکھنے والوں میں اکثریت اہل کفر ہی کی ہو، بشرطیکہ وہ اسلامی قوانین کے تابع ہوں اور وہاں بطورِ ذمی رہ رہے ہوں۔

اصلِ کفر و اسلام:

☆ہم اِن اصطلاحات پر فاسد اصولوں کی اساس نہیں رکھتے جیسا کہ غالی تکفیریوں کا طرزِ عمل ہے مثلاً یہ مقولہ کہ الأصل فی الناس الیوم الکفر مطلقاً یعنی "فی زمانہ لوگوں میں علی الاطلاق اصل کفر ہے۔" ہم اِس پر کسی مسئلے کی بنیاد نہیں رکھتے بلکہ ہر شخص سے اُس کے ظاہر کے موافق معاملہ کرتے ہیں اور اُس کے باطنی امور خدا کے سپرد کرتے ہیں؛ پس جو شخص اسلام کا اظہار کرے، ہم اُس سے اِسی کے مطابق سلوک کرتے ہیں اور اُسے مسلمان قرار دیتے ہیں۔ ہماری رائے میں جو شخص ظاہراً اسلامی شعائر سے وابستگی رکھتا ہے، اُس میں اصل اسلام ہے، تاآنکہ وہ نواقضِ اسلام میں سے کسی ناقض کا ارتکاب کرے۔ اِسی طرح جو شخص کفر و شرک اور مشرکین سے محبت و ولایت کا اظہار کرتا اور ظاہری طور پر موحدین کے خلاف اہل شرک کی مدد و نصرت کرتا ہے، ہم اُس سے اِسی ظاہر کے مطابق معاملہ روا رکھتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لائے؛ عبادت و بندگی میں اسی کو یکتا جانے؛ اپنے کفر سے کامل علیحدگی اختیار کرے اور اُس سے لاتعلقی اور برأت کا اعلان کرے۔

تکفیر بر بنائے معاصی:

☆ڈاڑھی منڈوانا، اہل کفر کی مشابہت اختیار کرنا اور اِسی نوعیت کے دیگر معاصی جو عموم بلویٰ کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں، یعنی لوگوں کی عظیم اکثریت ان میں مبتلا ہے اور یہ معاشرے میں پوری طرح رائج ہو چکے ہیں، تو مجرد یہ گناہ تکفیر کی دلیل نہیں بن سکتے کہ یہ کفر کے واضح اسباب نہیں ہیں۔ ہم اِن گناہوں کی بنا پر لوگوں کے مال و جان کو حلال نہیں سمجھتے جیسا کہ غلو پسند اربابِ تکفیر کا شیوہ ہے؛ اِس لیے کہ موحد نمازیوں کے خون مباح قرار دینا انتہائی سنگین امر ہے؛ غلطی سے ایک ہزار کافر کو چھوڑ دینا اِس سے کہیں ادنیٰ معاملہ ہے کہ بربنائے خطا خونِ مسلم میں سے چند فاسد قطرے بہا دیے جائیں[3]!

اقتدائے نماز:

☆ہم اہلِ قبلہ میں سے ہر شخص کی اقتدا میں نماز درست سمجھتے ہیں، خواہ وہ نیک و صالح ہو یا فاسق و فاجر؛ اِسی طرح ہر مسلمان کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی، بشرطیکہ وہ کسی ظاہری ناقضِ اسلام کا مرتکب نہ ہو یا اُس کی تکفیر میں کوئی مانع حائل ہو۔

☆ہم اہل قبلہ میں سے کسی فرد کو جنتی یا دوزخی قرار نہیں دیتے اور نہ ہی اُن سے متعلق کفر و شرک اور نفاق کی گواہی دیتے ہیں، بشرطیکہ اُن سے ایسی کوئی شے ظاہر نہ ہو۔

نمائندگانِ طواغیت:

☆نماز کے لیے طاغوتوں کے مقرر کردہ نمائندوں کی ہمارے نزدیک مختلف اقسام ہیں:
ایک وہ ہیں جو اُن سے محبت اور دوستی رکھتے ہیں؛ یہ گویا اُن کی مدد و نصرت کے اعتبار سے اُن کے لشکر اور فوج کی مانند ہیں یا اُن کی جمہوریت کو حلت کی سند عطا کرتے اور ان کے شرک کا

---

[3] یہ بات درست نہیں ہے کیوں کہ اس سے یہ مفہوم مترشح ہو رہا ہے کہ یہ امور تکفیر کے دلایل تو ہیں لیکن تنہا تکفیر کے لیے کافی نہیں؛ یعنی یہ 'غیر صریح اسبابِ تکفیر' ہیں!! حق یہ ہے کہ یہ گناہ کسی طور تکفیر کی دلیل نہیں بن سکتے اور نہ ہی یہ کفر کے مخفی یا محتمل اسباب ہیں۔ (طرطوسی)

دفاع اور وکالت کرتے ہیں، تو اِن کی اقتدا میں ہم نماز درست نہیں سمجھتے کیوں کہ یہ اُنھی میں شامل ہیں، ہم میں سے نہیں ہیں بلکہ ہم اِن کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکتے ہیں اور جو اِن کی امامت میں نماز ادا کرے، ہم اسے نماز لوٹانے کو کہتے ہیں؛ ارشاد ربانی ہے:

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا (النساء: ۱۴۱)

''اور اللہ کافروں کو مومنوں پر کوئی راہ نہیں دے گا''۔

☆ دوسری قسم اُن اماموں کی ہے جو معاش اور دنیوی مال و متاع کی خاطر مداہنت کا شکار ہیں اور طاغوتوں کے اوقاف اور اُن کی باطل حکومتوں کی شان و شوکت بڑھانے کا سبب ہیں۔[4] اِن کے پیچھے نماز باطل نہیں ہوتی بل کہ اِن کی اقتدا کا وہی حکم ہے جو حکم فاسق و فاجر اور اہل بدعت (غیر مکفرہ بدعت) کے پیچھے نماز پڑھنے کا ہے؛ ہم اِن کی امامت کو مکروہ سمجھتے ہیں لیکن اِسے باطل قرار نہیں دیتے؛ البتہ اہل سنت اور اربابِ توحید جو سنت کی اشاعت کرتے اور اہل شرک سے برأت کا اعلان کرتے ہیں، اُن کی اقتدا میں نماز کی ادائیگی ہمارے نزدیک پسندیدہ اور افضل ہے۔

☆ نماز جمعہ میں حکام و سلاطین، خواہ کافر ہوں یا مسلمان، کے لیے دعا کا اہتمام کرنا ہمارے نزدیک بدعات میں شمار ہوتا ہے؛ نیز یہ اُن کے دائرۂ اطاعت میں شامل ہونے کی علامت ہے؛ ہم اِسے ناپسند سمجھتے اور منکر قرار دیتے ہیں۔ جو اہل سنت 'امام اِسے ترک کرتا ہے، اُس کے پیچھے نماز پڑھنا ہماری نظر میں زیادہ بہتر ہے لیکن اِس کی وجہ سے ہم نماز کو باطل نہیں کہتے اور نہ ہی اِسے لوٹانے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؛ البتہ اگر صریحاً طواغیت اور اُن کے شرکیہ دین و مذہب کی نصرت کے لیے دعا کی جائے تو ایسے آئمہ کا حکم وہی ہے جو طاغوتوں کے اعوان و انصار اور لشکروں کا ہے؛ زبان سے مدد، تلوار سے نصرت ہی کے مثل ہے۔

☆ ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایک عالم جب کسی شریعت ساز یا کافر حکم ران کی بیعت کر لیتا، مکمل طور پر اُس کے حلقۂ اطاعت میں آجاتا، اُس کی مدد و نصرت کرتا، اُس کے لیے ولایت و محبت کے جذبات رکھتا اور اُس کی خواہشات کے مطابق فتوے صادر کرتا ہے، تو وہ کافر و مرتد ہو جاتا ہے۔[5]

☆ جو علما و مشائخ، کفریہ حکومتوں میں مناصب اور عہدے قبول کرتے ہیں، اُن کی حیثیتِ شرعی عہدہ و منصب کی نوعیت کے مطابق متعین ہو گی؛ چنانچہ اگر اُس میں کفر یا اعانتِ کفر ہے یا کفریہ قانون سازی میں شرکت کرنا ہوتی ہے؛ یا موحدین کے خلاف مشرکین کی مدد و نصرت کی نوبت آتی ہے تو یہ شخص ہماری نگاہ میں کافر ہے۔ اِس کی لمبی ڈاڑھی، پُر عظمت لقب، معتبر سند یا پُر پیچ عمامہ ہمارے نزدیک موانع تکفیر میں شامل نہیں ہے !

☆ اگر اُس کے عہدہ میں مندرجہ بالا امور میں سے کوئی امر نہیں پایا جاتا لیکن وہ گروہِ باطل کی کثرت اور تلبیسِ حق کا باعث ہے تو یہ اُن جاہل لیڈروں میں شامل ہے جو خود بھی گم راہ ہیں اور دوسروں کو بھی صراط مستقیم سے بھٹکا رہے ہیں[6]!

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

---

[4] یہاں وہ نمائندے مراد نہیں ہیں جو پارلیمان کے ارکان ہیں اور خدا کے ساتھ شریعت سازی کے منصب پر براجمان ہیں کہ یہ تو کافر ہیں اور اِن کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، نہ یہ کسی اعزاز و عزت ہی کے مستحق ہیں بلکہ وہ آئمہ مساجد مقصود ہیں جو وزارت ہائے اوقاف کے تابع ہیں اور طاغوتی حکومتوں نے اُنہیں مسلمانوں کی امامت کے لیے نمائندہ یا نائب مقرر کر رکھا ہے۔ (مصنف)

[5] یہاں 'عالم' کے بجائے لفظ 'انسان' استعمال کرنا چاہیے تھا کیوں کہ مذکورہ افعال کے ارتکاب کے بعد کوئی شخص عالم نہیں رہتا اور نہ ہی اُسے اِس لقب سے پکارنا چاہیے۔ عالم وہ ہوتا ہے جو اپنے قول و فعل سے توحید کی گواہی دیتا ہے لیکن اگر وہ توحید کے بجائے شرک کا گواہ بن جائے اور اُس کی مدد و نصرت کرے تو وہ زمرۂ علما سے خارج ہو جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (آل عمران: ۱۸) اللہ عزوجل نے واضح فرما دیا ہے کہ عالم وہی ہے جو توحیدِ خداوندی کی شہادت دے؛ تو جو اس کے برخلاف شہادت دیتا ہے، وہ مذکورہ آیت کی رو سے 'عالم' نہیں ہو سکتا۔ اگر علما کا ذکر ضروری ہو تو اُس کے ساتھ ایسا وصف یا قید لگانی چاہیے جس سے واضح ہو جائے کہ وہ امت مسلمہ کے علما نہیں ہیں، مثلاً 'علماے اہل کتاب' یا 'علماے بنی اسرائیل' وغیرہ؛ واللہ اعلم۔ اِسی طرح جب علما کے حکام کے ساتھ تعلقات کا تذکرہ آئے تو حکم رانوں کے ساتھ ایسے اوصاف ذکر کرنے چاہئیں جن سے معلوم ہو کہ اُن کی تکفیر یا اُن سے براءت ضروری ہے؛ اِس سے مقصود یہ ہے کہ اُن علما کو ہدف مطاعن بننے سے بچایا جائے جو بر بناے اجتہاد ایسے حاکموں کی اطاعت کرتے ہیں جو ظاہراً اپنے آپ کو مسلمان اور دین کا پابند ظاہر کرتے ہیں؛ اِسی وجہ سے یہ علما اِنہیں مسلمان گردانتے اور اِن کی اطاعت کو درست سمجھتے ہیں۔ اِس کا یہ فایدہ بھی ہو گا کہ جلد باز اور ناعاقبت اندیش قسم کے لوگ مصنف کی عبارت سے غلط استدلال کر کے ان علماے امت کی تکفیر کے درپے نہ ہوں گے جو ازراہِ خطا حکمرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ (طرطوسی)

[6] اس مقام پر یوں کہنا زیادہ بہتر تھا کہ ''اگر وہ بہ راہِ راست کفر کا ارتکاب کرے تو کافر ہے....'' اِس لیے کہ بسا اوقات ایک منصب ایسا ہوتا ہے جس میں کفریہ عمل بھی شامل ہوتا ہے لیکن صاحبِ منصب وہ کام کرتا ہے، نہ اُس پر رضامند ہوتا ہے تو اِس صورت میں وہ کافر نہیں ہو گا۔ (طرطوسی)

عصر حاضر کے چند نمایاں فتنے

مولانا سید احمد و میض ندوی

ویسے موجودہ دور سراسر فتنوں کا دور ہے، یہ وہی دور ہے جس کے بارے میں نبی انے فرمایا تھا کہ فتنے بارش کی طرح برسیں گے اور گھٹاٹوپ اندھیری رات کی مانند تاریک فتنے ہوں گے اور ان میں سے ہر فتنہ لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے گا۔ لیکن ذیل کی سطروں میں موجودہ دور کے چند نمایاں فتنے ذکر کیے جارہے ہیں۔ تاکہ خصوصیت کے ساتھ ان سے بچنے کا اہتمام کیا جائے۔

فتنۂ مادّیت:

عصر حاضر کا یہ سب سے خطرناک فتنہ ہے۔ اس وقت پورا عالم اس فتنہ کی زَد میں ہے۔ مغربی تہذیب جو پوری دنیا پر چھائی ہوئی ہے اس کا طرۂ امتیاز مادہ اور معدہ ہے۔ دنیا بھر میں یہ تہذیب مادیت کی سرپرستی کررہی ہے۔ ہر شخص کو اپنے پیٹ کی فکر دامن گیر ہے۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں آدمی پیٹ کی خاطر اپنے دین کو بھی قربان کررہا ہے۔ یہ وہی خطرناک سوچ ہے جس کے بارے میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

> ''آخری زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو دین کے ذریعہ دنیا کمائیں گے۔ یہ لوگوں کو دکھانے کے لیے زاہدوں کا لبادہ اوڑھے ہوں گے، ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی اور دل بھیڑیوں کے دل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا مجھے ہی دھوکے دیتے ہو یا میرے ہی اوپر جرأت کرتے ہو۔ میرے جلال کی قسم ان لوگوں پر انہی میں سے ایسا فتنہ مسلط کروں گا کہ ان کے اہل عقل و خرد بھی حیران رہ جائیں گے''۔ (ترمذی)

علما نے اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جو لوگ دین کو دنیا بنانے دولت کمانے اور عزوجاہ حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیں گے ان کے لیے یہ وعید ہے۔

فتنۂ مادّیت پر روشنی ڈالتے ہوئے محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

> ''آج کل دنیا طرح طرح کے فتنوں کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے، ان سب فتنوں میں ایک بنیادی اور بڑا فتنہ پیٹ کا ہے، شکم پروری و تن آسانی زندگی کا مقصد بن کر رہ گیا ہے، ہر شخص کا شوق یہ ہے کہ لقمہ تراس کی لذتِ کام و دہن کا ذریعہ بنے اور یہ فتنہ اتنا عالمگیر ہے کہ بہت کم افراد اس سے بچ سکے ہیں۔ تاجر ہو یا ملازم، اسکول کا ٹیچر ہو یا کالج کا پروفیسر، دینی درس گاہ کا مدرس ہو یا مسجد کا امام اس آفت میں سبھی مبتلا نظر آتے ہیں۔ ہاں فرقِ مراتب ضرور ہیں''۔
> (دورِ حاضر کے فتنے ص:۵۹)

آگے حضرت رحمہ اللہ اس عالم گیر فتنے کے ہولناک نتائج ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

> ''اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کا پورا عالم ساز و سامان کی فراوانی کے باوجود حرص و آس، طمع و لالچ اور زر طلبی و شکم پروری کی بھٹی میں جل رہا ہے، اور کرب و اضطراب، بے چینی و بے اطمینانی اور حیرت و پریشانی کا دھواں ہر چہار سمت پھیلا ہوا ہے۔ دراصل اس فتنہ جہاں سوز کا بنیادی سبب یہی ہے کہ جس کی نشاندہی رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ آخرت کا یقین بے حد کمزور ہوچکا ہے اور آخرت کی نعمتوں اور راحتوں کا تصور تقریباً ختم ہوچکا ہے۔ مادی نعمتوں اور ان کا تصور اس قدر غالب ہے کہ روحانی قدریں مضمحل ہوچکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج انسانوں کی چھوٹائی بڑائی عزت و ذلت اور بلندی و پستی کی پیائش ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کے پیمانہ سے نہیں ہوتی بلکہ اسباب اور جیب کے راستہ سے ہوتی ہے۔ مادیت کے اس سیلاب میں پہلے ایمان و یقین رخصت ہوا، پھر انسانی اخلاق ملیامیٹ ہوئے، پھر اسوۂ نبوت سے وابستگی کمزور ہوکر اعمالِ صالحہ کی فضا ختم ہوگئی، پھر معاشرت و معاملات کی گاڑی لائن سے اتری، پھر سیاست و تمدن تباہ ہوا اور اب مادیت کا یہ طوفان انسانیت کو بہیمیت کے گڑھے میں دھکیل رہا ہے، افراتفری اور بے اصولی، آوارگی و بے راہ روی اور بے رحمی و شقاوت کا وہ دور دورہ ہے کہ الامان والحفیظ۔'' (ایضاً)

فتنۂ مادّیت کا علاج قرآن وحدیث میں جگہ جگہ ذکر کیا گیا ہے۔ اول یہ کہ آدمی دنیا کی زندگی کو عارضی جانے، یہاں کی آسائشیں اور تکلیف وقتی ہے۔ اس یقین کی پختگی کے ساتھ آدمی آخرت کی تیاری میں مشغول ہوجائے۔

مغربیت کا فتنہ:

یہ موجودہ دور کا سب سے زیادہ پرکشش فتنہ ہے۔ مغربی تہذیب جس کی بنیاد خود غرضی، مادیت، شہوت رانی اور دین بیزاری پر رکھی گئی ہے ایک شیطانی تہذیب ہے۔ جس میں خوفِ خدا سے محروم لوگوں کے لیے بے پناہ کشش پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اسلام جیسی پاکیزہ تہذیب کے حامل مسلمان بھی مغربیت سے مرعوب ہورہے ہیں اور بود و باش رہن سہن اور دیگر تمدنی طور طریقوں میں مغربی تہذیب ہی کو آئیڈیل بنارہے ہیں۔ عریانیت کا دور دورہ ہے۔ لباس پہن کر بھی عورتیں بے لباس نظر آرہی ہیں۔ نیم برہنہ لباس مسلم معاشرہ میں پھیلتا جارہا ہے۔ سالگرہ، برتھ ڈے، یوم عاشقاں اور نیو ائیر منانے کا رواج بھی جڑ پکڑتا جارہا ہے۔

مغربی تہذیب کے روح فرسا اثرات سے خود اہل مغرب اکتائے جارہے ہیں، لیکن ہمارے ہاں مغرب سے مرعوب ایک طبقہ اسے گلے لگانے میں فخر محسوس کر رہا ہے۔ اسلام اور اس کے پاکیزہ اصولوں پر چلنا رجعت پسندی خیال کیا جارہا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عصمہ بن قیس سلمی فرماتے ہیں:

انه كان يتعوذ من فتنة المشرق قيل فكيف فتنة المغرب قال تلك اعظم واعظم۔ (مجمع الزوائد بحوالہ مسلم طبرانی)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتنہ مشرق سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ مغرب میں بھی فتنہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا وہ تو بہت ہی بڑا ہے بہت ہی بڑا ہے"۔

اس حدیث میں فتنۂ مغرب سے کونسا فتنہ مراد ہے؟ حضرت مولانا یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں:

"یقین سے تو نہیں کہا جاسکتا ہے آپ کی مراد فتنۂ مغرب سے کیا ہے؟ (ہوسکتا ہے کہ سقوطِ اندلس کی طرف اشارہ ہو کہ وہاں اسلام کا پورا بیڑا ہی غرق ہوگیا اور نام کا مسلمان بھی کوئی اس ملک میں نہ رہا، تمام ملک پر کفر کا استیلا ہوگیا، لیکن ہوسکتا ہے کہ بلادِ مغرب کے اس فتنۂ استشراق کی طرف بھی اشارہ ہو کہ الحاد و تحریف کا یہ فتنہ مغربی دروازوں سے ہی تمام دنیا کے مسلمان ملکوں میں داخل ہوگا، جو سب فتنوں سے زیادہ خطرناک اور عالمگیر ہوگا"۔ (دور حاضر کے فتنے اور ان کا علاج ص ۶۵)

آزادیٔ نسواں یا عورتوں کا فتنہ:

مرد اور عورت حیاتِ انسانی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں جو ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں، لیکن عورت جب اسلامی شاہراہ سے ہٹ جاتی ہے تو پھر وہ انسانوں کے لیے خطرناک فتنہ بن جاتی ہے۔ حدیث شریف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ما تركت بعدى فتنة اضر على الرجال من النساء۔ (صحیح بخاری)

"میں نے اپنے بعد ایسا کوئی فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں کے لیے عورتوں کے فتنے سے زیادہ نقصان دہ ہو"۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن سکاکیؒ فرماتے ہیں:

"بے شک عورتوں کا فتنہ تمام فتنوں میں سب سے بڑا ہے"۔

ایک اور موقع پر جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیبؒ نے فرمایا کہ

"شیطان جب بھی (گمراہ کرنے سے) کسی سے مایوس ہوا تو اس کے پاس عورت کی جانب سے آیا، اس کے بعد سعید بن مسیبؒ نے فرمایا (ضعیف العمری) کی وجہ سے میری ایک آنکھ کی بینائی ختم ہوگئی ہے اور دوسری بھی ختم ہونے والی ہے، لیکن مجھے اپنے بارے میں عورت سے زیادہ کسی چیز کا خوف نہیں۔" (شعب الایمان)

عورتوں کے فتنہ سے قرآن میں بھی آگاہ کیا گیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاء وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ (آل عمران: ۱۴)

"لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزیں یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں (مگر) یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں، اور خدا کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے"۔

آیت میں پہلے نمبر پر عورتیں ذکر کی گئی ہیں اور عورتوں کو تمام شہوتوں پر مقدم رکھا گیا ہے۔ موجودہ دور میں آزادیٔ نسواں کے فتنے نے کیا کیا گل کھلائے ہیں ؛امیر جماعۃ قاعدہ الجہاد برصغیر مولانا عاصم عمر حفظہ اللہ اپنی ایک کتاب میں اس پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"موجودہ دور میں شیطانی قوتوں نے اس بات پر بڑا زور دیا کہ مرد و زن کے اختلاط کو عام کیا جائے، مسلمان عورتوں کو یہود و نصاریٰ کی عورتوں کے نقش قدم پر چلانے کے لیے ابلیس نے اِن گنت جال بچھائے ہیں۔ ان جالوں کو خوبصورت نعروں اشتہاروں اور دجل و فریب سے ایسا مزین کر کے دکھایا ہے کہ ماؤں بہنوں کو اس جال کی طرف جانے سے روکنے والے اپنے دشمن، سماج کے دشمن، ترقی و استحکام کے دشمن، آزادی و مساوات کے دشمن حتیٰ کہ اسلام اور دین کے بھی دشمن نظر آتے ہیں۔ جو بھیڑیئے ان کی تاک میں گھات لگائے بیٹھے ہیں وہ ان کے نزدیک امن کے پیامبر، حقوق کے علم بردار اور مسیحائے نسواں ٹھہرے۔ شرم و حیا، عفت و پاک دامنی گذرے وقتوں کی بات ہوئی اب تو جو متعفن دنیا سے جتنا نوچ لے وہی معزز وہی دانش ور وہی لیڈر رہے۔

لہٰذا قوم کی بیٹیاں بھی اس مردہ لاش کے پیچھے بھاگ رہی ہیں۔ اس بھگدڑ میں باپ کا اوڑھایا ہوا حیا کا دوپٹہ کہاں گرا اور کتنے مردوں کے پیروں تلے کچلا گیا کچھ خبر نہیں، بس ایک ہی دوڑ ہے، مردوں سے آگے جانے کی دوڑ۔ حالانکہ یہ نادان نہیں جانتیں کہ یہ صرف نعرہ ہے جو مردوں نے عورت ذات کا استحصال کرنے کے لیے ایجاد کیا ہے۔

حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے عورت ذات کو عزت کی زندگی سے نکال کر سڑکوں، فٹ پاتھوں اور دفتروں میں مزدور بنا کر ذلیل کیا، یہ جاہلی تہذیب کے بھیڑیے ہیں جو اپنے شکار کو صرف ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مسلمان بہنوں کو سوچنا چاہئے کہ کامیابی وہ نہیں جو ابلیس اور اس کے لوگ دکھا رہے ہیں، کامیابی وہ ہے جس کو اللہ اور اس کے سچے رسول نے بیان کیا ہے۔ ان کے لیے یہود و نصاریٰ کی فاحشہ عورتیں رول ماڈل نہیں ہونی چاہئے بلکہ امہات المومنین ہی اس لائق ہیں کہ عورت ذات ان کو رول ماڈل بنائے۔ اس میں عزت ہے اور اس میں کامیابی'' (امام مہدی کے دوست و دشمن ص: ۲۸)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف انداز سے فتنۂ خواتین کی پیشین گوئی فرمائی۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

''لوگو! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تمہاری عورتیں سرکش ہو جائیں گی اور تمہارے جوان فاسق۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ایسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا جی ہاں! بلکہ اس سے بھی زیادہ''۔ (مسند ابو یعلیٰ طبرانی فی الاوسط)

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کاش مجھے اپنے بعد اپنی امت کی حالت کا علم ہوتا کہ جب ان کے مرد متکبرانہ چال چلیں گے اور ان کی عورتیں ناز و انداز سے چلیں گی اور کاش مجھے ان کا حال معلوم ہوتا کہ جب وہ دو قسم کے ہو جائیں گے ایک قسم ان لوگوں کی جو اپنی گردنیں جہاد میں بچھاتے ہوں گے (شہادت کے لیے) اور دوسرے وہ لوگ جو غیر اللہ کے لیے عمل کرتے ہوں گے''۔ (تاریخ ابن عساکر)

تنظیم سازی اور جماعتوں میں اختلاف کا فتنہ:

احادیث میں قربِ قیامت کی جو نشانیاں مذکور ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ مسلم گروہوں میں انتشار ہوگا۔ انانیت اور حبِ جاہ جماعتوں کو توڑنے اور شیرازہ کو بکھیرنے پر آمادہ کرے گی اور جب کوئی انانیت پسند بن کر جماعت سے الگ ہوگا تو وہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائے گا۔

اس طرح جماعتیں ٹوٹتی جائیں گی اور نئی جماعتیں بنتی جائیں گی۔ اس وقت یہی صورتِ حال ہے۔ چند افراد کسی پر متفق کیا ہوگئے کہ ایک نئی تنظیم کی بنیاد پڑتی ہے۔ پروپگنڈہ کے لیے تمام ذرائع استعمال کیے جاتے ہیں۔ اسلامی تنظیموں کا قیام ذاتی اغراض کے لیے عمل میں لایا جاتا ہے۔ بسا اوقات ایسی تنظیموں کے پیچھے عصبیت اور جاہلیت کارفرما ہوتی ہے۔ جاہلی بغض کی بناء پر لوگ کسی کی تائید یا تردید کرنے لگتے ہیں۔

دین میں رائے زنی کا فتنہ:

جیسے جیسے علم و تہذیب کا دائرہ پھیلتا جا رہا ہے لوگوں میں عقلیت پسندی کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ جدید نظام تعلیم جس کی بنیاد لادینیت اور بے لگام عقلیت پر رکھی گئی ہے اپنے اندر ایسی تاثیر رکھتا ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والے طلبہ کو دین کے تعلق سے جری بنا کر رکھ دیتا ہے۔ چنانچہ فی زمانہ بہت سے تعلیم یافتہ لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ نہایت بے باکی کے ساتھ دینی مسائل اور امورِ دینیہ میں رائے زنی کرتے ہیں۔ بہت سے خود کو تعلیم یافتہ کہنے والے افراد مجلسی گفتگو میں کسی نہ کسی دینی بات کو موضوع بحث بناتے ہیں۔ پھر اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے یوں کہنے لگتے ہیں کہ یہ بات سمجھ سے باہر ہے۔ شریعت کا فلاں حکم نامعقول نظر آتا ہے اسے اس طرح ہونا چاہئے۔ حیرت کی بات ہے کہ دنیوی معاملات میں غیر متعلقہ موضوع پر اظہار خیال کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔

لیکن دینی موضوعات پر اظہار خیال کو ہر شخص اپنا پیدائشی حق سمجھنے لگتا ہے۔ کسی غیر ڈاکٹر کو دواؤں اور بیماریوں سے متعلق حکم لگانے یا مشورہ دینے کسی طرح اہل نہیں سمجھا جاتا، لیکن اسلامیات میں معمولی شدبد نہ رکھنے والے بھی شرعی امور پر رائے زنی کرتے نہیں گھبراتے۔ اسلام اور شریعت کے کسی قطعی حکم کے خلاف یوں کہنا کہ اس تعلق سے میرا خیال یہ ہے انتہائی درجہ کی جرأت مندی اور بسا اوقات ایمان کے سلب کر لیے جانے کا سبب بن جاتا ہے۔

یہ مزاج مغرب سے متأثر مسلمانوں میں تو عام ہے۔ وہ دھڑلے سے بہت سے اسلامی احکام پر نامعقول ہونے کی پھبتی کستے ہیں اور ان کے برخلاف اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں، لیکن عام عصری تعلیم کا طبقہ بھی اس ذہنیت سے متأثر ہو رہا ہے۔ شادی، بیاہ یا دیگر تقریبات کے موقع پر جب مختلف مقامات سے آئے افراد اکٹھے ہوتے ہیں اور اتفاق سے کوئی موضوع چھڑ جاتا ہے تو ہر شخص خود کو دانش وریا اسلامیات کا عالم باور کرانے کے لیے ادھر ادھر کی خوب ہانکنے لگتا ہے۔

دینی امور میں جب تک آدمی کو قطعی علم نہ ہو، رائے زنی سے احتراز ضروری ہے۔ نیز دین و شریعت کا کوئی حکم اگر ہماری ناقص عقل سے ماورا نظر آ رہا ہو یا اس کی مصلحت جاننے سے ہماری عقل قاصر ہو تو اس میں ہماری عقل کا فتور ہے، حکم شرعی اپنی جگہ معقول اور بندوں کے لیے موزوں ہے۔ دینی امور کی من پسند تشریح یا کسی حکم شریعت کے مقابل اپنی رائے کو بہتر قرار دینا گمراہی ہے۔ اس قسم کے لوگ عموماً نفس پرستی کا شکار رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مشہور محدث مولانا بدر عالم میرٹھیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''ایک جماعت نے جب اپنی ہوااور خواہشات کی روشنی میں قرآن وسنت کا مطالعہ شروع کیا تو معیارِ صحت انہیں اپنی عقل ہی نظر آئی۔ پھر جو آیت اور حدیث اس معیار کے موافق اتری اس کو تسلیم کر لیا ورنہ تاویل یا انکار کا راستہ اختیار کیا اوراس معصیت کا عذر ''عذرِ گناہ بد تر از گناہ'' یہ تراشا کہ صاحبِ شریعت کا کلام عقل کے مخالف ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ بالکل درست تھا لیکن سوال یہ ہے کہ اس تعلق کا بھی کوئی معیار ہونا چاہئے۔ خلاف عقل ہونے کا بھی کوئی ضابطہ ہونا چاہئے۔ ان مراحل پر بحث کیے بغیر فلاسفہ دور نے جو طے کر دیا وہ تو وحی منزل من السماء (آسمان سے اتری ہوئی وحی) بن گیا اور جو وحی حقیقی نے ہدایت کی اسے اساطیر الاوّلین (گذرے ہوئے لوگوں کی کہانیاں) کہہ کر محتاج نقد بھی نہ سمجھا گیا۔ چنانچہ حشر اجسام، صراط، میزانِ اعمال، جسمانی عذاب وثواب، رؤیتِ باری تعالیٰ، جنت و جہنم اس قسم کے اور جتنے امور پرواز عقل سے بالا تر تھے سب کا گو صاف انکار تو نہیں کیا مگر اس طرح تسلیم کہ جس کو درحقیقت ایک تسلیم نما انکار ہی کہنا چاہئے۔ بلاشبہ اگر مذکورہ بالا مسائل کو صرف عقل کے ذریعہ طے کیا جائے تو یہ مشکل ہے کہ نور وحی کے بغیر نہ دریافت ہوئے اور نہ حقیقتِ ایمان کے بغیر وہ حدِ یقین میں آسکتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ حدیث افتراق کے الفاظ ''الذین یقیسون الأمور برأیھم فیحلون الحرام ویحرمون الحلال'' (یہ وہ لوگ ہیں جو دین کے مسائل میں صرف قیاس آرائیاں کرتے ہیں اور حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا دیتے ہیں) میں اس قیاس آرائی ہی کی مذمت ہو رہی ہے جو دین کی حقیقت بدل ڈالے، غیر منصوص جزئیات کے احکام اصول شریعت کے مطابق حاصل کرنا اور ان کے اسباب وحکم پر بحث کرنا مذموم قیاس آرائی میں داخل نہیں بلکہ اہل علم کے لیے ضروری ہے۔ اس لیے یہ سمجھنا نافہمی ہے کہ ہم نے دین کو بلاوجہ ایک معمہ بنانے کی دعوت دی ہے یا غور وفکر کی راہ معطل کرنے کی سعی کی ہے۔ اس تقریر سے ہمارا ہرگز یہ مقصد نہیں۔ قرآن جگہ جگہ تدبر و تفکر کی دعوت دیتا ہے۔ طرح طرح سے واقعاتِ ماضیہ بیان کر کے ان سے عبرت پذیری کی دعوت دیتا ہے۔ آیاتِ آفاقی وانفسی کا بغور مطالعہ کرنا شیوۂ مومنین قرار دیتا ہے اور حلال و حرام کے معاملہ میں بھی اس حد تک غور و فکر کی حمایت نہیں کرتا جہاں تک اس کے احکام کی تبدیلی وترمیم نہ ہو۔ ہاں اس کی اجازت نہیں دیتا کہ اگر آپ کی عقل نارسا اس کے منصوص احکام کی حقیقت دریافت کرنے سے عاجز رہے تو ان کو توڑ موڑ کر اپنی عقل کے سانچہ میں ڈھال لیں یہی اتباعِ ہویٰ ہے۔ اتباعِ ہویٰ یہ ہے کہ شریعت کو حاکم اور عقل کو محکوم شریعت کو متبوع اور اس کو تابع بنایا جائے۔ اور اتباع ہدیٰ یہ ہے کہ عقل کو حاکم اور شریعت کو اس کا محکوم بنایا جائے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں عقل سے کام لینا حکمت ہے اور عقل کی حدود میں قرآن وسنت کو محدود کرنا اتباع ہویٰ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی غور وفکر پر کوئی چوکی پہرہ قائم نہیں کرتا۔ مقصد صرف یہ ہے کہ عقل کو عقل کی حد پر رکھئے اور اس کو دیو بے زنجیر کی طرح آزاد نہ بنائیے''۔

(ترجمان السنۃ ۱/۵۰)

عصری تعلیم کے تربیت یافتہ بعض پروفیسروں اور دانش وروں کا یہ کہنا کہ قرآن وحدیث پر کسی خاص طبقہ کی اجارہ داری نہیں، قرآن وحدیث کی تشریح وتفسیر کا حق جس طرح علما کو حاصل ہے اسی طرح عصری تعلیم کے اس طبقہ کو بھی حاصل ہے جو ذاتی مطالعہ کے نتیجہ میں قرآن بنہی کا غیر معمولی ذوق رکھتا ہے، اس لیے درست نہیں قرار دیا جاسکتا کہ قرآن و حدیث کی تفہیم و تشریح کے لیے مختلف علوم کی جانکاری اور عربی زبان سے واقفیت ضروری ہے۔ ورنہ ایسے افراد خدا اور رسول کی کم اور اپنی بات زیادہ پیش کریں گے۔ تفسیر کے نام پر ذاتی خیالات اور اپنی فکر کی اشاعت پر زور دیں گے۔

چنانچہ جن حضرات نے باقاعدہ علما کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کر کے قرآن وسنت کے علوم حاصل نہیں کیے اور تفسیر قرآن پر قلم اٹھایا بہت سے مقامات پر ان کا قلم راہ حق سے بھٹک گیا۔ اس طبقہ سے تعلق رکھنے والے اصحابِ تفسیر کی تفاسیر میں اجماعِ امت سے جگہ جگہ انحراف نظر آتا ہے۔ تفسیر قرآن کے لیے علمانے پندرہ علوم سے واقفیت ضروری قرار دی ہے اور ظاہر ہے کہ ان علوم میں صحیح درک اسی وقت حاصل ہو گا جبکہ باقاعدہ علوم اسلامی کے حصول میں ایک عرصہ لگایا جائے۔ برصغیر کے بعض اس طبقہ سے تعلق رکھنے والے مفسرین پر علمانے جو ردّ و قدح کی ہے اس کی یہی وجہ ہے۔ علمانے ان مقامات کی نشاندہی فرمائی ہے جہاں ان مفسرین سے تفسیری فروگذاشتیں ہوئیں اور جمہور مفسرین سے انحراف ہوا۔

مثلاً برصغیر کے ایک مفسر نے اپنی تفسیر میں ایسے مسئلہ میں جمہور سے اختلاف کیا جس پر چودہ سو سال سے اجماع چلا آرہا ہے اور وہ شادی شدہ شخص کو رجم کرنے کا مسئلہ ہے۔ شادی شدہ شخص اگر زنا کا مرتکب ہو تو اسے رجم کیا جائے گا اجماعی مسئلہ ہے، لیکن ان کا کہنا ہے کہ ہر شادی شدہ کا رجم نہیں کیا جائے گا بلکہ جو غنڈہ قسم کا عادی ہو اس کو یہ سزا ہو گی اور اپنے اس مفروضہ پر انہوں نے حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا: ''وہ نہایت بد خصلت غنڈہ تھا''۔ (العیاذ باللہ)

اس دور کا ایک اور فتنہ یہ ہے کہ اسلام کے کسی ایک موضوع میں اختصاصی صلاحیت رکھنے والے افراد اپنی بے پناہ شہرت و مقبولیت کے سبب خوش فہمی کا شکار ہو کر فقہی مسائل اور اسلام کے ہر موضوع سے متعلق اظہار کرنے کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ ایسے اشخاص فتویٰ کی زبان استعمال کرنے میں کسی قسم کی جھجھک محسوس نہیں کرتے۔

علم و قلم کا فتنہ:

دورِ حاضر کا یہ بھی ایک خطرناک فتنہ ہے۔ جس کا اس سے قبل ذکر کئے گئے فتنے سے گہرا تعلق ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے اس فتنہ کی بھی پیشین گوئی فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''قیامت سے پہلے جان پہچان والوں کو سلام کرنا، تجارت کا عام ہو جانا یہاں تک کہ عورت کاروبار میں اپنے شوہر کی مدد کرے گی۔ رشتہ داریوں کا ٹوٹ جانا اور قلم کا عام ہو جانا، جھوٹی گواہی کا عام ہو جانا اور حق کی گواہی کو چھپانا ہے''۔ (مسند احمد)

موجودہ دور میں جس کثرت سے علم کا پھیلاؤ اور تصانیف و مضامین کی اشاعت ہو رہی ہے پچھلے زمانوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی ایجاد کے بعد تو ہر چیز سے متعلق معلومات کی خوب فروانی ہے۔ اس صورت حال کے جہاں مثبت نتائج رونما ہوئے وہیں منفی اثرات بھی صاف محسوس کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ مدارس او راہل حق علما کی صحبت سے استفادہ کیے بغیر مختلف ویب سائٹس اور ذاتی مطالعہ کے ذریعہ مذہب کی معلومات رکھنے والے بھی خود کو علما کی صف میں شامل کرنے لگے ہیں اور انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ خالص مذہبی موضوعات پر ان کی تصانیف و مقالات منظر عام پر آنے لگے ہیں۔ یہ وہ طبقہ ہے جس نے مغربی نظام تعلیم سے تربیت حاصل کی ہے اور جو بڑی حد تک مغربی تہذیب اور اہل مغرب کی جدیدیت سے مرعوب ہے۔ بنیادی طور پر اس طبقہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ایک وہ جو اپنی جدیدیت اور مغرب سے مرعوبیت میں ساری حدوں کو پار کر چکا ہے اس نے اپنی تحریروں کے ذریعہ ایک نئے فرقے کی بنیاد ڈالی ہے۔ جیسے نیاز فتح پوری، تمنا عمادی اور ان کے ہم نوا بعض حضرات۔ چنانچہ ان حضرات نے فتنۂ انکار حدیث کو خوب تقویت پہنچائی۔ انہوں نے ہر اس حدیث کا انکار کر دیا جس کا مضمون ان کی ناقص عقلوں سے میل نہ کھاتا ہو۔ یہ لوگ گمراہی کے راستہ پر گامزن ہیں۔ اگر ان کی جدیدیت کو قبول کر لیا جائے تو دین کے ایک بڑے ذخیرہ سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

دوسرا حصہ ان دانش وروں اور عصری تعلیم کے مفکرین کا ہے جن کی گمراہی اول الذکر طبقہ کی طرح نہیں ہے لیکن وہ بھی مغربیت سے متاثر ہیں اور آئے دن اپنی تحریروں میں بعض اسلامی احکام کے تعلق سے مدافعانہ انداز اختیار کرتے رہتے ہیں۔ تعداد ازواج، عورتوں سے متعلق بعض احکام، اسلامی نظام طلاق مسائل انہیں ہضم نہیں ہوتے۔ وہ دبے الفاظ میں غیر شرعی اجتہاد کے دروازے کھولنے کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں۔ انہیں علما کی فکر فرسودہ معلوم ہوتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کی پستی کے اوّلین ذمہ دار علما اور اربابِ مدارس ہیں۔ ان کے قلم سے کبھی کبھی ایسی باتیں صادر ہوتی ہیں جن سے دشمنانِ اسلام کو تقویت پہنچتی ہے۔ ان کے ذہن و دماغ پر ہر وقت یہ بھوت سوار رہتا ہے کہ دین و شریعت سے متعلق کوئی نئی فکر پیش کی جائے۔ علمائے سلف سے اختلاف ان کا خاص وطیرہ ہے۔ نہ صرف یہ کہ انہیں علمائے سلف اور ان کے اجماع سے اختلاف ہوتا ہے بلکہ انہیں ہدفِ تنقید بنانا اپنا وہ فریضہ خیال کرتے ہیں۔ ان کی تحریری چاشنی اور عصریات سے واقفیت ان کے لیے فتنہ بن جاتی ہے۔ پھر وہ خود ساری امت کے لیے فتنہ بن جاتے ہیں۔ اس سلسلہ کا ایک نمایاں نام مولانا وحید الدین خان صاحب کا ہے جن کے فکری تفردات جدیدیت سے متاثر طبقہ کو غیر معمولی مواد فراہم کر رہے ہیں۔

مولانا ایک مخصوص فکر کے لیے آیات و احادیث اور واقعات سیرت کو بڑی چابک دستی سے استعمال کرتے ہیں۔ اسلام اور شریعت سے متعلق ان کی بعض کتابیں بے انتہا مقبول ہوئیں لیکن دوسری طرف ان کی مخصوص فکر نے امت میں انتشار کی کیفیت پیدا کر دی۔ ویسے وحید الدین خان صاحب کی من گھڑت اور من مانی تشریحات کا ایک طویل سلسلہ ہے، یہاں ان میں سے چند کی مختصر نشاندہی کی جاتی ہے۔

خان صاحب اپنے صلح حدیبیہ کے فارمولہ کے لیے بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ اس کے لیے انہوں نے واقعاتِ سیرت سے بڑی چابکدستی کے ساتھ استدلال کیا ہے۔ وہ سیرت کے ہر واقعہ کو صلح حدیبیہ کے ارد گرد گھماتے ہیں۔ چاہے اس کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدامات کی کتنی ہی خلافِ واقعہ تاویل کرنی پڑے۔ خان صاحب اپنی خود ساختہ فکر کو استدلالی بنیاد فراہم کرنے کے لیے مسئلہ فلسطین اور مسجدِ اقصیٰ کے تعلق سے مسلمانوں کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں۔ مسئلۂ فلسطین سے متعلق شائع شدہ ''الرسالہ'' کے خصوصی شمارہ میں انہوں نے یہ تک لکھ ڈالا کہ ''مسجدِ اقصیٰ پر مسلمانوں کا کوئی حق نہیں ہے''۔

ان کا کچھ اسی قسم کا نظریہ بابری مسجد سے متعلق ہے۔ ان دونوں مسائل کے تعلق سے خان صاحب کی فکری قلابازیوں کا کچھ اندازہ محترم اشفاق حسین صاحب کی کتابوں کے مطالعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ جن میں انہوں نے مسئلۂ فلسطین اور بابری مسجد کے تعلق سے خان صاحب کی ہفوات کی خوب خبر لی ہے۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

دین کے معلم کون؟ علمائے کرام یا ''مفکرینِ زمانہ''!

قاری صہیب الدین

جب ہم یوں کہتے ہیں کہ دین کو اس کے خالص چشموں اور مستند علما ہی سے سیکھنا چاہیے تو عموماً پڑھے لکھے احباب کی جانب سے ایک رد عمل آتا ہے کہ مولوی نے دین کی ٹھیکہ داری سنبھال رکھی ہے وہ چاہتا ہی نہیں کہ دیگر طبقات از خود دین سیکھیں کہ سوال اس کی روزی روٹی کا ہے۔

حالانکہ امرِ واقعہ یہ ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ، تفقہ اور کماحقہ اس کے مسائل کا سمجھنا الگ چیز ہے اور عام سادہ ترجمہ قرآن یا فضائل کی احادیث کا سیکھ لینا بالکل جدا قصہ! محلہ کی جہاندیدہ اور عمر رسیدہ بوڑھیاں اپنے تجربہ اور مہارت کی بنا پر بہت سے امراض کے ایسے ٹوٹکے بیان فرماتی ہیں کہ حاذق طبیب اور ماہر ڈاکٹر بھی پانی بھریں ان کے سامنے...تاہم ان کی یہ مسلمہ لیاقت انہیں کسی طور یہ حق عطا نہیں کرتی کہ کسی سنگین نوعیت کے مریض کا قضیہ ان کے سپرد کر دیا جائے، بلکہ ایسے نازک مواقع پر خوب دھیان سے چھانٹ پھٹک اور تحقیق کر کے ہی کسی طبیب کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ بعینہٖ یہی حال دینی امور کا ہے بہت ممکن ہے کہ کوئی بھائی صاحب اپنی عمر کا ایک حصہ اللہ والوں میں گزار کر روحانیت کے بلند مرتبہ پر فائز ہوں اور ان کی بزرگی مسلمہ ہو، تاہم ان کی یہ عظمت انہیں نا تو فتویٰ دینے کی قوت بخشتی ہے نا ہی دین کی تشریح کا حق تفویض کرتی ہے۔ بلکہ وہ احکامات کے باب میں کسی عامی کی طرح ایک عالم اور مفتی سے پوچھ کر عمل کرنے کے پابند ہیں۔

آج کل کا بڑا فتنہ اور المیہ میڈیا ہے اس شعبہ سے وابستہ غالب اکثریت [نمایاں چہرے] دین بے زار اور مغربیت زدہ ہی ہوتے ہیں، ایسے میں جن گنے چنے چہروں کو دین کے حق میں بات کرنے کا یہ پلیٹ فارم میسر ہے وہ اپنی حق گوئی کی بدولت بہت جلد عوام الناس کے دلوں میں جگہ بنا لیتے ہیں اور ہیرو کا سا مرتبہ پا لیتے ہیں۔ تب پھر ان کی ہر بات مستند مان لی جاتی ہے ان کی ذاتی سوچ پورے دین دار طبقہ کی ترجمان تصور کر لی جاتی ہے۔ یہ ایک نہایت خطرناک رجحان پروان چڑھ رہا ہے اور اس کے نتائج کسی طور اچھے نہیں۔

ابھی ایک صاحب نے ایک مشہور کالم نگار کے مضمون کی بابت استفسار کیا، حمیت کے جذبات سے مغلوب ان صاحب نے ہندوستان میں بسے کروڑوں مسلمانوں کو خطاکار اور عاصی ثابت کر دکھایا اور قرآن وحدیث سے اپنے تئیں دلائل بھی لا کھڑے کیے۔ موصوف کا نقطۂ نظر اس قدر سطحی اور بے اصل ہے کہ اس کی رُو سے تمام ہندی مسلمانوں کا ایمان خطرہ میں پڑ چکا ہے! قطع نظر اس کے کہ موصوف کا بیانیہ کس قدر لائق التفات ہے سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم اسلام اور دین کی تشریح کے باب میں آخر اتنے لااُبالی کیوں ہوتے جا رہے ہیں کہ جس شخص کو دس سطریں درست عربی پڑھنا لکھنا نا آتی ہوں ہم اس کو اتھارٹی تسلیم کر لیتے ہیں؟ وہ ٹھوکر کھاتا ہے، اپنی ذاتی رائے کو دین بنا کر پیش کرتا ہے تو لازما اس کی روک تھام دینی فریضہ ہے۔

جب اس غبار کو دور کرنے کی بات مولوی کرتا ہے تو یار لوگ پھر خفا ہو جاتے ہیں کہ دیکھا! اولاً تو تم خود کچھ کام ڈھنگ کا نہیں کرتے، اب اگر اگلا کچھ انقلابی تجدیدی نوعیت کا کارنامہ سرانجام دے رہا ہے تو تم سدا کے جیلسی اس سے خار نکالنے نازل ہو جاتے ہو! اب بتلائیے کہ ایسے میں چپ سادھ لینا کون سی خدمت ہو گی اسلام کی؟ اور ایسے مناظر ملت اور مفکر اسلام کی تصحیح نا کی جاوے تو یہ دین کا حلیہ کس طرح بگاڑ کر رکھ دیں؟ کیا ہی عمدہ ہو کہ ایسے میڈیائی مفکرین خود کو صحافت تلک ہی محدود رکھیں، قرآن وحدیث کی تشریح وتطبیق کا کام اپنے ذمہ نا لیں!

☆☆☆☆☆

''جہاد کو دانتوں سے تھامے رکھیے اور راہ کی رکاوٹوں کی پرواہ کئے بغیر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنا سفر جاری رکھیے، حوصلے بلند رکھیے، عزائم مضبوط کیجیے، کمر کس لیجیے، ابھی آغاز سفر ہے، بہت سا کام باقی ہے!! بہت سے قرض ایسے ہیں جن کو چکانا تا حال ہمارے ذمے ہے...ابھی تک ہزاروں بے گناہ بھائی بہن جیلوں میں پڑے تڑپ رہے ہیں، جن کو چھڑانا باقی ہے، ابھی تک امارت اسلامیہ افغانستان کے معزز قائدین کا بدلہ لینا باقی ہے، جنہیں پاکستان کی خفیہ جیلوں میں شہید کیا گیا...ابھی تک مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا عبد الرشید غازی، مولانا ولی اللہ بلگرامی، مولانا نصیب خان رحمہم اللہ اور دیگر ان گنت علمائے کرام کے قاتلوں سے حساب چکانا باقی ہے...ابھی تک اس پاک سرزمین پر ناپاک امریکی فوج، امریکی خفیہ اہل کار، امریکی جنگی ساز و سامان سے لدے ٹرک سب دندناتے پھرتے ہیں، جن کو یہاں سے اٹھا باہر پھینکنا باقی ہے، ابھی تک بہت سی ایسی گستاخ سیکولر اور زندیق زبانیں اسلام کے خلاف زہر اگل رہی ہیں جن کو لگام ڈالنا باقی ہے...ابھی تک وہ دشمن دین ادارے باقی ہیں جو نسل نو کو شہوات وشبہات کے بھیانک سیلاب میں غرق کرنے کے ذمہ دار ہیں، ابھی تک بدی کا یہ نظام باقی ہے، جو اس ملک کے تمام مسائل کی جڑ ہے، ابھی تک اس شرعی نظام خلافت کا قیام باقی ہے، جو اس امت کے مسائل کا حل اور اس کے دکھوں کا مداوا ہے''۔

استاد احمد فاروق شہید رحمہ اللہ

ہمیں گمراہی کو گمراہی، غلطی کو غلطی ہی کہنا ہوگا

شیخ آدم یحییٰ غدن کی ریسر جنس سے گفتگو

جماعت القاعدۃ الجہاد برصغیر کے انگریزی ترجمان رسالے 'ری سر جنس' کا شمارہ نمبر ۲/ ایک ایسے جہادی قائد کے تفصیلی انٹرویو پر مشتمل ہے، جنہوں نے کفر کے اندھیروں میں آنکھیں کھولیں لیکن فطرت سلیم اور قلبِ منیب کے حامل اس بندۂ خدا نے اوائل عمری میں ہی حق کی تلاش کا سفر شروع کر دیا۔ ایک ایسے معاشرے میں جہاں کفر و طاغوت کی سیاہیاں چہار سُو پھیلی ہوئی تھیں، معصیت و فجور کی منہ زور آندھیوں نے پوری فضا کو مسموم کر رکھا تھا۔ ایسے ماحول میں ایک پاکیزہ فطرت نفس اٹھتا ہے اور اپنے خالق و مالک کی تلاش کا عزم لے کر نکلتا ہے۔ پھر اُس کا کریم رب بھی اُسے بھٹکنے کے لیے نہیں چھوڑتا بلکہ ایسی دست گیری فرماتا ہے کہ ہدایت و سعادت کا ہر دروازہ اس کے لیے کھلتا چلا جاتا ہے۔ ہجرت کی راہوں کا انتخاب ہوتا ہے تو پر کٹھن اور پر صعوبت راستے 'پر عزم اور ایمان و عمل کے جذبے سے پر جوش' آدم' کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آسان ہوتے چلے جاتے ہیں! ایمان، ہجرت، رباط، جہاد، قتال فی سبیل اللہ اور دعوت الی اللہ کے راستوں کا یہ مسافر بالآخر اپنی منزل مراد پا گیا اور دنیوی و اخروی فلاح و کامیابیوں کے تمام خزانے اپنے دامن میں سمیٹتا ہوا' مہربان اور قدر دان رب کے دربار میں حاضر ہو گیا۔

اس انگریزی انٹرویو کا ترجمہ ماہنامہ نوائے افغان جہاد میں سلسلہ وار شائع ہوگا، ان شاءاللہ [ادارہ]۔

ری سر جنس: اور ابھی حال ہی میں یہ خبر سامنے آئی ہے کہ اس گروپ نے اس امریکی فلاحی کارکن پیٹر کوسیک کو بھی ذبح کر دیا ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اپنا نام تبدیل کر کے عبدالرحمٰن رکھ لیا تھا اور دن میں پانچ وقت کی نماز اور پیر اور جمعرات کے روزے بھی شروع کر لیے تھے۔

آدم: جی ہاں! میں نے بھی یہ رپورٹیں پڑھی ہیں اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ جبہۃ النصرہ سے تعلق رکھنے والے بھائیوں نے اس کی رہائی کا مطالبہ بھی کیا ہے۔ مگر میرے پاس اس وقت اس مسئلے پہ تفصیل سے بات کرنے کے لیے زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ مگر اگر اس کے قبول اسلام کے باوجود اس کے قتل کی یہ ساری رپورٹیں صحیح بھی ہوں تو بھی مجھے کوئی حیرت نہیں ہو گی۔ کیونکہ یہ گروپ دولت اسلامیہ پہلے ہی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو معمولی معمولی بہانوں پہ مارنے اور قتل کرنے کے حوالے سے مشہور ہے۔ یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ اس گروپ اور اس کی اعلی قیادت میں کچھ ایسے عناصر ہیں جن کی نظر میں اسلامی جان کی کوئی وقعت نہیں اور ان کے لیے ایک مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا اور اس کا خون بہانا اتنا ہی آسان ہے جتنا کہ ''السلام علیکم'' کہنا۔

ری سر جنس: بہر حال، اگر یہ رپورٹیں درست ہیں تو ہم اللہ رب العزت کے سامنے دعا گو ہیں کہ وہ عبدالرحمٰن پہ رحم کرے اور اس کے قاتلوں کے ساتھ وہی معاملہ کرے جس کے وہ مستحق ہیں۔

آدم: جی ہاں، میں نے ان خبروں کے بارے میں سنا ہے اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ ہمارے النصرہ فرنٹ کے بھائیوں نے ان کی کو رہا کرنے کا مطالبہ بھی کیا تھا لیکن افسوس کہ اس وقت میرے پاس اتنی تفصیلات نہیں کہ میں اس پورے واقعے پر کوئی بات کر سکوں یا اپنا تبصرہ پیش کروں، بہر حال قبول اسلام کے بعد قتل کر دینے والی اس خبر نے اگر یہ درست ہے تو مجھے بالکل بھی حیران نہیں کیا ہے کیونکہ اس گروہ نے بہت بڑی تعداد میں بہت سے مقاصد میں کمزور افراد، مجاہدین اور ان کے مددگاروں کے قتل عام میں ملوث رہا ہے، اب یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ ان کے کچھ عناصر ہیں جو کہ ان کے کارپردازان میں بھی ہیں جن کے لیے عرصے سے دلوں میں رتی برابر بھی عزت برقرار نہیں رہی ہے۔

ری سر جنس: شاید اس مقام پہ اگر اس گروپ (دولت اسلامیہ) کا مختصر پس منظر بیان کر دیا جائے اور مختصراً یہ بیان کر دیا جائے کہ یہ گروپ پچھلے چند مہینوں اور سالوں سے عراق اور شام کے خطوں میں کیا کرتا رہا ہے، تو یہ ان قارئین کے لیے فائدہ مند ثابت ہو گا جو خبریں باقاعدگی سے نہ سنتے ہوں۔

آدم: صحیح! اس طویل قصے کو جتنا مختصر کیا جا سکتا ہے مختصر کرتے ہیں۔ ۲۰۰۴ میں شیخ ابو مصعب الزرقاوی (رحمہ اللہ) جو کہ عراق میں موجود ''توحید والجہاد'' نامی ایک گروپ کے قائد تھے، نے تنظیم القاعدۃ الجہاد کی قیادت کے ہاتھ پہ بیعت کا اعلان کیا۔ اس اعلان کے بعد ان کے گروپ کا نام ''القاعدۃ فی بلاد الرافدین'' رکھا گیا۔ یہ گروپ بیعت سے پہلے اور بعد میں بھی صلیبیوں اور ان کے رافضی شیعہ حامیوں کے عراق کے قبضے کے خلاف لڑنے والا سب سے مہلک اور موثر قوت کے طور پہ سامنے آیا تھا۔

شیخ ابو مصعب الزرقاوی رحمہ اللہ کی ۲۰۰۶ء میں ہونے والی شہادت کے بعد اس جماعت کی قیادت شیخ ابو حمزہ المہاجر (رحمہ اللہ) کی طرف منتقل ہو گئی تھی جو کہ جماعت الجہاد مصر کے سابقہ رکن تھے۔ انہوں نے جلد ہی شیخ ابو عمر البغدادی (رحمہ اللہ) کی قیادت میں جماعت کے تحلیل ہو جانے اور دولت اسلامیہ عراق کے قیام کا اعلان کر دیا (یہ اعلان القاعدہ کی مرکزی قیادت سے مشورہ کیے بغیر کیا گیا)۔ دولت اسلامیہ عراق نے بھی قیام کے بعد القاعدہ کی مرکزی قیادت کے ہاتھ پہ بیعت کی مگر اس بار عراق میں موجود بھائیوں کی درخواست پہ اس بیعت کو خفیہ رکھا گیا۔

دولت اسلامیہ عراق ابتدا ہی سے متنازعہ رہی اور عراق اور ہر جگہ یہ محسوس کیا گیا کہ اس کے قیام کا انداز اور اس کی کچھ پالیسیاں جہاد کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود القاعدہ کی قیادت' دولت اسلامیہ عراق کا ساتھ دیتی رہی اور اس کے ساتھ

ساتھ پس پردہ انہیں مشورے اور ہدایات بھی دیتی رہی اور ان کی اصلاح کے لیے کام بھی کرتی رہی۔

پھر ۲۰۱۰ء میں شیخ عمر البغدادی اور شیخ ابو حمزہ المہاجر شہید ہو گئے (رحمہما اللہ)۔ ان کی شہادت کے بعد ہی دولت اسلامیہ کی نئی قیادت سامنے آئی جو کافی حد تک القاعدہ کی قیادت کے لیے غیر معروف تھی۔ اس نئی قیادت (جس کے قائد ابو بکر البغدادی تھے) نے بھی القاعدہ کے ہاتھ پہ بیعت کی اور واضح انداز میں اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ القاعدہ کے قائدین کی سمع وطاعت کریں گے۔

مگر جلد ہی ایسا نظر آنے لگا کہ یہ نئی قیادت اس معیار کی نہیں جو معیار پرانی قیادت کا تھا۔ تاہم، القاعدہ پہلی کی طرح ہی صبر کا مظاہرہ کرتی رہی اور اس نے اس کا ساتھ دینے کے ساتھ ساتھ اصلاح کے لیے مشورے دینے کی دوجہتی حکمت عملی کو جاری رکھا۔

۲۰۱۳ء کے شروع میں، دولت اسلامیہ اور اس کے چند کمان دانوں اور جنگ جوؤں 'جن کو اس نے شام کے انقلاب میں مسلمانوں کی مدد کرنے اور نصیریوں اور رافضیوں کی درندگی سے بچانے کے لیے ادھر بھیجا تھا، کے درمیان تنازعہ پیدا ہو گیا۔ بغدادی اور اس کے نائبین اپنی دانست میں اندرونی تنظیمی معاملات ''حل'' کرنے شام پہنچے اور اس سے کئی گنا بڑا ایک نیا مسئلہ پیدا کر دیا! جس کے شامی جہاد اور پوری امت مسلمہ پہ دوررس منفی نتائج نکلیں گے۔ ان کا ''حل'' ایک اور ''دولت'' کے قیام کا اعلان کرنا تھا جس کا نام دولت اسلامیہ فی العراق والشام ہے اور اسے داعش بھی کہا جاتا ہے۔

شام میں ہر جانب سے ایک اور ''ریاست'' کے قیام کے اس یک طرفہ اعلان (جو کہ ایک مرتبہ پھر القاعدہ کی مرکزی قیادت کیے مشورے کے بغیر کیا گیا تھا) پہ حیرت اور اس فعل کو نامناسب سمجھتے ہوئے اس پہ غصے کا اظہار کیا گیا اور اسے دشمنوں کے لیے ایک تحفے اور ایک تنظیم کی جانب سے شامی جہاد کو اغوا کرنے اور اس کے ثمرات چرانے کی کوشش کی طور پہ دیکھا گیا۔

جیسے ہی بغدادی اور اس کے کمان دان داعش کے اعلان کے بعد شام میں داخل ہوئے تو ان کے اور دیگر مجاہدین گروپوں کے درمیان چپقلش بڑھتی چلی گئی۔ ان مجاہدین گروپوں کو داعش نے اپنے قیام کے فوراً بعد ہی سے بغاۃ (باغی کی جمع)، گمراہ، بیرونی قوتوں کے ایجنٹ یا ''صحوات'' (''قومی لشکر'') کہنا شروع کر دیا جیسے کہ امریکیوں اور ان کے دُم چھلوں نے عراق میں قابض ہونے کے بعد مجاہدین سے لڑنے کے لیے بنائے تھے۔ دوسروں لفظوں میں انہوں نے ان پہ مرتد ہونے کا الزام عائد کر دیا۔

صورت حال خراب ہوتی چلی گئی اور نوبت آپس کی لڑائیوں اور خون بہنے تک آ پہنچی۔ خصوصاً جب سے داعش سے وابستہ لوگوں نے نظام حکومت کے خلاف لڑنے والے خطِ اول کے مجاہدین کے لیے آنے والا اسلحہ، اسباب حرب اور دیگر سامان ضرورت چرانا، ان کے معسکرات، رہنے کی جگہیں اور سامان ضرورت کے ڈپو ان سے چھیننا، مختلف بہانوں سے دوسرے گروپوں کے کمان دانوں اور جنگ جوؤں کو قتل اور اغوا کرنا اور شامی انقلاب سے وابستہ سیکڑوں مقامی کارکنوں، فلاحی رضاکاروں اور میڈیا سے وابستہ افراد کو قید اور لاپتہ کرنا شروع کر دیا۔

بالآخر، جنوری ۲۰۱۴ء کے شروع میں یہ چھوٹا سا مسئلہ ایک مکمل جنگ میں تبدیل ہو گیا جس میں ایک فریق تو داعش تھی اور دوسری جانب اکثر شامی مجاہدین اور انقلابی تھے۔ جنہوں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ ان پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کے داعش کی کھلی جارحیت سے اپنا اور اپنے جہاد کا دفاع کیا جائے جس کی صفوں میں اس کی شام میں آمد کے بعد اب کئی ممالک سے ہجرت کر کے آنے والے جنگ جو شامل ہو چکے ہیں۔

چونکہ داعش کی صفوں میں شامل افراد میں شامی باشندوں کی تعداد پہلے بھی اور اب بھی کافی کم ہے، اس وجہ داعش نے اس سارے واقعے کو اس طرح ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ یہ مہاجرین پہ حملہ ہے، جو کہ حقیقت میں درست نہیں، بلکہ یہ تو شام میں جہاد کے دفاع اور اس کو پٹڑی سے اترنے سے بچانے کی ایک کوشش تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ داعش کا زیادہ تر غیر شامی افراد پہ مشتمل ہونا ایک اتفاق تھا یعنی اگر سو فی صد شامیوں پہ مشتمل ایک گروہ بھی وہی حرکتیں کرتا جو داعش نے کیں تو اسے بھی ویسے ہی ردعمل کا سامنا کرنا پڑتا۔

جنگ کے شعلے پوری طرح بھڑکنے سے پہلے فریق ثالث کی جانب سے فتنے کی اس آگ پہ قابو پانے اور تنازعات کا خود مختار شرعی عدالت میں فیصلہ کروانے کی لاتعداد کوششیں کی گئیں؛ اور جنوری میں ہونے والی بڑی جھڑپوں کے بعد اس آگ کو مزید پھیلنے سے روکنے کی کوششیں بھی مزید زور پکڑ گئیں۔ مگر اس میں ثالثی کا کردار ادا کرنے والا آخر میں اسی نتیجے پہ پہنچا کہ ایک گروہ۔۔ داعش۔۔ کا اس فتنے کو ختم کرنے کا اور دیگر مجاہدین اور مسلمانوں سے پیدا ہونے والے تنازعات میں شرعی اصولوں کی پاس داری کا کوئی ارادہ نہیں۔ اس کی وجہ سے کئی ایسے لوگ جو کبھی اس کے بڑے حامیوں میں سے ہوا کرتے تھے، آج اس گروہ کی اصل حقیقت اور دھوکے اور فریب پہ مبنی اس کے غیر اسلامی ہتھکنڈوں سے واقف ہونے کے بعد اس سے دوری اختیار کرنے پہ مجبور ہو گئے۔

اور اس طرح مصالحت کرنے پہ راضی نہ ہونے کی وجہ سے لڑائی زور پکڑتی گئی اور دونوں جانب لاشیں گرتی رہیں۔ میں آپ کو اس فتنے کی سنگینی اور اس میں داعش کے کردار سے آگاہی کے غرض سے یہ بتاتا ہوں کہ داعش نے چند ہی ہفتوں کے دوران شام میں موجود دیگر گروپوں کے مراکز اور پھاٹکوں پہ تقریباً چوبیس خود کش حملے کیے۔ جب کہ اس کے برعکس اس نے جنوری میں شروع ہونے والی آپس کی لڑائیوں اور اپنی شام میں آمد کے درمیانی عرصے میں شامی حکومت کے اہداف پہ فقط آٹھ شہیدی حملے کیے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ بلا تفریق قتل اور بڑے پیمانے پہ کیے جانے والے مظالم محض محارب مجاہدین تک ہی محدود نہیں رہے بلکہ ان علاقوں میں جہاں لڑائی جاری ہے وہاں اس میں نہتے مسلمانوں کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حلب کے نزدیک ایک گاؤں میں ابواسید الازبکی کی زیر قیادت داعش کے روسی زبان بولنے والے ایک دستے کے جنگ جوؤں کے ہاتھوں عام شامی باشندوں جس میں بچے بھی شامل ہیں، کے قتل کی ویڈیو میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اسی میں عراق کی سرحد کے قریب دیر الزاور کے صوبے میں چند ہی ہفتوں کے دوران ہونے والے ایک ہی گاؤں کے سیکڑوں باشندوں کا قتل عام بھی شامل ہے۔

مجاہدین کے ان قائدین اور کمانڈانوں کی اگر بات کی جائے جن کے قتل کا داعش اعتراف کر چکی ہے (یا کم از کم ان کے قتل میں ملوث ہونے کی تردید نہیں کی)، تو ان میں شیخ ابو خالد السوری رحمہ اللہ، شیخ ابو مصعب السوری فک اللہ اسرہ کے سابقہ نائب، ابو عبید اللہ المیتیشی رحمہ اللہ، محمد فارس رحمہ اللہ، ڈاکٹر ابو ریان رحمہ اللہ، احرار الشام کے کمان دان ابو محجن رحمہ اللہ، ابو سعد الحضرمی رحمہ اللہ اور جبہۃ النصرہ (شام میں القاعدہ کی شاخ) کے ابو محمد الفاتح حفظہ اللہ اور ان کے بھائی، بیویاں اور بچے اور اس کے علاوہ کئی افراد جن کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا شامل ہیں۔

جہاں تک داعش کی جانب سے شام کے مجاہدین کو مرتد سمجھنے کا تعلق ہے تو یہ بات اب منظر عام پہ آچکی ہے اور خفیہ نہیں رہی۔ مثال کے طور پہ داعش کی لجنہ شرعیہ کی جانب سے ۱۶ جمادی الآخر ۱۴۳۵ھ کو جاری ہونے والے ایک بیان سے رجوع کیا جا سکتا ہے جس کے مطابق جبہۃ الاسلامیہ کی قیادت اور اس کے ارکان کی اکثریت مرتد ہے اور اس میں تکفیری استدلال کے ذریعے ان کے خلاف اسی طرح لڑنے جس طرح مرتدین کے خلاف لڑا جاتا ہے، کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ دوسروں کو مرتد کہنے کے اس عمل میں جبہۃ النصرہ اور پھر عمومی طور پہ القاعدہ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

یہ سب القاعدہ کی عراقی شاخ سے قطع تعلقی کر لینے کے بعد ہوا جس سے القاعدہ نے یہ ظاہر کر دیا کہ وہ اس فتنے میں اس کا ساتھ نہیں دے گی اور داعش کی مسلمانوں کی بے بنیاد تکفیر کرنے کو، ناحق ان کو قتل کرنے اور ان کے ساتھ لڑائی کرنے کو اور اپنے تنازعات میں شریعت کی طرف رجوع نہ کرنے کی مذمت کی۔

یہ دولت اسلامیہ نامی گروہ کی مختصر کہانی ہے اور یہ کہانی ابھی بھی جاری ہے۔ اس گروہ کی تازہ ترین گمراہی یکطرفہ طور پہ "خلافت" کا اعلان کرنا ہے اور مجاہدین کے تمام دوسرے گروپوں کو اپنی بیعت کی طرف بلانا اور کھلم کھلا یہ اعلان کرنا ہے کہ جہاں بھی اس کے جنگ جو موجود ہوں گے وہاں دوسری تمام جماعتوں کی بیعتیں ختم ہو جائیں گی۔

ری سر جنس: آپ دولت اسلامیہ نامی گروہ کی چند نمایاں اور اہم گمراہیاں بیان فرمائیے گا۔

آدم: صحیح، مگر اس سے پہلے میں اپنے قارئین اور عراق، شام اور دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم اپنے بھائیوں کے سامنے ایک چیز واضح کرنا چاہوں گا۔ ہمارا مقصد ہر گز یہ نہیں ہے کہ ہم کسی شخص یا کچھ اشخاص کی جہادی کوششوں اور قربانیوں کو کم کرنے کی کوشش کریں یا جس کا جو حق ہے اس سے انکار کریں یا ان کو حاصل ہونے والی کامیابیوں کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کریں یا یہ کوئی ایسی بات کریں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ ان کا کوئی مثبت پہلو ہے ہی نہیں اور نہ ہی ہم ان کی یہ تصویر کھینچیں کہ گویا یہ تباہ ہو چکے ہیں۔

نہیں! بلکہ "کچھ شک نہیں کہ خدا نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ "(التوبۃ: ۱۲۰) اور حدیث میں آتا ہے کہ

> " اگر کوئی یہ کہے کہ لوگ تباہ ہو گئے ہیں تو یہ ان سب میں سے سب سے زیادہ تباہ ہونے والا ہے "(صحیح مسلم)۔

اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ ہماری توجہ کا مرکز کسی مسلمان کی غلطیاں یا کوتاہیاں نہیں ہیں چہ جائیکہ کوئی جماعت ہو جس میں سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مجاہدین ہیں۔

تاہم، اگر ہم واقعی اپنی اصلاح کرنا چاہتے ہیں اور کامیابی سے ہم کنار ہونا چاہتے ہیں اور اگر ہم واقعی شہدا اور قیدیوں کی قربانیوں سے وفا کرنا چاہتے ہیں اور اپنے سے پہلے گزرے ہوئے مجاہدین کا مشن پورا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں صاف گوئی سے کام لینا ہو گا۔ ہمیں گمراہی کو گمراہی، غلطی کو غلطی ہی کہنا ہو گا اور ہمیں تمام تر تکلفات کو ایک طرف رکھ کہ واضح طور پہ صحیح اور غلط کے درمیان فرق بیان کرنا ہو گا۔ ہمیں ایک ظالم کو ظلم سے اور ایک غلط کار کو غلط کاری سے روکنے کے لیے عملی اقدامات اٹھانے ہونگے اور جب تک وہ اپنے ظلم و زیادتی پہ قائم رہتا ہے، ہمیں اپنی امت کو اس کی مدد کرنے سے خبردار کرنا ہو گا۔

بصورت دیگر، ہم اپنی اور دوسروں کی غلطیاں دہراتے رہیں گے اور فتح یا کامیابی ہم سے دور رہے گی اور اللہ دنیا اور آخرت میں ہمارا محاسبہ کرے گا۔

دولت اسلامیہ کے گروہ کی چند نمایاں اور اہم گمراہیاں مندرجہ ذیل ہیں:

اول: مسلمانوں اور مجاہدین کو قتل کرنا اور ان پہ ظلم و زیادتی کرنا۔

دوم: دوسرے مجاہدین کے خلاف جنگ بند کرنے پہ آمادہ نہ ہونا اور ان کے ساتھ اپنے تنازعات میں شریعت اسلامی کے اصولوں کی پیروی سے انکار کرنا۔

سوم: مجاہدین کے تمام معروف علمائے دین کے فیصلوں، آراء اور مشوروں کو نظرانداز کرنا۔

چہارم: تکفیر میں غلو (شدت پسندی) سے کام لینا (یہ شاید باقی تمام گمراہیوں کی جڑ ہے)

پنجم: اسلام اور مسلمانوں کو لاحق بنیادی خطروں سے توجہ ہٹا کہ مسلمانوں کی دوسری جماعتوں کے ساتھ تنازعات پہ توجہ مرکوز کرنا، یا زیادہ سے زیادہ، ثانوی حیثیت کے حامل خطروں کو اولیت دینا۔

ششم: امت کے حل وعقد کے مشورے اور ان سے منظوری کے بغیر اپنے امیر کو پوری امت کا واحد شرعی امیر تصور کرنا اور مسلمانوں پہ اپنی حکومت کو بزور مسلط کرنا۔

ہفتم: مختلف میادین جہاد میں موجود مجاہدین کے درمیان فتنہ پھیلانا، اختلافات پیدا کرنا اور ان کے صفوف کو توڑنے کی کوشش کرنا۔

ری سر جنس: ابو مصعب الزرقاوی رحمہ اللہ ایک ایسا نام ہے جس کا صرف نام لینا ہی امریکیوں اور کفار کے دل میں دہشت پیدا کر دیتا ہے۔ آپ کا شیخ ابو مصعب الزرقاوی رحمہ اللہ کے ساتھ ذاتی تعلق تھا۔ کیا آپ اس نام کے حامل انسان کے ساتھ گزرے لمحات کی یادوں میں سے کچھ ہمیں بتا سکتے ہیں؟

آدم: میں سب سے پہلے ۱۹۹۹ء کے اوائل میں ابو عائذ الفلسطینی رحمہ اللہ کے مکان میں شیخ ابو مصعب الزرقاوی رحمہ اللہ سے ملا۔ یہ اردنی شاہ حسین کی موت کے کچھ عرصے بعد کی بات ہے جب شیخ ابو مصعب الزرقاوی رحمہ اللہ کو اردنی جیل سے چھوٹے کچھ ہی مہینے گزرے تھے۔ اگلے چند سالوں اور مہینوں کے دوران میں نے انہیں افغانستان کی کئی جگہوں پہ دیکھا۔ مثلاً جب میں خالدن میں شیخ ابو عبداللہ المہاجر رحمہ اللہ کے نام سے منسوب ایک مدرسے میں تھا تو مجھے یاد ہے کہ میں انہیں دیکھا تھا۔

وہ شیخ منصور الشامی رحمہ اللہ، ان کے بہنوئی ابو انس، ابو اسلام الجیوسی اور ان کے بیٹے اسلام کے ہمراہ آئے تھے۔ یہ تمام افراد میرے خیال میں حال ہی میں اردن سے آئے تھے اور وہ شیخ ابو عبداللہ (شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ) کے ساتھ بیٹھے کافی دیر تک امت کے حالات کے بارے میں تبادلہ خیال کرتے رہے۔ یہ بات تو شاید آپ جانتے ہی ہوں گے کہ شیخ ابو مصعب الزرقاوی رحمہ اللہ، شیخ ابو عبداللہ رحمہ اللہ سے بہت متاثر تھے اور بعد میں انہوں نے ہرات میں قائم اپنے ایک معسکر میں پڑھانے کے لیے ان کو دعوت بھی دی۔

ایک اور مرتبہ میری ان سے ملاقات تب ہوئی جب میں ابو زبیدہ بھائی فک اللہ اسرہ کے ساتھ ناشتے کی دعوت پہ کابل کے نزدیک وزیر اکبر خان میں واقع شیخ ابو مصعب رحمہ اللہ کے گھر گیا۔ شیخ ابو زبیدہ فک اللہ اسرہ کی ایک ''رسمی پالیسی'' یہ تھی کہ جب بھی کوئی انہیں مہمان کے طور پہ کھانے کی دعوت پہ بلاتا تو وہ صرف ایک شرط پہ اسے قبول کرتے اور وہ یہ کہ وہ اپنے مہمان خانے میں موجود تمام بھائیوں کو اپنے ہمراہ لائیں گے۔ عموماً ان کی تعداد دس سے پندرہ ہوتی تھی۔ مگر یہ چیز بھی لوگوں کو انہیں دعوت پہ بلانے سے نہ روکتی تھی کیونکہ مجاہدین عمومی طور پہ بہت سخی دل کے مالک ہوتے ہیں۔

تو ہوا یوں کہ جب میں ابو زبیدہ فک اللہ اسرہ کے ساتھ رہ رہا تھا تو شیخ ابو دجانہ پاشا رحمہ اللہ نے ہمیں رات کے کھانے پہ بلایا، اور کچھ دنوں بعد شیخ ابو مصعب رحمہ اللہ نے ہمیں ناشتے پہ بلایا، جو کہ ظاہری سی بات ہے کہ ایک روایتی عراقی ناشتہ تھا۔ بہت سی ڈشیں جو کہ زیتون کے تیل میں تیر رہی تھیں۔ یہ ان کھانوں سے مختلف تھا جن کے ہم عادی تھے مگر اچھا تھا۔

جیسا کہ شیخ ابو محمد المقدسی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو مصعب الزرقاوی رحمہ اللہ میں قائد بننے کی تمام صلاحیتیں موجود تھیں۔ اس بات کی صداقت واضح طور پہ میرے ذہن اُس وقت بیٹھ گئی جب ۲۰۰۱ء کے اوائل میں میری شیخ ابو مصعب الزرقاوی رحمہ اللہ سے کابل میں غیر متوقع اور اتفاقاً ملاقات ہوئی۔

ہوا یوں کہ میں قندھار میں موجود اپنے ایڈیٹر کو اپنی واپسی کے بارے میں اطلاع دینے کے لیے فون کرنے کے لیے ایک دکان میں داخل ہوا جس کو وہاں پی سی او (پبلک کال آفس) کہا جاتا ہے۔ جب میں پی سی او میں داخل ہوا تو میں نے شیخ ابو مصعب رحمہ اللہ کو ایک اور بھائی کے ہمراہ وہاں پایا۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو وہ مسکرا دیے، اُن کی مسکراہٹ سے ایسی دلآویز تھی کہ جس سے ایک پورا شہر روشن ہو سکتا تھا، انہوں نے میرا نام لے کہ مجھے مخاطب کیا اور مجھ سے معانقہ کیا گویا کہ پورے افغانستان میں انہیں سب سے زیادہ عزیز میں ہی ہوں۔ حالانکہ میں اس وقت وہاں موجود سیکڑوں نوجوان مہاجرین میں سے ایک تھا اور ایسا کبھی بھی نہیں ہوا تھا کہ میں نے ان کے ساتھ بیٹھ کر کوئی انفرادی ملاقات کی ہو۔ بلکہ اس سے پہلے ہمارا تعلق تو اچانک ہو جانے والی چند ملاقاتوں اور آپس میں سلام دعا وغیرہ کرنے اور استقبالی کلمات کے تبادلے تک محدود تھا۔

میرے خیال میں اس طرح کے اخلاق اور شخصیت کا حامل ہونا ان بنیادی چیزوں میں سے ایک ہے جس نے محض دو یا تین سالوں کے اندر سترہ مجاہدین کے ایک گروپ کو تقریباً بیس ہزار نفوس پہ مشتمل دشمنوں کو دہشت زدہ کر دینے والی ایک لڑاکا قوت میں تبدیل کرنے میں شیخ ابو مصعب الزرقاوی رحمہ اللہ کی مدد کی۔

شیخ ابو مصعب الزرقاوی رحمہ اللہ کی ایک اور یادداشت جو میرے ذہن میں موجود ہے وہ قندھار کے انخلا کے فیصلے سے تقریباً دس دن قبل ہونے والا ایک واقعہ ہے۔ میں گردیز اور خوست کے درمیان سڑک پہ واقع ستاکندو نامی ایک درے میں دو ہفتے گزارنے کے بعد واپس قندھار آیا تھا۔ کابل کے انخلا کے بعد اس درے میں مجاہدین کی ایک اچھی خاصی تعداد جمع تھی۔

اس وجہ سے میں نے ادھر دو ہفتے اس حالت میں گزارے تھے کہ میں باہر کچھ درختوں کے نیچے سوتا تھا اور میں اس وقت انتہائی شدت سے نہانا اور کپڑے بدلنا چاہ رہا تھا۔ میں نے کابل جانے کے لیے قندھار سے نکلتے وقت ہمارے جریدے کے نئے دفتر کے لیے تیار ہونے والی ایک جگہ پہ اپنا سامان رکھا تھا (یہ حال ہی میں تعمیر کی گئی تھی مگر اس کو حقیقت میں استعمال کرنے کی نوبت کبھی بھی نہیں آئی)۔ لہٰذا میں نئے کپڑے اور ضرورت کی چند اور اشیاء لینے

کے لیے دفتر گیا۔ جب میں ادھر پہنچا، تو ادھر امیر المومنین کے نائب اور قندھار میں موجود دیگر عرب گروپوں کے قائدین اور نمائندوں کا ایک اجلاس جاری تھا یا ابھی شروع ہوا تھا۔ اس اجلاس میں تقریباً سات یا آٹھ لوگ موجود تھے۔

ان میں القاعدہ، جماعت الاسلامیہ مصر، اور امیر خطاب رحمہ اللہ (چیچنیا کے ایک معروف عربکمان دان) کے گروپ کے نمائندے موجود تھے۔

ابو زبیدہ فک اللہ اسرہ بھی موجود تھے اور ان کے ساتھ شیخ ابو مصعبؒ بھی۔ وہ کالے رنگ کے کپڑوں میں ملبوس تھے۔ ایک لمبا کالا کرتا اور کالی شلوار۔ وہ امیر المومنین کے نائب سے قندھار کی صورت حال کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اور یہ کہ آیا کہ انخلا کی کوئی منصوبہ بندی کی گئی ہے یا نہیں اور یہ کہ انخلا کے وقت آپس میں رابطہ کیسے رکھا جائے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مزارِ شریف، ہرات، کابل اور دوسرے شہروں میں ہونے والے اچانک اور غیر منظم انخلا کے بجائے ہم پیشگی اطلاع کے ساتھ ایک محفوظ اور منظم انخلا میں کامیاب ہو سکیں۔

آپ کو یہ بات تو یاد ہی ہو گی کہ قندھار پہ بغیر کسی وقفے کے چوبیس گھنٹے بمباری جاری تھی۔ لہٰذا ان حالات میں اس اجلاس کا انعقاد بذات خود ایک بہت بڑا رسک تھا۔ لیکن جس چیز نے اس صورتحال کو مزید خطرناک بنا دیا تھا وہ یہ کہ جب اجلاس شروع ہونے والا تھا تو کوئی اس جگہ سے سیٹلائٹ فون استعمال کر رہا تھا، جو کہ ظاہری سی بات ہے کہ کوئی عقلمندانہ فعل نہ تھا۔

مجھے خاص طور سے یاد ہے کہ امیر المومنین کے نائب اندر داخل ہوئے، فون کی طرف دیکھا، آسمان پہ چکر کاٹتے جیٹ طیاروں کو دیکھا اور فون استعمال کرنے والے شخص سے کہا، "تم اس جگہ بمباری کروانا چاہتے ہو"۔

بہر حال، میں نے اپنی اشیا کے بارے میں دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ ان کو یہاں سے شہر کے دوسرے حصے میں واقع ایک مکان میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ میں ادھر گیا، اپنے کپڑے اٹھائے اور ایک عوامی حمام کا رخ کیا۔ یہاں میں نے ایک یا دو گھنٹے کا وقت گزارا (یا اتنا وقت جتنا میرے بدن پہ جمی ہوئی مٹی اور پسینے کی تہوں کو اتارنے میں لگا)۔ یہاں سے میں شیخ ابو حفص الموریطانی فک اللہ اسرہ کے گھر آ گیا، جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے شیخ کو بتایا کہ میں دفتر گیا تھا اور ادھر ایک اجلاس جاری تھا۔ اس پر انہوں نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور ہاتھ میں پکڑے واکی ٹاکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "مجھے معلوم ہے۔ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس پر ابھی بمباری ہوئی ہے"۔

میں بلا مبالغہ سکتے میں آ گیا اور میں ایک تکلیف دہ صورت حال کی توقع کرنے لگا۔ مگر انہوں نے فوراً ہی مجھے یقین دہانی کروائی کہ اس میں کوئی شہادت نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی شدید زخمی ہوا ہے۔ جس سے مجھے ان کے چہرے کی مسکراہٹ کا مطلب واضح ہو گیا۔ شیخ ابو مصعب الزرقاوی رحمہ اللہ سمیت وہ تمام وہیں بیٹھے تھے کہ دو بم یا میزائل فضا سے دفتر کی عمارت پہ آ کر لگے۔ جس کی وجہ سے عمارت کی چھت ان کے اوپر آ گری۔

لیکن سبحان اللہ، وہ مزید جہاد کرنے کے لیے محفوظ رہے اور ان میں سے زیادہ تر آج بھی زندہ ہیں؛ شیخ الزرقاوی رحمہ اللہ بھی اسی واقعے کے بعد عراق پہ امریکی قبضے کے خلاف جہاد کی کمان کرنے عراق گئے۔ جب الزرقاوی رحمہ اللہ صلیبیوں کی تباہی کا بنیادی کردار اور عراق میں ان کے اول درجے کے دشمن بن گئے تو میں اکثر تعجب سے یہ سوچا کرتا تھا کہ اگر امریکی یہ جانتے ہوتے کہ وہ افغانستان میں ان کو شہید کرنے کے کتنے قریب پہنچ چکے تھے اور اُنہوں نے اُس دن کتنا اچھا موقع گنوا دیا تھا تو یقیناً اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے منہ نوچنے لگتے!

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ (الانفال: ۳۰)

"اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اس وقت کو یاد کرو) جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا جان سے مار ڈالیں یا (وطن سے) نکال دیں تو (ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے اور (ادھر) خدا چال چل رہا تھا اور خدا سب سے بہتر چال چلنے والا ہے"۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

فضا میں رنگ، ستاروں میں روشنی نہ رہے
ہمارے بعد یہ، ممکن ہے زندگی نہ رہے
خیالِ خاطرِ احباب واہمہ ٹھہرے
اِس انجمن میں کہیں رسمِ دوستی نہ رہے
فقیہہ شہر کلامِ خُدا کا تاجر ہو
خطیبِ شہر کو قرآں سے آگہی نہ رہے
قبائے صُوفی و مُلّا کا نرخ سستا ہو
بِلال چُپ ہو، اذانوں میں دلکشی نہ رہے
نوادراتِ قلم پر ہو مُحتسب کی نظر
مُحیط ہو شبِ تاریک، روشنی نہ رہے
اِس انجمن میں عزیزو! یہ عین ممکن ہے
ہمارے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہے

آغا شورش کاشمیریؔ

اے میرے اللہ تو گواہ رہنا!

ہم نے تیرے دین کے لیے اپنی دنیا کو قربان کر دیا!

تیرے نیک بندوں کی آزادی کی خاطر دنیا کے تاریک ترین زندانوں کو آباد کیا!

امت کی ماؤں کے سکھ کی خاطر اپنی ماؤں کو غمگین چھوڑ دیا!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ شریعت کی سربلندی و نفاذ کی خاطر اپنی ذات کو پست کر دیا!

اپنے ہنستے بستے گھروں کو امت کے فقراء و مساکین کے تباہ حال گھروں کی آبادی کی خاطر چھوڑ دیا!

اے میرے اللہ تو گواہ رہنا!

ہم اپنے ماں باپ کو ضعیف العمری کی حالت میں صرف اس وجہ سے سہارا نہ دے سکے کہ امت کے کمزور ناتواں بے سہارا ہاتھوں نے ہاتھ ہماری طرف بڑھا دیے تھے!

اپنے محبوب بہن بھائیوں کے چہرے صرف اس سبب بھلا دی کہ امت واحدہ کا روشن چہرہ ملکی، قومی، وطنی، لسانی تقسیم میں اوجھل نہ ہو جائے!

اے اللہ تو گواہ رہنا ہم اپنے پیاروں کی یاد میں اپنے کلیجوں کو جلاتے رہے اس سبب کہ امت کی ماؤں کے کلیجے ٹھنڈے کر سکیں!

اے پاک غیرت مند قدر دان رب اگر ہم اپنے قول میں سچے ہیں تو اللہ ہمیں اپنے مقاصد میں کامیاب فرما، اپنی نصرت کے دروازے ہم پر کھول دے، اپنے فرشتوں کے ذریعے ہماری مدد فرما اور اگر ہمارے اخلاص میں کمی ہے تو اے ہمارے رب! ہماری اصلاح فرما---!!!

مت پوچھو!

میں چیخنا چاہتا ہوں دل کے غبار کو ہلکا کرنا چاہتا ہوں رونا چاہتا ہوں مگر کوئی جگہ بھی نہیں پاتا !

سارا دن آنکھوں میں حلب کے مناظر رہتے ہیں خود کو قصوروار سمجھنے لگ گیا ہوں !

کیا جواب دینگے ہم ؟

اسکا جواب نہیں ہے میرے پاس!

وہ لاکھوں شہداء ,, اسیر اور اور محصورین اگر انہوں نے کل اللہ کے دربار میں میرا گریبان پکڑ لیا تو کیا نظر ملا پاؤنگا ؟

جسکی رسالت کا ہم اقرار کرتے ہیں جب انکے سامنے ہمیں جانا پڑا تو کیا ہم سامنا کر پائینگے ؟

اگر انہوں نے ہم سے پوچھ لیا کہ جب تمہارے سامنے میری امت کا خون بہایا جارہا تھا کیوں خاموش رہے تم؟ کیوں نہ نکلے تم؟

میری امت تمہیں پکارتی رہی ندائیں دیتی رہی کیا اتنے بے حس ہوگئے تھے تم کہ دو بول بھی نہ بول سکے ؟

کیا جواب ہوگا میرا؟

حلب کا مطلب تو نہیں پتا مگر اتنا جان لیا ہے حلب ایک زخم ہے جو سینہ پہ بہت ہی گہرا لگا ہے اتنا گہرا کہ رات ہو دن عبادات میں ہو یا حصول رزق میں!

بس خیال حلب کا رہنے لگ گیا ہے !

ایسا لگتا ہے گویا جسم کا ایک عضو کٹ چکا ہے !

اتنی تکلیف ہے اس سے کہ بس چاہے دنیا کی نظر میں میں کتنا ہی بلند کیوں نہ ہوں میں اپنی ہی نظر میں گر گیا ہوں۔۔!

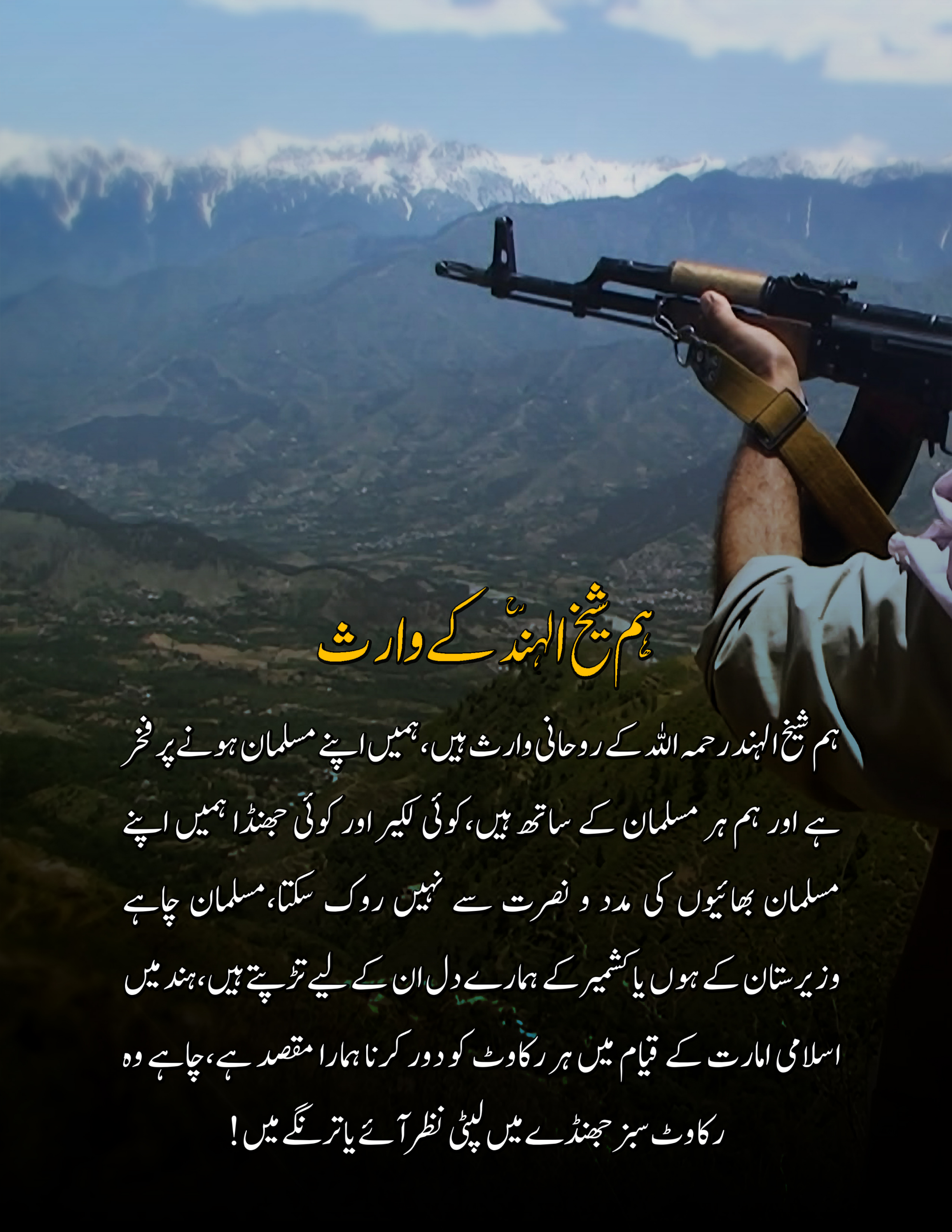


اے دین کے مجاہد! تو کہاں چلا گیا ہے؟



یہ مصطفیٰ ﷺ کی اُمت کب سے سسک رہی ہے

کیا غیرتِ مسلماں ناپید ہو گئ ہے؟


ہم شیخ الہندؒ کے وارث
ہم شیخ الہند رحمہ اللہ کے روحانی وارث ہیں، ہمیں اپنے مسلمان ہونے پر فخر
ہے اور ہم ہر مسلمان کے ساتھ ہیں، کوئی لکیر اور کوئی جھنڈا ہمیں اپنے
مسلمان بھائیوں کی مدد و نصرت سے نہیں روک سکتا، مسلمان چاہے
وزیرستان کے ہوں یا کشمیر کے ہمارے دل ان کے لیے تڑپتے ہیں، ہند میں
اسلامی امارت کے قیام میں ہر رکاوٹ کو دور کرنا ہمارا مقصد ہے، چاہے وہ
رکاوٹ سبز جھنڈے میں لپٹی نظر آئے یا ترنگے میں!

بھارتی جارحیت اور جرنیلی مصروفیات و ترجیحات

رحمت اللہ جوگیزئی

یوں تو لائن آف کنڑول کشمیر بارڈر پر بھارتی جارحیت کا سامنا کرنا عام آبادی کے لیے روزانہ کا معمول ہے جس کے جواب میں پاکستانی حکومت اور افواج کا اقوام متحدہ کے دفاتر میں شکایت جمع کرادینا اور ''منہ توڑ جواب'' کے دعوے کرنا اور دھمکیاں دینا ہی کافی سمجھا جاتا تھا لیکن اس دفعہ صرف بھارتی جانب سے معاملات کچھ سنجیدہ رخ اختیار کرتے دکھائی دے رہے ہیں، البتہ جو اطمینان سکون اور اعتماد پاکستانی افواج کو میسر ہے بھارتی جارحیت اور دھمکیوں کے جواب میں پاکستان کی خاموشی معنی خیز ہے۔ اس سارے معاملے میں جس طرح پاکستانی میڈیا واقعات کی کوریج کر رہا ہے اس قسم کی مبالغہ آرائی عام حالات میں پاکستانی عوام شاید فکشن فلموں میں بھی نہ ہضم کر سکیں۔

مثال کے طور پر انڈین شیلنگ کے نتیجے میں عام شہریوں کی شہادتوں کے بعد عموماً آئی ایس پی آر یہی بیان دیتا ہے کہ پاک فوج کی بھرپور جوابی کارروائی سے کئی بھارتی چوکیاں تباہ... پاکستانی میڈیا کی ذہنی بلوغت اور ان کے دل ودماغ پر چھائے فوج کے رعب کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ ایک کھلونا سائز کے چھوٹے کیمرا ڈرون کو جو اس وقت میڈیا ہاؤسز بھی جلسوں کی کوریج کے لیے استعمال کرتے ہیں'اس کے مار گرانے کے پاکستانی دعوے کو اخبارات کی شہ سرخی اور ٹی وی چینلز پر گھنٹوں بریکنگ نیوز چلا کر عوام کو مطمئن کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ بمشکل ایک فٹ کا ڈرون جس کو غلیل سے بھی گرایا جاسکتا تھا، اسے گرا کر ایسے خوشی منائی گئی جیسے وہ ڈرون اسی سائز کا تھا جو وزیرستان میں قبائل پر میزائل برسانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح بھارتی بحریہ کی آبدوز کے پاکستانی حدود کے قریب سے بحفاظت گزرنے کو بھی ایسے پروجیکٹ کیا گیا جیسے بھارتی آبدوز سی پیک راہداری کو ہڑپ کرنے کے مشن پر آئی تھی جس کو ناکام بنا دیا گیا۔ اگر بھارت پر رعب جمانے کا واقعی شوق تھا تو آبدوز پر کوئی چھوٹا موٹا حملہ کرنے کی ہی جرأت فرما لیتے! لیکن ایسی جرأت کرنے کے لیے ایمانی قوت بھی چاہیے اور دل گردہ بھی! اور پاکستانی فوج کے ہاں اِنہی دونوں کا تو قحط ہے!

کئی صحافی، اینکرز اور کالم نگار جن کے مضامین، پروگراموں اور تجزیوں سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ان کی تنخواہ آئی ایس پی آر کی جانب سے سپانسر کر دی گئی ہے۔ پاک بھارت معاملے سمیت دوسرے سیاسی انتظامی معاملات میں بھی یہ حضرات' سپہ سالارِ وقت کی بیک وقت ''آن'' اور ''آف دی ریکارڈ'' موقف کی وکالت اور اس کی مدح سرائی میں مصروف نظر آتے ہیں...اور کیوں نہ ہوں ایسا نہ کرنے اور اسٹیبلیشمنٹ پر کسی قسم کی تنقید کے نتائج چینلز کی بندش، سلیم شہزاد کی طرح منڈی بہاؤالدین کی نہر سے مسخ شدہ لاش، ٹارگٹ کلنگ یا کسی پلاٹ کے سکینڈل اور غیر اخلاقی سرگرمیوں کی تصاویر اور وڈیو کلپس کے افشا کیے جانے کی صورت میں سامنے آسکتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اس قسم کے ویڈیو کلپس، تصاویر اور سکینڈلز سے نہ ان صحافیوں کی صحت پر اثر پڑتا ہے نہ میڈیا ہاؤسز کے مالکان ان کی بولیاں لگانے سے باز آتے ہیں۔ پھر بھی ان حالات میں مناسب یہی ہے کہ وہی راگ الاپا جائے جس کی ''کمپوزنگ'' خاکیوں نے کی ہو۔

کچھ صحافیوں نے سیاسی قیادت کو مارشل لا سے ڈرانے کا بیڑا اٹھایا ہے تو کچھ نے مغربی میڈیا میں پاکستانی فوج کے خلاف چھپنے والے مواد کا جواب دینے کا ٹھیکہ اٹھار کھا ہے۔ پاکستانی صحافت کے بڑے بڑے برج سمجھے جانے والے حضرات بھی اگر اسٹیبلیشمینٹ کی وکالت اور تعریف نہیں کر رہے تو تنقید کرنے سے بھی قاصر ہیں۔

روزنامہ جنگ کا کالم نگار مظہر برلاس'جس کا ہر کالم بوٹ پالشی میں اپنی مثال آپ ہوتا ہے' کے مطابق کشمیر بارڈر پر پاکستانی افواج کی چوکیاں عام آبادی سے ہٹ کر ہیں اور ہندوستانی فوج کی چوکیاں عام آبادی میں ہیں جس کے باعث ہندوستانی افواج بے دریغ گولہ باری کرتی ہیں جب کہ پاکستانی افواج کو بہت سوچ سمجھ کر فائر کھولنا پڑتا ہے۔ موصوف نے اپنے سورس کا ذکر نہیں کیا یا آیا گوگل ارتھ پر پاکستانی اور ہندوستانی چوکیوں کی لوکیشن دیکھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ بھارتی جارحیت کا جواب نہ دے سکنا پاکستانی جرنیلوں کی بزدلی نہیں بلکہ چوکیوں کی پوزیشنز ہیں۔ کالم نگار کی خوش فہمی کے مطابق سویلین آبادی کو نقصان سے بچانے کے لیے بھارت کو ''قرار واقعی سزا'' نہیں دی جا رہی...اگر پاکستانی فوج کے ہاں عام آبادی کا درد اس شدت سے اٹھتا ہے تو میران شاہ سے تیراہ وادی تک اور سوات سے شوال تک کی آبادیوں کا کیا قصور تھا کہ اُنہیں بے دردی سے ملیامیٹ کر دیا گیا؟

تاریخ کے اوراق ان پلاسٹکی سورماؤں کے کارناموں پر شاہد ہیں۔ کچھ ہلکی پھلکی جھلک قدرت اللہ شہاب کی کتاب ''شہاب نامہ'' میں آپ کو مل جائے گی ۔ اُنہوں نے کئی صدور اور جمہوریت کا تختہ الٹنے والے جرنیلوں کے ساتھ بطور سیکریٹری اور کئی دوسرے عہدوں پر خدمات سرانجام دیں۔ کشمیر کی صورت حال کے معائنے کے لیے آئے پاکستانی فوج کے سربراہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''موصوف شراب اور فاحشہ عورتوں کے تو رسیا تھے لیکن کشمیر باڈر پر بھی شراب پینے سے باز نہ آئے تو میرا پارا چڑھ گیا''۔ صورت حال اب بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں اس لیے کہ فوج میں افسران کی ایک بڑی تعداد شراب کی عادی ہے اور اسے معیوب بھی نہیں سمجھتی ہے۔

چند صحافی' سابق امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر کے صدر یحییٰ خان کے خلاف بیان پر حیرت زدہ اور سیخ پا ہیں۔ امریکی جریدے 'اٹلانٹک' کو دیے انٹرویو میں ہنری کسنجر نے دعویٰ کیا ہے کہ نومبر ۱۹۷۱ء میں یحییٰ خان نے امریکی صدر نکسن کی تجویز پر یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ مارچ ۱۹۷۲ء میں مشرقی پاکستان کو آزاد کر دے گا۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستانی افواج کا نوے ہزار کی تعداد میں ہتھیار ڈالنا کیا کم ذلت تھی جو یحییٰ خان کے اندرونِ

خانہ بنگلہ دیش کے معاملے میں امریکی ڈکٹیشن اور اس پر عمل درآمد کے مبینہ وعدے پر سبکی ہوئی اور فوج کا تقدس پامال ہو گیا۔ یہی بیان اگر ہنری کسنجر کسی اچھی ساکھ رکھنے والے سیاست دان کے متعلق بھی دے دیتا تو کیا صحافی حضرات اسی طرح اس کے دفاع اور صفائی میں وکالت کر رہے ہوتے؟ اگر ایسا ہوتا تو میڈیا نے یقینی طور پر ملک بھر میں طوفان کھڑا کر دیا گیا ہوتا اور ججز پر مشتمل تحقیقاتی کمیٹی قائم کر دی گئی ہوتی۔ صرف یہی نہیں لاتعداد ایسے کیسز سامنے آتے ہیں جس میں اگر خبر اور سکینڈل کسی سول ادارے یا شخصیت کے متعلق ہے تو زمین آسمان ایک کر دیا جاتا ہے لیکن وہی معاملہ یا سکینڈل کسی ملٹری ادارے یا شخصیت سے متعلق سامنے آئے تو سب کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔

لاڑکانہ کیڈٹ سکول کے طالبعلم پر ہونے والے تشدد اور اس کے ذہنی توازن کھو بیٹھنے کے واقعے کو ہی دیکھ لیجیے۔ یہ واقعہ اگر کسی سکول میں ہوا ہوتا تو اب تک سکول کے خلاف قانونی چارہ جوئی ہو چکی ہوتی اور اگر خدانخواستہ کسی مدرسے میں ہو جاتا تو اب تک اس میں ملوث شخص کو سی ٹی ڈی کے اہلکار چھاپہ مار کر گھسیٹتے ہوئے نکال چکے ہوتے اور اس منظر کو کم از کم دو ہفتوں تک ٹیلی ویژن سکرین پر چلتے رہنا تھا تاکہ عوام کو مدارس سے متنفر کیے جانے کا ''قومی فــــریضــــہ'' انجام دیا جا سکے۔

جن حالات میں نئے سپہ سالار نے چارج سنبھالا ہے اور اپنی ترجیحات واضح کی ہیں ان میں بھارتی جارحیت سے نمٹنے کا عزم کہیں بھی نظر نہیں آتا...ہاں عزم دکھائی دیتا ہے تو بچی کھچی امریکی جنگ کو آخری سانس تک نبھاتے ہوئے اسلام پسندوں کو کچلنے کا، امریکی بے رخی اور کولیشن فنڈ میں ممکنہ کمی کا ازالہ، پاک چائنہ معاشی راہداری میں فوج کے کردار کو ناگزیر قرار دلوا کر اور چائینیز ہم منصبوں سے کمیشن بٹورنے کے ارادے تو صاف دکھائی دیتے ہیں۔

جہاں ایک طرف بھارت کے اندرونی معاملات کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جا رہا ہے وہاں اس ادھوری خبر کو بھی پاکستانی میڈیا نے خوب چلایا کہ بھارتی سابق جرنیل نے پاکستان کے نئے سپہ سالار کی تعریف کی ہے۔ بال کی کھال اتارنے والے صحافیوں سے کوئی عرض ہی کر دے کہ بھائی یہ بھی بتا دو کہ کس وجہ سے بھارتی جرنیل 'قمر باجوہ کی صلاحیتوں کے معترف ہو گئے۔ یہ ہرگز نہیں بتائیں گے کہ موصوف قمر باجوہ 'بھارتی جرنیل کی ماتحتی میں کانگو اقوام متحدہ کے مشن کے لیے خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ بھارتی جرنیل کی تعریف کی وجہ قمر باجوہ کی تابعدارانہ خدمات تھیں، جو اُس نے بھارتی جنرل کی ماتحتی میں سرانجام دیں۔

اگر فیلڈ مارشل ایوب سے لے کر نئے سپہ سالار قمر باجوہ کی پروفائلز کا جائزہ لیا جایے تو یہ بات نوٹ کیے جانے کے قابل ہے کہ ضیاء الحق تک کی ملٹری قیادت مختلف محاذوں بشمول جنگ عظیم دوم، وزیرستان جنگ ۳۹-۱۹۳۶ء، برما کیمپین، اردن میں فلسطینیوں کے قتل عام سمیت مختلف جگہوں پر کفار کے لیے خدمات دے چکی تھی۔ ضیاء الحق کے بعد مرزا اسلم بیگ تک کے جرنیلوں کی لسٹ اس وصف سے کسی طور خالی نظر آتی ہے۔ اب مشرف سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جرنیلوں کا انتخاب اسی بنیاد پر ہو رہا ہے کہ کس کے ہاتھ کہاں تک مسلمانوں کے خون میں رنگے ہوئے ہیں۔ اگر اندرون ملک کے علاوہ کسی افسر کی خدمات اقوام متحدہ کے مشن کے لیے بھی رہی ہے تو یہ وصف یقینی طور پر اس جرنیل کو باقی افسران سے ممتاز کر دے گا۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اقوام متحدہ کے مختلف ممالک میں مشن مغربی طاقتوں کے لیے پاکستانی افسران کی جانچ پڑتال کا بہترین ذریعہ ہیں۔

پچھلے چند سالوں سے افواج کی تجارتی سرگرمیوں کو بھی خاطر خواہ فروغ حاصل ہوا ہے اور پاکستانی افواج نے ایسے حالات میں جب پاک بھارت کشیدگی عروج پر ہے اپنی توجہ ان تجارتی معاملات سے ہٹانے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور ''آئیڈیاز'' کے نام سے باقاعدگی سے ہر سال دفاعی نمائش میں ان تمام دفاعی مصنوعات کو پیش کرنا شروع کر دیا ہے جو ملکی دفاعی صلاحیت اور اس کے رازوں کو دشمن ممالک کے سامنے کھول کر رکھ دینے کے مترادف ہے۔ امریکہ کی ہی مثال لے لیجیے، امریکہ اس ڈر سے کہ اس کی ٹیکنالوجی دوسرے ممالک کے ہاتھ نہ چلی جائے، جنگی محاذوں سے فوجی سازوسامان کا ایک بڑا حصہ واپس امریکہ اور دوسرے ممالک میں موجود فوجی اڈوں پر بھجواتا ہے جس کی نقل و حمل پر خطیر رقم خرچ ہوتی ہے، وہ سازوسامان اور فوجی گاڑیاں جو استعمال اور مرمت کے قابل بھی نہیں رہتیں ان کو افغانستان میں کاٹ اور توڑ کر سکریپ کر کے بیچا جاتا ہے۔ لیکن یہاں جب نیت دفاع کی نہیں بلکہ منافع خوری اور جائیدادیں بنانے کی ہے تو ایسی صورت میں یہی ہو گا جو ہمارے سامنے ہے۔

حال ہی میں قومی اسمبلی کی کمیٹی برائے دفاعی پیداوار کو بتایا گیا کہ پاکستان آرڈیننس فیکٹری پی او ایف اس سال ۸۱ ملین ڈالر سے زائد کی دفاعی مصنوعات برآمد کر چکی ہے اور اس کے علاوہ پیداواری صلاحیت کے لحاظ سے ایشیا کی سب سے بڑی فیکٹری بھی قائم کی جا رہی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ دبئی میں پی او ایف کا ایک سیلز شوروم بھی کھولا جا رہا ہے۔ اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی گئی کہ خیبر پختونخواہ پولیس کے علاوہ دوسرے سیکورٹی ادارے پی او ایف کی بجائے دوسری جگہوں سے اسلحہ خرید رہے ہیں۔ یعنی ان کی لالچی اور حریص نظریں کہاں تک جا رہی ہیں خود اندازہ لگائیے۔

اک خبر یہ آئی ہے کہ راحیل شریف کی ''خدمات'' سے متاثر ہو کر ایک مذہبی سیاسی جماعت کے رکن نے انہیں اپنی تنظیم میں شمولیت کی دعوت دی ہے۔ وزیرستان کو آگ و خون میں نہلانے والے یہ درندے 'جو نیشنل ایکشن پلان کی آڑ میں اسلام کی بیخ کنی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے رہے...

(بقیہ صفحہ ۲۶ پر)

پیشہ ور قاتلو تم سپاہی نہیں!

نعمان حجازی

حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ سے لیے گئے حقائق

مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنے ۴۵ برس گزر چکے ہیں۔ پاکستان کی ناپاک فوج جس کو اسلام دشمنی ورثے میں ملی اور گھٹی میں پلائی گئی، اس نے ۴۵ برس پہلے جو ظلم وسربریت کی تاریخ رقم کی تھی، وہ نہ تو پہلی دفعہ تھا اور نہ ہی اس کا سلسلہ سقوطِ بنگال کے بعد رکا۔ لیکن ان عقلوں پر ماتم کناں نہ ہوں تو کیا ہوں کہ جو اُس ناپاک فوج کو آج بھی اپنا مسیحا اور محافظ گردانتی ہیں' جس نے مشرقی پاکستان کے اندر لاتعداد بنگالی بھائیوں کو ذبح کیا اور لاتعداد بنگالی بہنوں کی عزتیں پامال کیں اور اس کے بعد بھی بچے کھچے پاکستان میں اپنی یہی شرم ناک تاریخ دہراتے رہے۔

جب بھی اس فوج کے مظالم سامنے آئے تو ہمیشہ یہی کہا جاتا رہا کہ یہ اسلام اور پاکستان دشمنوں کی سازش اور جھوٹ کا پلندا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ سانحۂ سقوطِ بنگال کے متعلق تحقیقات کے لیے جسٹس حمود الرحمن کی سربراہی میں بنائے گئے پاکستان کی اعلیٰ عدالت کے ججوں پر مشتمل حمود الرحمٰن کمیشن کی رپورٹ ۲۵ سال دبے رہنے کے بعد آخر کار سامنے آئی تو اس میں کیے گئے انکشافات اور حقائق کو بھی اہمیت نہیں دی گئی۔ بس چند نام نہاد دانش وروں نے قلم اٹھائے، کچھ رسمی آہ وبکا ہوئی، سارا الزام اس وقت کے جرنیلوں پر ڈالا گیا اور پھر خاموشی چھا گئی۔

فوج اس سے پہلے بھی مقدس تھی، اس کے بعد بھی مقدس ہی رہی۔ اس کی سامنے آنے والی ظلم کی داستانیں اور ۹۰ ہزار کی تعداد میں ہتھیار ڈالنے کے بزدلانہ اقدام کے باوجود ڈالروں پر پلنے والا میڈیا اور نام نہاد دانش ور انہیں آج تک قوم کا ہیرو ہی بنا کر دکھا رہے ہیں۔ اسی حمود الرحمن کمیشن رپورٹ میں موجود چند حقائق اور اعداد وشمار یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔

مشرقی پاکستان میں ناپاک فوج کے مظالم

کمیشن رپورٹ میں دیے گئے شواہد اور بیانات کے مطابق مشرقی پاکستان میں کیے گئے پاکستانی فوج کے مظالم کو مندرجہ ذیل زمرہ جات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

- ۲۵ اور ۲۶ مارچ ۱۹۷۱ء کی رات طاقت اور اسلحے کا بے تحاشہ وبے دریغ استعمال جب ڈھاکہ میں فوجی آپریشن کا آغاز ہوا۔
- سویپنگ آپریشن کے دوران میں دیہاتوں کے اندر بے مقصد اور بلا تفریق قتلِ عام اور املاک کی آتش زدگی۔
- آپریشن کے ابتدائی دنوں سے لے کر دسمبر ۱۹۷۱ء تک بنگالی دانش وروں، پروفیسروں، ڈاکٹروں اور انجینئروں کا قتلِ عام۔
- بغاوت کو کچلنے اور ایسٹ بنگال رجمنٹ، ایسٹ پاکستان رائفلز، اور ایسٹ پاکستان پولیس فورس کو غیر مسلح کرنے کا بہانہ بنا کر ان کا قتلِ عام۔
- مارشل لا کے دوران میں آرمی افسران کا یا ان کے حکم پر مشرقی پاکستان کے سول افسران، کاروباری حضرات، اور صنعت کاروں کا قتلِ عام اور اغوا۔
- ناپاک فوج کے افسران اور فوجیوں کی جانب سے انتقامی کاروائی اور تشدد کی غرض سے بڑی تعداد میں بنگالی خواتین کی عصمت دری۔

ان واقعات کے متعلق لیفٹیننٹ جنرل ٹکا خان کا کمیشن کو دیا گیا یہ بیان قابلِ ذکر ہے:

> ''مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی کا بنیادی انحصار صرف اور صرف طاقت کے استعمال پر تھا، اور زیادہ تر جگہوں پر بلا امتیاز طاقت کا استعمال کیا گیا جس کی وجہ سے عوام فوج کے خلاف ہو گئے۔ اس کارروائی کے دوران جو نقصان ہوا اس کا ازالہ ناممکن ہے۔ فوجی افسران عوام کے درمیان ''چنگیز خان'' اور ''مشرقی پاکستان کا قصاب'' کے ناموں سے مشہور ہوئے۔ میرے علم میں یہ بات آئی تھی کہ عام فوجی اور افسران 'لوٹ مار، عصمت دری، املاک کی آتش زدگی اور قتلِ عام جیسے واقعات میں ملوث ہیں۔ میرے علم میں یہ بات بھی آئی تھی کہ پاکستانی فوجیوں کی جانب سے بہت سا لوٹ مار کا سامان مغربی پاکستان بھیجا جا رہا ہے جس کے اندر کاریں، فریج اور ایر کنڈیشنر تک شامل ہیں۔
>
> ۱۵ اپریل ۱۹۷۱ء کو جب مجھے مشرقی پاکستان میں تعینات ہوئے ابھی ۴ دن ہی ہوئے تھے میں نے احکامات جاری کیے کہ اس لوٹ مار، عصمت دری، املاک کی معاندانہ آتش زدگی اور بے جا قتل وغارت گری کو فوری طور پر ختم کیا جائے''۔

۲۵ اور ۲۶ مارچ کی فوجی کارروائی کے دوران مارشل لا ایڈمنسٹریٹر نے غیر ملکی نامہ نگاروں کو مشرقی پاکستان سے نکال باہر کیا تاکہ پاکستانی فوج کی جانب سے کیے گئے مظالم کو بیرونی دنیا سے چھپایا جا سکے۔

اس رات طاقت کے بے دریغ استعمال کے متعلق بریگیڈیر شاہ عبدالقاسم نے کمیشن کے سامنے مندرجہ ذیل بیان دیا:

> ''۲۵ مارچ کو ڈھاکہ میں کوئی باقاعدہ جنگ نہیں لڑی گئی۔ فوج کی طرف سے طاقت کا اندھا دھن استعمال کیا گیا جو غصے اور انتقامی جذبے کے تحت

تھا۔اس رات ڈھاکہ یونی ورسٹی کے دو ہاسٹلوں کو مارٹر کے گولوں سے تباہ کر دیا گیا جس میں بڑی تعداد میں طلبہ مارے گئے''۔

اس بارے میں کمیشن کے سامنے دیا ہوا بریگیڈیئر میاں تسکین الدین کا یہ بیان بھی بہت اہم ہے:

''بہت سے نچلے درجے کے اور دوسرے افسران نے نام نہاد غنڈوں سے نپٹنے کے لیے قانون اپنے ہاتھ میں لیا۔ایسے بہت سے واقعات سامنے آئے ہیں جن کے اندر ان غنڈوں سے دورانِ تفتیش عموم سے بڑھ کر تشدد کا استعمال کیا گیا۔اور بعض واقعات میں عوام کے سامنے انہیں وحشیانہ انداز میں تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ستمبر سے اکتوبر کے درمیان دھوم گھاٹ کے کمانڈ سنٹر میں مشتبہ غنڈوں کو فائرنگ سکواڈ کے ذریعے قتل کیا جاتا رہا''۔

لیفٹیننٹ کرنل ایس ایس ایچ بخاری، سی او ۲۹ کیولری نے اپنے بیان میں بتایا:

''رنگ پور میں دو بنگالی افسران اور ۳۰ سپاہیوں کو بغیر کسی مقدمے کے قتل کیا گیا۔اسی طرح کے واقعات دوسرے مقامات پر بھی رونما ہوئے ہوں گے''۔

لیفٹیننٹ جنرل منصور الحق نے اپنے تفصیلی بیان میں بتایا:

''بنگالی کو بنگلہ دیش بھیج دیا'' یہ جملہ تب استعمال کیا جاتا تھا جب کسی بنگالی کو جس پر مکتی باہنی یا عوامی لیگ کا ہونے کا شبہ ہو، بغیر کسی مقدمے، بغیر کسی خاص تفتیش اور بغیر کسی مجاز حاکم کے تحریری حکم نامے کے قتل کر دیا جاتا۔

ان افسران کے بیانات کے علاوہ کمیشن نے مختلف شواہد کے ذریعے مندرجہ ذیل حقائق بھی اپنی رپورٹ میں بیان کیے:

- پاکستانی فوج کے سپاہیوں اور افسران کے درمیان بنگالیوں کے خلاف عمومی نفرت پائی جاتی تھی۔
- ۲۷ اور ۲۸ مارچ ۱۹۷۱ء کو 'کومیلا چھاؤنی' کے قتل عام میں سی او ۵۳ فیلڈ رجمنٹ، لیفٹیننٹ کرنل یعقوب ملک کے ایک انگلی کے اشارے پر ۱۷ بنگالی افسران اور ۹۱۵ سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔
- سلداندی کے علاقے میں ۵۰۰ افراد کو فوج نے قتل کیا۔
- جب بھی فوج کسی دیہاتی علاقے یا چھوٹے قصبے کو باغیوں سے خالی کروانے کے لیے پیش قدمی کرتی تھی تو انتہائی بے رحم انداز میں ہر چیز تباہ کرتے ہوئے، املاک کو جلاتے ہوئے اور لوگوں کا قتل عام کرتے ہوئے جاتی تھی۔ جس کا بدلہ پھر باغی پسپائی کے دوران غیر بنگالی لوگوں سے لیتے تھے۔
- اس طرح کی سفاکانہ کارروائی کا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان نے مشرقی پاکستان میں موجود اپنی خاموش اکثریت کھو دی۔

بے شمار بنگالی سول افسران کو بھی انہیں طریقوں سے قتل کیا جاتا رہا۔اس بارے میں ڈھاکہ کے ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر، محمد اشرف کا کمیشن کو دیا گیا بیان قابل ذکر ہے:

''فوجی کارروائی کے بعد بنگالی اپنے ہی ملک میں اجنبی بنا دیے گئے تھے۔ بنگالیوں میں اعلیٰ درجے کے لوگوں تک کی جان مال اور عزت محفوظ نہ تھی۔لوگوں کو صرف شک کی بنیاد پر ان کے گھروں سے اٹھا لیا جاتا تھا اور ''بنگلہ دیش'' بھیج دیا جاتا تھا۔یہ فقرہ کسی بنگالی کے بلاجواز قتل کے لیے فوج کے اندر استعمال ہوتا تھا۔اس ظلم کے شکار لوگوں میں بنگالی فوجی اور پولیس افسران، کاروباری حضرات، سول افسران وغیرہ سب شامل تھے۔مشرقی پاکستان میں کسی قانون کی حکمرانی نہیں تھی۔اگر کوئی شخص فوج کے مطلوب افراد کی فہرست میں آجائے تو پھر اس کے لیے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی تھی۔جاسوسی اور معلومات اکٹھی کرنے والے فوجی افسران نااہل ، مقامی زبان سے ناآشنہ اور بنگالی جزبات واحساسات کے متعلق بے حس تھے''۔

اس بارے میں سینئر افسران کے رویوں کے متعلق بریگیڈیر اقبال الرحمن شریف نے اپنے بیان میں کہا:

''مشرقی پاکستان میں فوجی تشکیلات کی طرف اپنے دورے کے دوران جنرل گل حسن سپاہیوں سے پوچھا کرتا تھا کہ ''تم نے کتنے بنگالی مارے؟''

اسی طرح کا بیان لیفٹیننٹ کرنل عزیز احمد خان کا بھی ہے جو پہلے ۸ بلوچ رجمنٹ کا کمانڈنگ افسر تھا پھر ۸۶ مجاہد بٹالین کا سی او بنا دیا گیا:

''بریگیڈیر ارباب نے مجھے حکم دیا کہ میں جویدے پور میں تمام گھروں کو تباہ کر دوں اور میں نے بڑی حد تک اس حکم کی تعمیل بھی کی''۔

میجر جنرل راؤ فرمان علی نے اپنے ہاتھوں سے گورنمنٹ کی سٹیشنری پر یہ الفاظ لکھے:

''مشرقی پاکستان کے سبز کو سرخ رنگ میں رنگنا ہوگا''۔

گورنمنٹ کی سٹیشنری پر ظلم کی سیاہی سے لکھے گئے یہ الفاظ مشرقی پاکستان میں موجود پاکستانی فوج اور مارشل لا ایڈمنسٹریشن کی جانب مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہانے کا این او سی تھا۔ بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمن نے اس تحریر کی نقل بطور ثبوت پاکستانی حکومت کے حوالے کی جو کہ بعد میں حمود الرحمن کمیشن رپورٹ کا حصہ بنا دی گئی۔ بنگلہ دیشی حکومت کی طرف سے یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ پاکستانی فوج نے تقریباً ۳۰ لاکھ بنگالیوں کا قتل عام کیا اور ۲ لاکھ کے قریب بنگالی خواتین کی عصمت دری کی۔ پاکستانی

حکومت اور حمود الرحمن کمیشن نے اس دعوے کو مبالغہ آمیز کہا، تاہم پاکستانی فوج کے جی ایچ کیو کی جانب سے سرکاری طور پر ۲۶۰۰۰ بنگالیوں کے بے جا قتل اور ۱۰۰ کے قریب بنگالی خواتین کی عصمت دری کو قبول کیا گیا۔ اگرچہ سرکاری ذرائع سے بتائی گئی یہ تعداد حقیقت سے کہیں کم ہے لیکن پھر بھی یہی تعداد پاکستانی فوج کے وحشیانہ مظالم کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مشرقی پاکستان میں تعینات فوجی افسران کی کرپشن اور بدکرداری کے نمایاں واقعات

فوجی افسران اور 'جوانوں' کی مشرقی پاکستان میں لوٹ مار

کمیشن کے سامنے پیش کیے گئے شواہد کے مطابق مشرقی پاکستان میں فوجی افسران اور ان کے ماتحت فوجی 'جوان' بڑے پیمانے پر لوٹ مار میں ملوث تھے۔ اس سلسلے میں سامنے آنے والا ایک مقدمہ درج ذیل ہے۔

- میجر جنرل نظر حسین شاہ جی او سی ۱۶ ڈویژن، میجر جنرل ایم ایچ انصاری جی او سی ۹ ڈویژن، اور بریگیڈیر باقر صدیقی کی گواہی کے مطابق مندرجہ ذیل افسران اور ان کے ماتحت فوجی مشرقی پاکستان میں بڑے پیمانے پر لوٹ مار میں ملوث رہے جس میں سراج گرج کے نیشنل بنک کے خزانے سے ایک کروڑ پینتیس لاکھ روپے کی چوری بھی شامل ہے۔
  - بریگیڈیر جہانزیب ارباب، کمانڈر ۵۷ بریگیڈ، لیفٹیننٹ کرنل مظفر علی خان زاہد، سی او ۳۱ فیلڈ رجمنٹ، لیفٹیننٹ کرنل بشارت احمد، سی او ۱۸ پنجاب رجمنٹ، لفٹیننٹ کرنل محمد تاج، سی او ۳۲ پنجاب رجمنٹ، لیفٹیننٹ کرنل محمد طفیل، سی او ۵۵ فیلڈ رجمنٹ، میجر مدد حسین شاہ، ۱۸ پنجاب رجمنٹ
  - جی ایچ کیو کو تمام ثبوت و شواہد کے ساتھ ان افسران کے جرائم کا بتادیا گیا تھا لیکن بجائے اس کے کہ ان کے خلاف کوئی کارروائی کی جاتی، اُلٹا جی ایچ کیو کی طرف سے اس ساری لوٹ مار کے سرغنہ بریگیڈیر جہانزیب ارباب کو ایک ڈویژن کا جی او سی بنادیا گیا جب کہ اس کے ماتحت لیفٹیننٹ کرنل مظفر علی خان زاہد کو بریگیڈیر بنادیا گیا۔

جنرل نیازی

مشرقی پاکستان میں اپنے قیام کے دوران جنرل نیازی اپنے ماتحت افسران میں بدکردار عورتوں سے تعلقات اور رات کی تاریکی میں ان کے اڈوں پر بکثرت جانے سے متعلق کافی بدنام تھا۔ اس معاملے میں کمیشن کے سامنے پیش ہونے والے لیفٹیننٹ کرنل عزیز احمد خان کا یہ بیان اہمیت کا حامل ہے:

"مشرقی پاکستان میں تعینات فوجی اکثر کہا کرتے تھے کہ "جب ہمارا کمانڈر (جنرل نیازی) خود زانی ہے تو پھر انہیں کون روک سکتا ہے؟""

بھارت سے براہ راست جنگ کے دوران ناپاک فوج کے بزدلانہ 'کارنامے'

پاکستانی عوام کے ذہنوں میں یہ بت بٹھانے کی بہت کوشش کی گئی ہے کہ جب بھارتی فوج کے آگے پاکستانی فوج نے ہتھیار ڈالے تو یہ جنرل نیازی کے حکم پر تھا اور وہ حکم عدولی نہیں کر سکتے تھے ورنہ سپاہیوں اور چھوٹے افسران میں ارادہ جنگ کا فقدان نہیں تھا۔ اس کے برعکس حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ میں سامنے آنے والے شواہد سے یہ ثابت ہوا کہ یہ بزدلانہ حرکت صرف جنرل نیازی کے حکم پر نہیں تھی بلکہ اس باقاعدہ حکم سے پہلے ہی بہت سے مقامات پر فوج بغیر لڑے ہی ہتھیار ڈال چکی تھی۔ اسی سے متعلق رپورٹ میں دیے گئے ناپاک فوج کے کچھ کارنامے ملاحظہ کیجیے۔

- مظفر گنج

مظفر گنج کا علاقہ بریگیڈیر ایم اے نیازی کی کمان میں ۵۳ بریگیڈ کے کنٹرول میں تھا۔ ۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو بہت ہی معمولی لڑائی کے بعد یہ علاقہ پوری طرح بھارتی فوج کے قبضے میں آگیا جس کے بعد اس علاقے میں موجود ۲۳ پنجاب رجمنٹ اور ۲۱ آزاد کشمیر رجمنٹ نے ۱۱ دسمبر کو دشمن کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔

- لکشمن قلعہ

مظفر گنج کا علاقہ کھونے کے بعد ۹ دسمبر ۱۹۷۱ء کو انتہائی شرمناک طریقے سے ۵۳ بریگیڈ نے لکشمن قلعہ سے بھی پسپائی اختیار کی جس کے نتیجے میں بریگیڈ کمانڈر نے خود، اور ۳۹ بلوچ رجمنٹ کے سی او کے ساتھ ۴۰۰ سپاہیوں نے بھارتی فوج کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔

لکشمن قلعہ کو خالی کرتے وقت فوج ایسے بھاگی کہ قلعے میں موجود سارا کا سارا بھاری اسلحہ، بارود کے ذخیرے اور باقی تمام ساز و سامان بالکل صحیح حالت میں دشمن کے ہاتھ آگیا جس میں سے کوئی ایک چیز بھی نہ تو یہ لے کر گئے نا ہی اسے ضائع کر کے گئے اور تو اور ۱۲۴ بیمار اور زخمی فوجیوں اور ۲ میڈیکل افسران جو قلعہ میں موجود تھے بھاگنے سے پہلے اطلاع تک نہیں دی گئی۔

- جیسور قلعہ اور دریائے مدھومتی کا علاقہ

جیسور قلعہ بریگیڈیر محمد حیات کی کمان میں ۱۰۷ بریگیڈ کے کنٹرول میں تھا۔ غریب پور کے علاقے میں بھارتی فوج سے لڑائی کے دوران اس بریگیڈ کے ۷ ٹینک تباہ ہوئے اور بڑی تعداد میں فوجی مارے گئے۔ اس کے بعد ۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو صرف اطلاع ملنے پر کہ بھارتی فوج نے جیسور کا دفاعی حصار توڑ دیا ہے بریگیڈیر محمد حیات اور اس کے ساتھ قلعہ میں موجود فوج سارا ساز و سامان، بھاری اسلحہ، گولہ بارود صحیح سالم چھوڑ کر

قلعہ سے بھاگ نکلے اور ایسے بھاگے کہ آگے کی پوزیشنوں پر موجود فوجیوں کو پسپائی کی اطلاع تک نہ دی۔ جیسور سے پسپائی کے بعد بجائے اس کے کہ یہ بریگیڈ مگورہ میں پچھلی دفاعی پوزیشنیں سنبھالتی اس نے کھلنا کی طرف پسپائی اختیار کی اور دریائے مدھومتی کا پورا علاقہ آسانی سے بھارتی فوج کے قبضے میں دے دیا۔

- جھنیدا قلعہ

اس قلعے میں ۵۷ بریگیڈ بریگیڈیر منظور احمد کی کمان میں تعینات تھی۔ تعداد اور وسائل کی موجودگی کے باوجود یہ پوری بریگیڈ کوٹ چندپور کے علاقے میں موجود بھارتی فوج کو نہیں نکال سکی، بلکہ ایک گولی بھی چلائے بغیر جھنیدا کے قلعہ سے پسپائی اختیار کر لی، اور پورا نویں ڈویژن کا علاقہ چھوڑ کر سولہویں ڈویژن کے علاقے میں منتقل ہوگئی۔ اس کے بعد یہ بریگیڈ جنگ سے مکمل لاتعلق رہی۔

- رنگ پور اور دیناج پور اضلاع

رنگ پور اور دیناج پور کے اضلاع میں ۲۳ بریگیڈ بریگیڈیر ایس اے انصاری کی کمان میں تعینات تھی۔ جنگ کے آغاز ہی سے اس نے پسپائی اختیار کرنا شروع کر دی تھی۔ اس پسپائی کا آغاز بھرنگاماری سے ہوا جہاں بھارتی فوج نے ۱۴ اور ۱۵ نومبر ۱۹۷۱ء کو حملہ کیا۔ اس کے بعد فوج پچاگڑھ کی اہم دفاعی پوزیشن بھی چھوڑ کر بھاگی اور پھر ۲۸ سے ۳۰ نومبر کے درمیان اس بریگیڈ نے ٹھکر گاؤں کا علاقہ بھی بنا کسی مزاحمت کے خالی کر دیا۔

- مغربی پاکستان میں شروع کی گئی جنگ کے دوران پاکستانی فوج کے 'کارنامے'

جب انڈیا مشرقی پاکستان میں حملہ کرنے کے لیے پر تول رہا تھا تو پاکستان نے اس نعرے کے ساتھ کہ ''مشرقی پاکستان کا دفاع مغربی پاکستان میں ہوگا'' مغربی پاکستان سے منسلک انڈیا کی سرحدوں پر جنگ چھیڑ دی لیکن بہت بری طرح اس محاذ پر بھی مار کھائی۔ کمیشن کے سامنے پیش کیے گئے شواہد میں مغربی پاکستان میں جنگ کے دوران ناپاک فوج کے بہت سے 'کارنامے' سامنے لائے گئے مثلاً:

- سیالکوٹ سیکٹر میں فرسٹ کورپس لیفٹیننٹ جنرل ارشاد احمد خان کی سربراہی میں موجود تھی۔ جب بھارتی فوج سے جنگ کا سامنہ کرنا پڑا تو اس فوج نے ضلع سیالکوٹ کی تحصیل شکر گڑھ کے ۵۰۰ دیہات بغیر کسی لڑائی کے دشمن کے حوالے کر دیے اور خود وہاں سے پسپائی اختیار کر لی۔
- سیالکوٹ کے علاقے پھکلیاں میں پندرہویں ڈویژن میجر جنرل عابد زاہد کی سربراہی میں موجود تھی۔ اس ڈویژن نے بھارتی فوج کا سامنا ہونے پر بغیر لڑے اس علاقے کے ۹۸ دیہات دشمن کے قبضے میں دے دیے۔

اوپر بیان کیے گئے ہتھیار ڈالنے کے واقعات اصل کہانی کی صرف جھلکیاں ہیں۔ کمیشن کے سامنے پیش کیے گئے تمام ثبوتوں کے مطابق رپورٹ کے اندر اس بات کا اقرار کیا گیا تھا کہ بھارت سے باقاعدہ جنگ کے چوتھے دن ہی تمام بڑے قلعے بغیر ایک بھی گولی چلائے اپنے پورے ساز و سامان اسلحہ و بارود کے بھارتی فوج کے حوالے کر دیے گئے۔ اس میں مشرق کی جانب جیسور اور جھنیدا کے قلعے شامل ہیں جن کا اوپر ذکر گزر چکا ہے جب کہ مغرب کی جانب براہمن باریہ کے علاقے میں بھی اسی طرح ہتھیار ڈالے گئے۔ پانچویں دن کومیلا کا قلعہ بھی دشمن کے حوالے کر دیا گیا اور ۹ دسمبر ۱۹۷۱ء کو لکشمن اور کشتیہ کے قلعے خالی کر دیے گئے جب کہ ۱۰ دسمبر کو ہلی کا علاقہ بھی خالی کر دیا گیا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پوری جنگ کے دوران ایک بھی ایسا واقعہ سامنے نہیں آیا جس کے اندر فوج نے علاقہ خالی کرتے وقت ساز و سامان ضائع کیا ہو حالانکہ ۱۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو جی ایچ کیو کی جانب سے اس کے احکامات آچکے تھے۔ اس طرح بھارتی فوج کو ایک بہت کثیر تعداد میں اسلحہ گولہ بارود کے ذخائر اور دیگر ساز و سامان جس میں مواصلاتی ساز و سامان بھی شامل تھا 'جزبہ خیر سگالی کے تحت تحفے میں پیش کیا۔

حرفِ آخر

اس رپورٹ کو پڑھنے اور اس میں موجود حقائق جاننے کے بعد پاکستانی فوج کے رویے اور کردار کو دو علیحدہ زمروں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

1. دشمن کے سامنے۔ جہاں اس فوج نے بزدلی کی نئی مثالیں قائم کیں
2. اپنے لوگوں کے درمیان جن کے ساتھ اس نے ظلم و سربریت کی ایک تاریخ رقم کی۔

دشمن کے آگے ۹۰،۰۰۰ کی بڑی تعداد میں اجتمائی طور پر ہتھیار ڈالنے اور اپنی پوزیشنوں سے ساز و سامان اور اسلحہ بارود چھوڑ کر بھاگنے کی انتہائی بزدلانہ حرکت نہ تو اس فوج کی تاریخ میں پہلی تھی اور نہ ہی آخری۔

اس سے پہلے بھی ان کا یہی طریقہ کار رہا اور بعد میں بھی اسی روایت پر قائم رہے یہاں تک کہ کارگل کی جنگ میں بین الاقوامی میڈیا کے ذریعے ساری دنیا نے اس فوج کو اپنے فوجیوں کی لاشیں چھوڑ کر بھاگنے کا شرمناک منظر بھی دیکھا۔

اس کے برعکس جب معاملہ اپنے لوگوں کا آتا ہے تو وہاں یہ فوج ظلم کی سب حدیں پار کر دیتی ہے۔ مشرقی پاکستان کے مسلمانوں کا خون پینے کے بعد بھی ان خونی درندوں کی پیاس نہ بجھی اور سندھ، بلوچستان، سوات، قبائل کے معصوم مگر غیور مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلتے رہے یہاں تک کہ جامعہ حفصہ کی معصوم طالبات بھی اس فوج کی درندگی سے نہ بچ سکیں۔

یہ رپورٹ اس بات کی گواہ ہے کہ مسئلہ صرف اعلیٰ فوجی افسران کی حد تک محدود نہیں ہے بلکہ نچلے درجے کہ ایک عام سپاہی سے لے کر تین ستاروں والے جنرل تک پورا ادارہ ہی اسلام سے بے زار اور پیسے کا لالچی ہے۔

اس کمیشن رپورٹ میں دیے گئے لوٹ مار، بنگالی مسلمانوں کے بے جا قتل عام اور مسلمان عورتوں کی عصمت دری، اور پھر دشمن کے آگے بزدلی کے ثبوت و شواہد اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ یہ ادارہ پیشہ ور قاتلوں کا ادارہ ہے جسے مسلمان کی جان، مال اور عزت کی کوئی پروا نہیں، پرواہے تو صرف اپنی جیبیں بھرنے کی۔ زور چلتا ہے تو صرف اپنوں پر اور اگر غلطی سے اصل دشمن کا سامنا کرنا پڑ جائے تو یہ دُم دبا کر بھاگ نکلتے ہیں۔ درحقیقت اس ادارے کی اٹھان ہی ایسے نظامِ تربیت پر ہوئی ہے جس میں کسی انسان کے اندر انسانیت کا بچ جانا قریب از محال ہے۔

ظلم و ستم سے نجات کا واحد حل یہی ہے کہ اس پورے ادارے کو جڑوں سے اکھاڑ کر اسلامی حکومت کے قیام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ کو دور کیا جائے جس کے بعد خالصتاً اسلامی بنیادوں پر جہاد فی سبیل اللہ کی اصل روح کو سامنے رکھتے ہوئے مسلم سرزمینوں کے دفاع کا بندوبست کیا جائے۔

اور ان شاءاللہ اب وہ دن دور نہیں جب اللہ تعالیٰ اپنے مجاہد بندوں کے ہاتھوں اس سیاہ تاریخ کا آخری باب لکھوائیں گے اور ان کے سیاہ کرتوتوں کو واقعی تاریخ کا حصہ اور عبرت کا سامان بنادیں گے۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز

☆☆☆☆☆

بقیہ: بھارتی جارحیت اور جرنیلی مصروفیات و ترجیحات

ایسے حالات میں بھی حقائق سے چشم پوشی اور ہمارا ظالم حکمرانوں کی ہاں میں ہاں ملانا اس قوم کو نہ جانے کس موڑ اور کس نئی آزمائش میں لا ڈالے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے ہی پناہ طلب جانی چاہیے۔ امام دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''جو شخص ظالم حکمران کے پاس خود اپنی مرضی سے گیا اس کی خوشامد کرنے کے لیے اس سے ملاقات کی اور اسے سلام کیا تو وہ اس راہ میں اٹھائے گئے قدموں کے بقدر جہنم میں گھسٹتا چلا جائے گا یہاں تک کہ وہ وہاں سے اٹھ کر واپس اپنے گھر لوٹ آئے اور اگر وہ شخص حکمران کی خواہشات کی طرف مائل ہوا یا اس کا دست و بازو بنا تو جیسی لعنت اللہ کی طرف سے اس (حاکم) پر پڑے گی ویسی ہی اس پر بھی پڑے گی اور جیسا عذاب دوزخ میں ملے گا ویسا ہی اسے بھی ملے گا''۔

بقیہ: اسلامی جمہوریہ پاکستان کے چنیدہ حالات

نواز شریف کی جانب سے ڈونلڈ ٹرمپ کو پاکستان دورے کی دعوت دینا بھی نئے آقا سے عہدِ وفاداری کی رسم کے سوا کچھ نہیں۔ خطے کے بدلتے حالات میں پاکستانی حکام آج اپنے روایتی حریف بھارت کے خلاف ہر محاذ سے کنی کترا رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح ''امن کی فاختہ'' یا ''امن کی آشا'' نامی کسی اصطلاح کے ذریعے بھارتی جارحیت سے دامن چھڑا کر اس سے یاری کی پینگیں بڑھا سکیں اور اندرون ملک ''را'' کے نام پر اپنی عیاشیوں کی راہ میں حائل رکاوٹوں یعنی اسلام پسندوں اور دیگر مظلوموں کا قتلِ عام جاری رکھا جاسکے۔ پاکستان کے سیاسی و عسکری حکمرانوں کی امریکی جنگ میں بھرپور شرکت اور قربانیوں کے بعد آج تو گویا یہ حالت آچکی ہے کہ اگر امریکی آقاؤں کو خطے میں اپنے مفادات کی خاطر پاکستانی فوج کی ضرورت نہ رہے تو پاکستانی قوم پر بھی بھارتی جارحیت میں لمحہ برابر دیر نہ لگے

نیا آرمی چیف... قمر باجوہ

جنرل باجوہ اقوام متحدہ کے کانگو امن مشن میں سابقہ بھارتی آرمی چیف جنرل بکرم سنگھ کے ساتھ بطور بریگیڈ کمانڈر کام کر چکا ہے۔ جنرل بکرم سنگھ وہاں ڈویژن کمانڈر تھا۔ باجوہ' بلوچ رجمنٹ سے ہے جس سے بدنام زمانہ جنرل یحییٰ خان، جنرل اسلم بیگ اور جنرل کیانی کا تعلق بھی تھا۔ پاکستانی میڈیا اس کی بھارتی سرحد پر تقرری کو بھارت کے لیے خطرہ قرار دے رہا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ کنٹرول لائن سے منسلکہ علاقوں میں تعینات رہنے کے باوجود قمر باجوہ بھارت کی بجائے اندرونِ ملک ''دہشت گردی'' کو ہی سب سے بڑا خطرہ قرار دیتا ہے۔

یہاں ''دہشت گردی'' کی تعریف بھی واضح رہنی چاہیے کہ پاکستانی و امریکی آقاؤں کے ایک مشترکہ بریفنگ کی تصاویر جو مجاہدین نے کچھ عرصہ قبل جاری کیں، ان میں ان طواغیت کو'' اسلامک ٹیررازم'' بارے فکرمند دیکھا جاسکتا ہے۔ نواز شریف جیسا پھٹو اور بزدل حاکم جو اپنی حکومت کی مدت پوری کرنے کے لیے امریکہ کے آگے دُم ہلا رہا ہے وہ اتنے اہم فیصلے کی بابت اپنے امریکی آقاؤں کے حکم کو کیسے پسِ پشت ڈال سکتا ہے، اس لیے آرمی چیف بنایا بھی تو کسے، قمر باجوہ کو جو ایک قادیانی ہے۔ حیرت کی بات یہ کہ قادیانی آرمی چیف کی تعیناتی کی خبر نون لیگ کے اتحادی سینیٹر ساجد میر کی جانب سے منظر عام پر آئی، اگرچہ بعد میں حکومتی دباؤ پر ساجد میر کو وضاحت و تردید کرنی پڑی۔ اس معاملے کے بعد ان سادہ مسلمانوں کو بھی حقیقت جان لینی چاہیے کہ جو سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے مقدس آئین میں یا فوج میں اعلیٰ عہدوں پر قادیانیوں وغیرہ کی تقرری ممنوع ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ پاکستانی آئین کے مطابق ملک کا چیف جسٹس، آرمی چیف اور دیگر کلیدی عہدوں پر فائز ہونے والے کے لیے اسلام کوئی شرط نہیں۔

☆☆☆☆☆

جرنیلوں کی جوان راتیں

وسیم الطاف

پاکستانی فوج کے جرنیلوں کی ایمان فروشی سے تو موجودہ صلیبی جنگ نے پردے اٹھائے ہیں... لیکن ان کی اخلاقی گراوٹ، رگ وپے میں بھری شیطانیت، شہوت پرستی اور جنسی ہوس کے کیچڑ میں غرق کردار ۱۹۷۱ء میں ہی عیاں ہو گیا تھا۔ مذکورہ سیاہ کرتوت' پاکستانی جرنیلوں کی بدباطنی کی محض چند جھلکیاں ہیں، جنہیں صحافی وسیم الطاف نے حمود الرحمن کمیشن رپورٹ سے نقل کیا ہے۔ وگرنہ ان جرنیلوں کی طرزِ زندگی، معاشرت اور خاندانی معاملات میں ''رنگ و آہنگ'' ایسے بدبودار سلسلوں ہی کے مرہونِ منت ہے۔ وسیم الطاف کا م نام پاکستان کی سیکولر لابی میں نمایاں ترین ہے ل، اسی طرح پاکستانی جرنیلوں کی دین دشمنی اور دین بے زاری بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں! سو یہ سب ''گھر کے بھیدی'' کے الفاظ میں پڑھیے! ادارہ اپنے قارئین تک ایسی لُچر، گھٹیا، بازاری اور بےہودہ الفاظ و جملوں پر مشتمل تحریر پیش کرنے پر معذرت خواہ ہے لیکن ''ایمان، تقویٰ، جہاد'' کے ''ماسک'' اپنے چہروں پر چڑھائے اس بدفطرت اور خسیس فوج کا اصل چہرہ اس کے بغیر دکھانا ممکن بھی نہیں! [ادارہ]

حمود الرحمن کمیشن کے سامنے بریگیڈ میجر منور خان نے بیان دیا کہ ۱۹۷۱ء میں گیارہ اور بارہ دسمبر کی درمیانی شب، جس رات دشمن کی فوج ہمارے فوجیوں پر آگ کے گولے برسا رہی تھی، اسی رات کو کمانڈر بریگیڈیئر حیات اللہ اپنے بنکر میں عیاشی کے لیے چند لڑکیوں کو لے کر آیا تھا۔ کمیشن کو بریگیڈیئر عباس بیگ نے بتایا کہ بریگیڈیئر جہانزیب ارباب (بعد میں لیفٹیننٹ جنرل) جو ملتان میونسپل کمیٹی کے چیئرمین تھے نے ایک پی سی ایس افسر سے رشوت کے طور پر ایک لاکھ روپے کا مطالبہ کیا تھا۔ افسر نے خودکشی کر لی تھی اور اپنے پیچھے ایک پرچی پر لکھا چھوڑ گیا کہ بریگیڈیئر جہانزیب ارباب نے اس سے ایک لاکھ کا مطالبہ کیا حالانکہ اس نے صرف پندرہ ہزار روپے کمائے تھے۔ یہی جہانزیب ارباب تھا جس نے بعد ازاں بطور کمانڈر سابق مشرقی پاکستان میں بریگیڈ ۵۷ سراج گنج میں نیشنل بینک کے خزانے سے ساڑھے تیرہ کروڑ روپے لوٹے تھے۔

کمیشن کی تحقیقات سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ میجر جنرل خداداد خان ایڈجوٹنٹ جنرل پاکستان آرمی کے نہ صرف مشہورِ زمانہ جنرل اقلیم اختر رانی کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے بلکہ اس نے مارشل لاء کے دوران کئی مقدمات دبانے میں جنرل رانی کی معاونت بھی کی۔ مارشل لا کے دوران ہی کئی کاروباری سودوں میں وسیع پیمانے پر رقم کی خرد برد کے الزامات بھی میجر جنرل خداداد خان پر ہیں۔

جنرل اے اے کے نیازی کے لاہور کی سعیدہ بخاری کے ساتھ مراسم تھے جس نے سینوریٹا ہوم کے نام سے گلبرگ میں ایک گھر کو کوٹھا بنایا ہوا تھا۔ یہی سعیدہ بخاری اس وقت لاہور میں جنرل آفیسر کمانڈنگ اور بعد میں کور کمانڈر ''ٹائیگر نیازی'' کی ٹاؤٹ تھی اور غیر قانونی کاموں اور رشوت ستانی میں اس کی مدد کرتی تھی۔ سیالکوٹ کی بدنام زمانہ شمیم فردوس بھی نیازی کے لیے اسی خدمت پر مامور تھی۔

فیلڈ انٹیلی جنس کی ۶۰۴ یونٹ سے میجر سجاد الحق نے کمیشن کو بتایا کہ ڈھاکہ کے ایک گھر میں میں جرنیلوں کی عیاشی کے لیے بارہا ناچنے گانے والیاں لائی جاتی تھیں۔ ٹائیگر نیازی اپنی تین ستاروں اور کور کی جھنڈے والی سٹاف کار پر بھی ناچنے والیوں کے در کے طواف کرتا تھا۔

لیفٹیننٹ کرنل عزیز احمد خان نے کمیشن کو بتایا کہ فوجیوں کا کہنا تھا کہ جب کمانڈر خود بلاتکاری (زانی) ہو تو وہ فوجیوں کو بلاتکار (جبری زنا) سے کیسے روک سکتا ہے۔ انتہائی بے شرمی اور ڈھٹائی سے خواتین سے زیادتی و بلاتکار جیسے گھناؤنے جرم کا دفاع کرتے ہوئے جنرل نیازی نے کہا تھا کہ ''یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کسی جوان سے یہ توقع کریں کہ وہ جیئے، لڑے اور مرے مشرقی پاکستان میں اور جنسی بھوک مٹانے کے لیے جہلم جائے''۔

یحییٰ خان شراب اور عورتوں کا رسیا تھا۔ اس کے جن عورتوں سے تعلقات تھے ان میں آئی جی پولیس کی بیگم، بیگم شمیم این حسین، بیگم جوناگڑھ، میڈم نور جہاں، اقلیم اختر رانی، کراچی کے تاجر منصور ہیرجی کی بیوی، ایک جونیئر پولیس افسر کی بیوی، نازلی بیگم، میجر جنرل (ر) لطیف خان کی سابقہ بیوی، کراچی کی ایک رکھیل زینب اور اسی کی ہم نام سر خضر حیات ٹوانہ کے سابقہ بیگم، انورہ بیگم، ڈھاکہ سے ایک انڈسٹری کی مالکن، للّی خان اور لیلیٰ مزمل اور اداکاراؤں میں سے شبنم، شگفتہ، نغمہ، ترانہ اور بے شمار دوسروں کے نام شامل تھے۔ ان کے علاوہ لاتعداد آرمی کے افسر اور جرنیل اپنی بیگمات اور دیگر رشتہ دار خواتین کے ہمراہ ایوانِ صدر سدھارتے اور واپسی پر خواتین ان کے ہمراہ نہیں ہوتی تھیں۔

اس رپورٹ میں ۵۰۰ سے زائد خواتین کے نام شامل ہیں جنہوں نے اس ملک کے سب سے ملعون حاکم کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارا اور بدلے میں سرکاری خزانے سے بیش بہا پیسہ اور دیگر مراعات حاصل کیں۔ جنرل نسیم، حمید، لطیف، خداداد، شاہد، یعقوب، ریاض پیرزادہ، میاں اور کئی دوسروں کی بیویاں باقاعدگی سے یحییٰ کے حرم کی زینت بنتی رہیں۔

یہاں تک کہ جب ڈھاکہ میں حالات ابتر تھے۔ یحییٰ خان لاہور کا دورہ کرنے آتا اور گورنر ہاؤس میں قیام کرتا تھا۔ جہاں اس کے قیام کے دوران میں دن میں کم از کم تین بار ملکہ ترنم نور جہاں مختلف قسم کے لباس، بناؤ سنگھار اور ہیر سٹائل کے ساتھ اس سے ملاقات کرنے جاتی تھی۔ اور رات کو بھی نور جہاں کی حاضری یقینی ہوتی تھی۔ (بقیہ صفحہ ۵۷ پر)

اسلام کے محبوس، مسلمان ہے ''آزاد''!

خباب اسماعیل

نظامِ پاکستان کو اسلامی لبادے اوڑھانے کی جتنی کوششیں کی گئیں اور اس ملک میں قائم باطل اور طاغوتی نظام کو ''شرعی تقاضوں'' سے ہم آہنگ کرنے کے جتنے جتن کیے گئے وہ محتاجِ بیان نہیں! قراردادِ مقاصد میں ''حاکمیت اعلیٰ'' اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص کرنے اور کسی بھی قسم کی غیر شرعی قانون سازی کے ''سدباب'' سے لے کر ۱۹۷۳ء کے ''اسلامی آئین'' تک مختلف انداز سے ڈھونگ رچائے گئے لیکن یہ سب اس نظامِ بد کی اصلیت کو چھپانے اور اس کے کفریہ چہرے پر پردے ڈالنے کے سوا کچھ بھی نہیں تھا...جب ہم اس نظام کو دھوکہ دہی، جھانسوں اور فریب کی بنیاد پر ''اسلامی'' ثابت کرنے والوں کی بات کرتے تھے تو بعض مخلصین بھی شک وشبہہ کا اظہار کرتے اور ہمارے موقف پر تحفظات کا اظہار کرتے...لیکن موقف اگر مبنی بر حق ہو تو اُسے زور زبردستی سے منوانے کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ حالات وواقعات اور احوال وآثار خود ہی حق کو واضح تر کر دیتے ہیں!

مملکتِ پاکستان کے قیام کے لیے بلاشبہ مسلمانانِ برصغیر کے تاریخ کی انمٹ اور لازوال قربانیاں دیں، اور یہ تمام قربانیاں 'دین کے نام پر اور شریعت کی بالادستی کی خاطر دی گئیں...لاکھوں اہل ایمان نے ہجرتوں، شہادتوں، قربانیوں اور بے پناہ صعوبت وآزمائش کو انگیز کیا، صرف اس لیے کہ نئے ملک میں شریعت کی حاکمیت کے سائے تلے زندگی گزاریں گے اور دین کی برکتوں سے فیض یاب ہو کر دنیوی واخروی فلاح کا سامان کریں گے...لیکن اُن کی قربانیوں کا ثمرہ 'شریعت کے نفاذ کی صورت میں آنے کی بجائے، سازشی اور دین اسلام سے کُلی منحرف 'خائن گروہ لے اُڑے...سیاست دانوں، جرنیلوں، بیوروکریسی، وڈیروں، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کا یہ مفسد گروہ سات دہائیوں سے پاکستان کے مسلمانوں کے سروں پر سوار ہیں...

عامۃ المسلمین کا مگر دین ومذہب سے لگاؤ اور وابستگی قائم رہی، اسی وجہ سے اُنہیں مطمئن وآرمیدہ رکھنے کی خاطر ہزار جتن کیے گئے۔ لیکن اب وقت بھی بہت بیت چکا ہے، بودی اور کمزور بنیادوں پر کھڑے ''حقائق'' اور اور اتنی طویل مدت میں دھوکہ وفریب کے تار و پود بکھر ہی جاتے ہیں...اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے ایسے ذرائع، اسباب اور وجوہ پیدا فرمادیتے ہیں جو تمام تر مکر وفریب اور سازشوں کو اُلٹ دیتے ہیں اور نظامِ کفر کا حقیقی مکروہ چہرہ عیاں ہو جاتا ہے!

جو لوگ آئین اور جمہوریت کے ساتھ ''اسلامی'' تکلف برتنے کے عادی ہیں' وہ ہر موقع پر یہ دلیل دیتے اور دعویٰ کرتے نظر آتے ہیں کہ ''اس نظام کے تحت کام کرنے والی اسمبلیوں اور قانون ساز اداروں میں اسلامی تعلیمات کے خلاف کوئی قانون پاس نہیں ہو سکتا''۔ لیکن یہ سادہ لوحی کسی کام نہیں آتی جب آئے روز یہ نظام فاسد منکرات، مکروہات اور قطعی حرام کو پھیلانے اور رواج دینے کے لیے اپنی تمام ''آئینی قانونی اور استبدادی'' ہتھیار اٹھالیتا ہے...

ہم یہ بات مکمل شرح صدر سے کہتے آئے ہیں اور اب بھی پوری ذمہ داری سے کہتے ہیں کہ یہ پورا نظام، تحکیم بغیر ماانزل اللہ کے جرم عظیم کی بنیاد پر استوار ہے! یہی ایک جرم تمام تر فساد اور بگاڑ کی بنیادی واساسی وجہ ہے! لیکن چونکہ اس نظام کی وکالت کرنے والوں نے تحکیم بغیر ماانزل اللہ کے جرم کی نوعیت نا صرف گھٹادی ہے بلکہ اپنی مرضی ومنشا کے پیمانے بنا کر وہ اس جرم سے یکسر انکاری بھی ہو چکے ہیں اور اس نظام کی بنیاد وعمارت کے ''اسلامی وشرعی'' ہونے کا اپنے تئیں فیصلہ صادر فرما چکے ہیں...لہٰذا اس باطل نظام کی اصلیت کو کھولنے اور اس کا حقیقی مکروہ چہرہ عیاں کرنے کے لیے اُن کبائر کا ذکر کیا جاتا ہے جنہیں یہ نظام پوری ڈھٹائی سے نا صرف تحفظ فراہم کیے ہوئے ہے بلکہ اُن کی ترویج اور تنفیذ کا نام ہی ''حکومت کی رِٹ'' رکھ چھوڑا ہے!

مملکتِ پاکستان میں سود جیسے گناہ کبیرہ (جس کے مرتکبین کے خلاف خود اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اعلانِ جنگ کرتے ہیں) کو مکمل قانونی تحفظ حاصل ہے اور یہاں نظامِ معیشت کی پوری عمارت' عالمی ساہوکاروں کی زیر نگرانی' اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی بنیادوں پر کھڑی ہے...المیہ یہ ہے کہ سوچنے، سمجھنے اور بصیرت رکھنے والے صاف دیکھ رہے ہیں کہ نظام مملکت کو چلانے والے اشرار' اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پیہم برسرِ جنگ رہنے واسطے 'سپریم کورٹ' سے باقاعدہ سٹے آرڈر لیے ہوئے ہیں، لیکن مجال ہے کہ ''اسلامی آئین'' اور ''حاکمیت اعلیٰ'' کا دم بھرنے والوں کے کانوں پر جُوں تک رینگے!

جوے، قمار اور شراب کو قرآن مجید میں نے ''رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَان'' سے تعبیر کیا ہے... لیکن ''ملک خداداد'' میں ان تمام جرائم اور گناہوں کو ہر طرح کا ریاستی تحفظ حاصل ہے... کوئی ہوش مند فرد اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتا کیونکہ ''بچت سکیموں''، پرائز بانڈ اور سٹاک ایکسچینج میں کاروبارِ حصص کے نام پر کھیلے جانے والے سٹہ اور جوے کے بل بوتے پر ''ترقی'' کرتی معیشت سب کے سامنے ہے!

رہی بات ''شربتِ انگور'' کی تو اسلام میں اس کی حرمت قطعی ہے! لیکن یہ حرمتِ قطعی ' اس ملک میں آج تک کسی شرابی کا بال بیکا کر سکی نہ ہی شراب کی کسی بھٹی، فیکٹری یا 'وائن شاپ' پر تالے ہی لگوا سکی...بلکہ اس کے برعکس شراب کو کبھی ''میٹھا پان'' بنا کر پیش کیا گیا اور کبھی ''بلیک ہنی'' کا لیبل اس کی بوتلوں پر چسپاں کیا گیا...لے دے کر سات دہائیوں بعد سندھ ہائی کورٹ نے شراب کی فروخت پر پابندی لگائی تو شراب وکباب کے رسیاؤں کو پہلی بار محسوس ہوا کہ اُن کی ''رونقِ زندگی'' واقعتاً خطرے میں پڑ چکی ہے! یہ بھی کیسا تماشا ہے

کہ مجال ہے اس کے نشے میں مخمور رہنے والوں نے کبھی ایک لمحے واسطے بھی ''اسلامی'' قانون و آئین کو اپنے اور اپنے 'ذوق وشوق'' کے لیے خطرہ محسوس کیا ہو! مئے خانے اور عشرت کدے ۱۹۷۳ء کے ''اسلامی آئین'' کی سرزمین پر آباد اور پھلتے پھولتے رہے... سندھ ہائی کورٹ کے فیصلے کے بعد شراب کے تاجروں کی جانب سے سپریم کورٹ سے رجوع کیا گیا جس نے شراب کی فروخت کی اجازت دے کر مینہ وساغر کے خشک پیمانوں میں از سرِ نو زندگیاں دوڑا دیں، گردشِ جام وسبو کے سلسلے دوبارہ شروع ہو گئے اور ''جھومنے'' کے تمام لوازمات' قانون کی چوکیداری میں فراہم ہونے لگے!

سندھ ہائی کورٹ نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے حرام کردہ شے کو ''حرام'' قرار دیا اور باری تعالیٰ کے فیصلے کی ''توثیق وتصدیق'' کی (العیاذ باللہ)، جس کے بعد شہرِ کراچی کی سڑکوں پر جابجا بینر لہرانے لگے کہ ''ہم سندھ ہائی کورٹ کے شراب پر پابندی کے فیصلے کا خیر مقدم کرتے ہیں''... لیکن چند ہی دنوں بعد سپریم کورٹ نے اللہ رب العزت کی جانب سے شراب کی حرمتِ قطعی کو پھر سے ''حلت'' میں بدل دیا تو ''قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون نہیں بن سکتا'' کے راگ الاپنے والوں کو ''اعلیٰ عدلیہ'' کے خلاف بینر لہرانا تو دور' ایک جملہ تک بولنے کا یارا نہ ہوا۔ کیونکہ ''توہینِ عدالت'' جیسے سنگین جرم کا ارتکاب کیونکر کیا جاسکتا ہے!... واہ اسلام آہ! میرے رب کی عطا کردہ مبارک شریعت اور کامل دین کو کتنا ہلکا لے لیا گیا کہ اسلامی قانون اور شرعی قواعد کی دھجیاں بکھر جانے کے باوجود اس نظام کو گلے سے لگا کر ''اسلام کا بول بالا'' کے نعرے بلند کرنے والوں کے ہونٹوں پر قفل اور زبانوں پر آبلے پڑ گئے ہیں!

فحاشی، عریانی اور بے حیائی کو شریعت اسلامیہ میں حرام قرار دیا گیا ہے اور ان کے رواج و اشاعت کو دائمی اخروی عذاب کا سبب بتاتے ہوئے اس سے متنبہ کیا ہے... لیکن اس نظام کے تحت ملک بھر میں بدکاری کے اڈوں کی سرپرستی دھڑلے سے کی جارہی ہے... فحاشی و عریانی کا سیلاب ہے جو امڈا چلا آرہا ہے... اخبارات ورسائل سے لے کر تعلیمی نصاب و نظام تک میں یہ زہر پوری طرح سرایت کر چکا ہے... نوجوان نسل' شہوت پرستی اور حرص و ہوس میں غرق ہوئے جاتی ہے... عزت مآب خواتین کے لیے اپنی عصمت وعفت کی چادر کو سنبھال رکھنا کارِ محال بنتا جارہا ہے... جنسی بے راہ روی' وبا کی صورت میں کچھ اس طرح عام ہو چکی ہے کہ چھوٹے اور معصوم بچے بچیوں تک ہوس کے پجاریوں کی درندگی کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں... لیکن اس سب کے آگے بند باندھنے والا کوئی نظر نہیں آتا... لال مسجد کے طلبہ نے بدکاری کے اڈوں کے خلاف اقدامات کیے تو اُنہیں آنے والی نسلوں کے لیے مثال بنا دیا گیا! ''اسلامی'' قانون' جنسی بھیڑیوں کو پروان چڑھانے والی نرسریوں کی رکھوالی کرتا ہے جب کہ ان رذائل کو روکنے والوں کو ''ریاستی رِٹ کو چیلنج کرنے والا'' گردان کر سفید فاسفورس سے خاکستر کر ڈالتا ہے!

''نیشنل ایکشن پلان'' کے تحت پورے ملک میں ''قانون کی حکمرانی'' قائم کی جارہی ہے! جی ہاں وہی قانون جو کہ ''اسلامی'' بھی ہے! اور یہ ''اسلامی قانون'' بڑھ بڑھ کر دین داروں اور اسلام پسندوں کی گردنیں دبوچنے میں مصروف ہے... اس ''اسلامی قانون'' کی آڑ میں خفیہ عقوبت خانے علمائے حق، داعیانِ دین اور دردمندانِ اسلام سے بھر چکے ہیں... فوج، خفیہ اداروں، سی ٹی ڈی، رینجرز، پولیس اور ''قانون نافذ کرنے والے اداروں'' کے نرغے میں آئے دین پسند نوجوانوں اور شریعت کے متوالوں کو پورے ملک میں ''ہتھکڑی لگے مقابلوں'' میں شہید کرنے کا معاملہ زوروں پر ہے...

مدارس، علمائے دین اور طلبائے دین کے گرد گھیرا تنگ کرنے کے لیے مدارس ومساجد کی 'جیو ٹیگنگ' کی جاچکی ہے اور نئے مدارس ومساجد بنانے کے راہ میں ایسی قانونی رکاوٹیں کھڑی کی جاچکی ہیں کہ کسی نئے مدرسے یا مسجد کا قیام ''اسلامی قانون'' کے تحت جوئے شیر لانے کے مترادف ہے! پہلے سے موجود مدارس پر نت نئی قدغنیں اور پابندیاں عائد کی جارہی ہیں... علما اور طلبا کے تمام تر کوائف حاصل کر کے اُنہیں ''واچ لسٹ'' میں رکھا جارہا ہے!

دین اور شریعت سے دشمنی' اس پورے نظام اور اس کے کارپردازان وگماشتوں کی رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے ہے... ایسے میں اسلام کے مقرر کردہ حلال وحرام کی تمیز بھی ''قانونی طور'' سے ختم کی جاچکی ہے، تاکہ جو اہل ایمان ہیں' اُنہیں مجبور ومقہور رکھ کر اور ''آئینی، قانونی، دستوری اور جمہوری'' تماشوں کو عین ''اسلامی'' قرار دے کر شریعت اسلامیہ کی بجائے مذہب جمہوریت پر عمل پیرا کروایا جائے، وہ مذہب کہ جس کے حلال وحرام' اسلام کے بیان کردہ حلال وحرام سے یکسر اُلٹ ہیں...

اب تو ہر طرف لبرل ازم، سیکولرازم اور لادینیت کا غوغا اُٹھ رہا ہے! اسی لیے اب کفار کو نہ تلوار کے زور پر مغلوب کرنا قبول ہے نہ ہی دعوت وتبلیغ کے ذریعے اُنہیں کفر کے اندھیروں سے نکال کر اسلام کی روشنی میں لانا اور کفر کی گندگیوں سے پاک کر کے اسلام کے چشمۂ صافی سے سیراب کرنا منظور ہے! اسی لیے اب سندھ میں ہونے والے دوسری 'قانون سازی' کے ذریعے کفار کو کلمۂ توحید پڑھ کر اسلام میں داخل ہونے پر قدغنیں عائد کی جارہی ہیں... حیرت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ ''اصحابِ اسلامی جمہور'' بضد تھے اور ہیں کہ اس ملک میں کوئی قانون قرآن وسنت کے منافی نہیں بنایا جاسکتا! جب کہ سندھ اسمبلی ''منارٹی رائٹس کمیشن بل ۲۰۱۶ء'' کے نام سے قانون جب اسمبلی میں پیش کیا گیا تو کسی ایک رکنِ اسمبلی کی طرف سے بھی اس کی مخالفت نہیں کی گئی! اس قانون کی رُو سے اٹھارہ سال سے کم عمر فرد اپنا مذہب تبدیل نہیں کر سکتا اور اس سے زائد عمر کا کوئی فرد بھی اگر مذہب تبدیل کرے گا تو اُسے ۲۱ دن ''سوچنے کا موقع'' فراہم کیا جائے گا! اس کے بعد ہی وہ مذہب تبدیل کر سکتا ہے... یہ صورت حال ہر طرح سے اپنی وضاحت خود ہی کر رہی ہے

اور ''آئین، قانون اور دستور'' کے وکلا اور ''پرامن جدوجہد'' کے علم برداروں کا منہ چِڑا رہی ہے!

پاکستان کے مسلمانوں کے سامنے اس کفری اور طاغوتی نظام کی حقیقت اپنے تمام مفاسد اور فتنہ پروریوں سمیت کُھل چکی ہے! پچھلی سات دہائیوں میں وقوع پذیر ہونے والے لاتعداد واقعات و شواہد نے ثابت کیا ہے کہ اس باطل نظام کو تحفظ دینے کے لیے اسے اسلامی لبادے پہنائے گئے اور مقدس قبائیں اوڑائی گئیں...فی الحقیقت اس نظام کا اسلام سے تعلق ویسا ہی ہے جتنا کسی صنم کدے میں رکھے بُت کا ایک توحید پرست اور شرک بیزار مسلمان سے ہو سکتا ہے! کبھی اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لیے اور کبھی حکام کے جبر سے خوف زدہ ہو کر جان کی امان حاصل کرنے کے لیے اس نظام کو اسلامی سندیں دی جاتی رہی ہیں... لیکن یہ تمام اسناد، اللہ کی دشمنی پر نازاں اس نظام کی فطرت و جبلت نہیں بدل سکیں!

لہٰذا اس خطہ کے مسلمانوں کو تمام خوش فہمیاں ختم کرنی ہوں گی اور ''ایک دن اسی نظام میں رہتے ہوئے 'اسلامی انقلاب' کا سورج طلوع ہو گا'' جیسی بے کار و بے اصل امیدوں کے سہارے جینے، اس طاغوتی و کفری نظام کو مزید مہلت دینے کی بجائے، اس کے سائے تلے صرف ''پرامن'' زندگیاں گزارنے کی بجائے 'اِسے بیخ و بُن سے اکھاڑنے کی جدوجہد کرنی ہو گی...کیونکہ اس نظام نے اُن کی دنیا تو خراب کی ہی ہے، اگر اسے مہلت در مہلت ملتی رہی تو یہ نظام اور اس کے محافظ ور کھوالے 'پاکستانی مسلمانوں کو آخرت کے سودے میں بھی گھاٹا اٹھانے والوں میں بنا کر رہیں گے! یاد رکھیں کہ اللہ ذوالجلال والاکرام کے دربار میں یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ خود ساختہ اور اللہ کے باغی آئین و قانون کی کس قدر پاس داری کر کے آئے ہو (اُلٹا اس آئین و قانون کی پاس داری تو وہاں وبالِ جان ہی بنے گی)! بلکہ سوال تو یہی ہو گا کہ دین و شریعت کی پاس داری کا حق کہاں تک ادا کر کے آئے ہو؟!!!

☆☆☆☆☆

بقیہ: جرنیلوں کی جوان راتیں

جنرل رانی نے سابق آئی جی جیل خانہ جات حافظ قاسم کو بتایا کہ اس نے خود جنرل یحییٰ اور ملکہ ترنم نور جہاں کو بستر پر برہنہ بیٹھے اور پھر جنرل کو نور جہاں کے جسم پر شراب بہاتے اور چاٹتے دیکھا تھا۔ اور یہ عین اس وقت کی بات ہے جب مشرقی پاکستان جل رہا تھا۔

بیگم شمیم این حسین رات گئے جنرل یحییٰ کو ملنے آتی اور صبح واپس جاتی۔ ان کے شوہر کو سوئٹزرلینڈ میں پاکستان کے سفیر کے طور پر بھیجا گیا جب کہ بعد ازاں بیگم شمیم کو آسٹریا کے لیے سفیر مقرر کر دیا گیا تھا۔ میاں بیوی کو دونوں سفارت کاری کا کوئی تجربہ تھا نہ ہی امورِ خارجہ کے شعبے سے ان کا کوئی تعلق تھا۔ بیگم شمیم کے باپ، جسٹس (ر) امین احمد کو ڈائریکٹر نیشنل شپنگ کارپوریشن مقرر کیا گیا تھا اس وقت جب کہ وہ عمر میں ستر برس کا تھا اور اسی زمانے میں نور جہاں ایک موسیقی کے میلے میں شرکت کرنے کے لیے ٹوکیو گئی تھی تو اس کے ہمراہ اس کے خاندان کے بہت سے افراد سرکاری خرچ پر جاپان گئے تھے۔

یحییٰ خان کی ایک رکھیل نازلی بیگم کو جب پی آئی سی آئی سی (بنک) کے ایم ڈی نے قرضہ نہیں دیا تو اس کو عہدے سے زبردستی برخاست کر دیا گیا تھا۔ سٹینڈرڈ بنک کے فنڈز سے راولپنڈی کی ہارلے سٹریٹ پر یحییٰ خان نے ایک گھر بنایا جس کی تزئین و آرائش بھی بنک کے پیسے سے کی گئی۔ یحییٰ اور اس کا چیف آف اسٹاف جنرل عبدالحمید خان اس گھر کے احاطے میں فوج کی حفاظت میں طوائفوں کے ساتھ وقت گزارتے تھے۔ ایک غیر معمولی انٹرویو میں جنرل رانی نے انکشاف کیا کہ

> ''ایک رات آغا جانی مجھ سے ملنے کے لیے آئے تھے اور کسی حد تک بے چین تھے۔ آتے ہی مجھ سے پوچھا تمہیں فلم دھی رانی کا گانا ''چیچی دا چھلا'' آتا ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا میرے پاس گانے سننے کا وقت کہاں ملتا ہے۔ اسی وقت انہوں نے ملٹری سیکرٹری کو فون کیا اور نغمے کی کاپی لانے کا حکم صادر کر دیا۔ رات کے دو بجے کا وقت تھا۔ بازار بند تھے۔ ملٹری سیکرٹری کو ایک گھنٹے کے اندر اندر ایک آڈیو البم کی دکان کھلوا کر گانے کی کاپی حاضر کرنا پڑی۔ جس کے بعد آغا جانی خوشی خوشی نغمہ سن رہے تھے۔ اور اس کی اطلاع نور جہاں کو کر دی گئی''۔

یحییٰ خان کے دور حکومت میں اداکارہ ترانہ کے بارے میں ایک لطیفہ زبان زدِ عام تھا کہ ایک شام ایک عورت صدارتی محل میں پہنچی اور یہ کہہ کر اندر داخل ہونے کا مطالبہ کیا کہ 'میں اداکارہ ترانہ ہوں، سیکورٹی گارڈز نے جواب دیا. کہ تم کیا ہو ہمیں پرواہ نہیں ہے ہر کسی کو اندر جانے کے لیے پاس کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ مُصر رہی اور اے ڈی سی سے بات کرنے کا مطالبہ کیا جس نے اداکارہ کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ اداکارہ جب دو گھنٹے بعد واپس لوٹی تو گارڈ نے اداکارہ کو سیلیوٹ کیا۔ اداکارہ نے رویئے کی تبدیلی کی وجہ پوچھی تو گارڈ نے جواب دیا ''پہلے آپ صرف ترانہ تھیں اب آپ قومی ترانہ بن گئی ہیں''۔

جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے اکسٹھ برس تک ایک مطمئن اور خوش حال زندگی بسر کی وہ اپنے راولپنڈی میں ہارلے سٹریٹ پر موجود اسی گھر میں قیام پذیر رہا جو کہ سٹینڈرڈ بینک کے فنڈز سے تعمیر کیا گیا تھا۔ اور اس کو بطور سابق صدر اور آرمی چیف کے پنشن اور دیگر مراعات حاصل رہیں۔ اور ۱۰ اگست ۱۹۸۰ کو وہ جب وہ مردار ہوا تو اُسے مکمل فوجی اعزاز کے ساتھ دفن کیا گیا۔

☆☆☆☆☆

سرل المائیڈا کی رپورٹ سے پرویز رشید کی برطرفی تک

سیلاب خان

زیرِ نظر مضمون مجھے کچھ ذرائع سے ملنے والی خبروں اور اطلاعات کی روداد ہے۔ اس روداد کو لکھنے کا مقصد فوجی و حکومتی ایوانوں اور صحافیوں کے پریس کلبوں کی اصلیت کی ایک ہلکی سی جھلک دکھانا ہے۔ ورنہ فوج و حکومت، صحافت و عدلیہ ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں اور ان سب ہی کی جد و جہد' اسلام اور اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے پاکستان کو تباہ کرنا، انگریزوں کے نظام کو نافذ کرنا یا اس میں مدد کرنا اور ذاتی تجوریاں بھرنا ہی ہے۔ اس مضمون میں استعمال کی گئی بعض اصطلاحات یا تو مغربی ہی ہیں یا پھر صحافتی۔ راقم السطور نے روداد کو اخبار نویسوں کے انداز میں ہی لکھنے کی کوشش کی ہے۔

اکتوبر ۲۰۱۶ء کی ابتدائی تاریخوں میں پاکستان کی سیکورٹی کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں چیف آف آرمی اسٹاف جنرل راحیل شریف، چیف آف جوائنٹ اسٹاف کمیٹی، ڈی جی آئی ایس آئی لیفٹیننٹ جنرل رضوان اختر، چیف آف نیول اسٹاف، چیف آف ایئر سٹاف، ڈی جی ایم آئی، وزیرِ اعظم نواز شریف، پنجاب کا وزیرِ اعلیٰ شہباز شریف، وزیرِ داخلہ چودھری نثار علی خان، وزیرِ خزانہ اسحاق ڈار، وزیرِ دفاع خواجہ آصف اور مشیرِ خارجہ اعزاز چودھری اور پرنسپل سیکرٹری فواد حسن فواد شریک ہوئے۔

اس اجلاس میں مشیرِ خارجہ امور اعزاز چودھری نے ایک رپورٹ پیش کی۔ اس رپورٹ میں یہ کہا گیا کہ پاکستان پر عالمی قوتوں بالخصوص امریکہ و بھارت کا بہت زیادہ دباؤ ہے کہ پاکستان ایک طرف حقانی نیٹ ورک کو سپورٹ کر رہا ہے تو دوسری طرف لشکرِ طیبہ کے حافظ سعید اور جیشِ محمد کے مسعود اظہر کو سپورٹ کر رہا ہے۔ حقانی نیٹ ورک امریکہ اور اس کی اتحادی فوجوں کے خلاف کارروائیوں میں ملوث ہے۔ جب کہ حافظ سعید ممبئی حملوں میں اور مسعود اظہر پٹھان کوٹ وغیرہ کے حملوں میں بھارت کو مطلوب ہیں۔ اعزاز چودھری نے یہ سفارش پیش کی کہ پاکستان کو چاہیے کہ کم از کم بھارت اور بھارت کا سہارا لے کر امریکہ و یورپی طاقتوں کے پراپیگنڈے کہ پاکستان دہشت گردوں کی مدد کرتا ہے کا توڑ کریں۔ اور اس کا توڑ یوں ممکن ہے حافظ سعید، عبدالرحمٰن مکی، امیر حمزہ اور مسعود اظہر کو خود مروا دیا جائے۔ ان کے مرنے سے پاکستان پر سے ایک خاطر خواہ پریشر کم ہو جائے گا۔

ذرائع کے مطابق (جن کے غیر مصدقہ ہونے کا امکان زیادہ ہے) شہباز شریف نے شکایت کی کہ ہم پنجاب وغیرہ میں آپریشن کرتے ہیں تو ایجنسیاں دہشت گردوں کو چھڑوا لے جاتی ہیں۔ جس پر ڈی جی آئی ایس آئی رضوان اختر نے کہا کہ آپ آپریشن کریں ہم انٹیلی جنس ساتھ لگا کر آپ کے ساتھ آپریشن میں حصہ لیں گے۔ ان باتوں پر ڈسکشن کے بعد اجلاس اختتام پذیر ہو گیا۔

وزیرِ اعظم نواز شریف نے فوج کو بدنام کرنے کی غرض سے اس اجلاس میں سے بعض باتیں لیک کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کام کے لیے نواز شریف نے اپنی دستِ راست اور بیٹی مریم نواز شریف (پاناما لیکس کے بعد سے مریم 'صفدر') سے مشورہ کیا۔ اس اجلاس کے مذکورہ بالا مندرجات ایوانِ وزیرِ اعظم میں لیک کرنے کا فیصلہ ہوا۔ مریم نواز شریف نے ایک عورت مریم خواجہ کے ذریعہ یہ خبر بنوائی۔ یہ خبر جنگ جیو گروپ کے مالک میر شکیل الرحمان کو بھیجی گئی۔ یہاں یہ بات بتانا بھی ضروری ہے کہ اس وقت صحافتی مراعات وغیرہ کا ستر فی صد حصہ میر شکیل الرحمان کے جنگ جیو گروپ کو نواز حکومت کی طرف سے دیا جا رہا ہے۔ میر شکیل الرحمان کے فوج سے پہلے ہی معاملات ٹھیک نہیں چل رہے اور خدا خدا کر کے کچھ تعلقات بحال ہوئے اور حامد میر کا مسئلہ بھی تا حال چل رہا ہے کہ کبھی اس کا پروگرام بند ہو جاتا ہے تو کبھی اس کا جنگ اخبار میں کالم۔ ان وجوہات کی بنا پر میر شکیل الرحمان نے یہ خبر جنگ اخبار میں چھاپنے سے انکار کر دیا۔

اس وقت پاکستان میں تین بڑی کاروباری سرمایہ دار شخصیات ہیں۔ ایک میاں نواز شریف خود، دوسرا میاں نواز شریف کا سمدھی اور وزیرِ خزانہ اسحاق ڈار اور تیسرا میاں محمد منشا۔ میاں محمد منشا کے نواز شریف سے نہایت قریبی تعلقات ہیں۔ منشا کو اس وقت وہی حیثیت حاصل ہے جو زرداری دورِ حکومت میں ملک ریاض (مالک بحریہ ٹاؤن) کی تھی۔ اس وقت یہ تین ٹائیکون (tycoon، یعنی بڑے سرمایہ دار) پاکستان کے اکثر سرمایے پر قابض ہیں۔ میاں محمد منشا، اعظم سہگل کا قریبی دوست ہے۔ اعظم سہگل شوہر ہے عنبر سہگل کا، اور عنبر سہگل ڈان گروپ کی مالکن ہے۔

اس لمبے ذریعے سے مریم نواز کی تیار کروائی گئی اور مریم خواجہ کی تیار کردہ خبر ڈان کی مالکن عنبر سہگل تک پہنچی جس نے یہ خبر انگریزی روزنامہ ڈان میں اس کے ایک پارسی صحافی سرل المائیڈا کے ذریعے لگوائی۔ سرل المائیڈہ نے اس خبر کی تصدیق وزیرِ اطلاعات پرویز رشید سے چاہی جو اس معاملے سے بالکل ناآشنا تھے۔ المائیڈا نے اس خبر کی تصدیق بھی ایس ایم ایس کے ذریعے چاہی۔ ایک تو پرویز رشید نے کہا کہ میں اس سے واقف نہیں ہوں دوسرا اس نے اس خبر پر زیادہ توجہ نہیں دی۔ یوں بھی پرویز رشید کا معمول ہے کہ شام کے بعد انگور کی بیٹی سے لب لگاتے ہیں اور پھر اگلی صبح ہی ہوش میں آتے ہیں۔

بہر کیف یہ خبر انگریزی روزنامے ڈان میں ۶ اکتوبر ۲۰۱۶ء کو شائع ہو گئی۔

اس خبر کے آتے ہی فوج کے طوطے اُڑ گئے۔ امریکہ و یورپ میں بدنامی الگ ہوئی۔ آئی ایس پی آر نے تردیدی بیان الگ جاری کیا اور وزارتِ داخلہ نے الگ۔ اگلے ایک دو روز کے اندر اندر دوبارہ سیکورٹی کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں سبھی ''معصوم'' افراد نے اس خبر سے لاتعلقی کا اظہار کیا۔ یہاں اس خبر کے خلاف ایکشن لینے کا پلان بنایا گیا اور فریقین (فوج و حکومت) نے اس پر الگ الگ تحقیقاتی کمیشن بنانے اور تفتیش کرنے کا اعلان کیا۔

(بقیہ صفحہ ۶۶ پر)

سی پیک منصوبے اور ایسٹ انڈیا کمپنی

اسامہ سعید

اطلاعات ہیں کہ چند سینٹر زاور پارلیمانی کمیٹی برائے منصوبہ بندی کمیشن کے چیئر مین نے 'سی پیک' کے حوالے سے ایک اجلاس کے دوران میں ان خدشات کا اظہار کیا کہ

> ''اگر سی پیک منصوبوں میں عوامی مفادات کے تحفظ کو یقینی نہیں بنایا گیا تو خدشہ ہے کہ یہ منصوبے ایسٹ انڈیا کمپنی کی شکل نہ دھار لیں۔ جن اخراجات کے متعلق بتایا گیا تھا کہ وہ چینی حکومت برداشت کرے گی 'ان کا بوجھ بھی مقامی وصوبائی حکومتوں پر ڈالا جارہا ہے جو مقامی آبادی کے ساتھ سراسر ناانصافی ہے۔ توانائی کے منصوبوں میں بھی چینی حکومت من مانے ٹیرف لاگو کرنے پر اصرار کر رہی ہے''۔

ایک مہینے سے زیادہ کا عرصہ گزرنے کے باوجود اس میٹنگ میں اٹھائے جانے والے سوالات اور تحفظات پر کوئی پیش رفت نہیں ہوئی اور ہو بھی کیسے سکتی ہے کیونکہ سی پیک اور نام نہاد پاک چین دوستی پر تنقید کرنے والا بھارتی ایجنٹ ہی کہلائے گا۔

رہی بات سی پیک اور ایسٹ انڈیا کمپنی میں مماثلت کی تو یہ حقیقت ڈھکی چھپی نہیں کہ ۱۶۱۳ء میں سورت کے مقام پر پہلی تجارتی کوٹھی قائم کرنے کے بعد انگریزوں کی ہندوستان پر قبضے کی پہلی ٹھوس پیش رفت یہ تھی کہ عوام کو کنٹرول کرنے اور محصولات وصول کرنے کا ٹھیکہ حاصل کیا گیا۔ یہاں بھی توانائی کے شعبے کو چینی حکومت کے حوالے کر کے عوام کو عندیہ دیا جارہا ہے کہ لوڈشیڈنگ کا خاتمہ ممکن ہو جائے گا(پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں بجلی کی پیداوار اور سپلائی کی کمپنی 'کے الیکٹرک' کے ۵۱ فی صد حصص چینی کمپنی کو فروخت کیے جاچکے ہیں)۔ یہاں تک کہ سندھ حکومت شہروں سے کچرا ٹھانے کا کام بھی چینی کمپنی اور اہل کاروں کے حوالے کر رہی ہے۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ مناسب وقت آنے پر چین کی زمینی فوج کے داخلے اور بلامزاحمت قبضے کے لیے راہ ہموار کی جارہی ہے۔ یہ مناسب وقت کون سا ہو گا ممکنہ طور پر بلوچستان کی علیحدگی، جس کا خواہش مند امریکہ بھی ہے اور بھارت بھی۔ تو چین کیوں نہ اس کے لیے منصوبہ بندی کرے۔ روس کو بھی گوادر تک رسائی دینے کی بات ہو رہی ہے جب کہ خود یورپ اور امریکہ 'کریمیا کے معاملے میں روس سے خائف نظر آتے ہیں کہ روس اپنے توسیع پسندانہ عزائم کو بدستور جاری رکھے ہوئے ہے۔ لیکن ان جرنیلوں کی عقلوں کو سلام کیجیے کہ جو بغیر تحفظات پہلے چین کو گوادر کا مکمل کنٹرول اور اب روس کو گوادر تک رسائی دینے کے معاملہ میں ایسے سادہ دکھائی دیتے ہیں جیسے یہ گوادر پورٹ کی حوالگی نہ ہوئی بلکہ ڈی ایچ اے کے پلاٹوں کی بندر بانٹ ہوئی۔

سنکیانگ یعنی مشرقی ترکستان سے ستائیس سو کلومیٹر کے راستے کو گوادر ریل اور ہائی وے کے ذریعے ملانے کا منصوبہ ہے۔ واضح رہے کہ مشرقی ترکستان کا وسیع و عریض خطہ بھی اُن مسلم مقبوضات میں شامل ہے جنہیں ملحد چین نے طاقت کے بل بوتے پر ہتھیار رکھا ہے اور اس کے وسیع اور قیمتی قدرتی ومعدنی ذرائع چینی ریاست ومعیشت کو سہارا دینے کے لیے استعمال ہو رہے ہیں۔ دوسری جانب اس علاقے میں آباد ایغور نسل کے مسلمانوں پر چینی ملحدین کے مظالم کا سلسلہ تاحال جاری ہے۔ اذان، نماز اور روزے پر پابندی کے ساتھ ساتھ اٹھارہ سال سے کم عمر افراد کے مسجد میں داخلے پر پابندی ہے۔ معاشی استحصال بھی چینی حکومت کی سرپرستی میں جاری ہے جس کے تحت حین نسل کے چینی باشندوں کو اس مسلم اکثریتی صوبے میں آباد ہونے کے عوض خصوصی مراعات دی جاتی ہیں تاکہ ان کی مسلسل آبادکاری سے ایغور نسل کے مسلمانوں کو اقلیت میں تبدیل کیا جاسکے۔

چینی حکومت کے مظالم سے تنگ آکر جو مسلمان افغانستان یا پاکستان کے قبائلی علاقوں کی طرف ہجرت کرتے ہیں ان کا وہاں بھی پیچھا کیا جاتا ہے جس میں پاکستان وافغانستان کی حکومتیں مکمل تعاون کرتی ہیں۔ مسلمانوں پر مظالم کا یہ سلسلہ تو اب صرف چین تک محدود نہیں رہا بلکہ چینی فوجیوں کی شام کی جنگ میں عملی شرکت اور روسی وشامی فوج کے شانہ بشانہ لڑنے کے لیے میدان میں اترنا کیا اب بھی اس حقیقت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہے کہ چین مسلمانوں کا ویسا ہی دشمن ہے جیسے امریکہ و برطانیہ تھے اور اب تک ہیں۔

قبل اس کے کہ سی پیک رہداری منصوبے سے جوڑی گئی 'پاکستان کی ترقی' کے متعلق دیومالائی اور پر فریب پیش گوئیوں کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا جائے، ضروری ہے کہ پاکستان کے مختلف طبقات کی اس بس صوبے کے متعلق آرا بیان کر دی جائیں تو مناسب رہے گا۔ اخبارات میں مبصرین اور کالم نگار کھل کر تنقید کر رہے ہیں کہ شریف فیملی اس منصوبے کو اس حد تک خفیہ رکھ رہی ہے کہ دوسرے صوبوں کے وزرا تک منصوبے اور روٹ سے متعلق مکمل آگاہی نہیں رکھتے۔ بلوچستان اور خیبر پختونخواہ میں قوم پرست جماعتیں تو پھر کسی حد تک صوبے کو نظر انداز کیے جانے پر بات کر رہی ہیں... لیکن حیرانگی کی بات یہ ہے کہ بعض مذہبی سیاسی جماعتوں کی طرف سے تواتر سے ایسے بیانات دیے جارہے ہیں کہ سی پیک منصوبہ امریکی معاشی غلامی سے نجات کا ذریعہ بنے گا۔

اگر گزشتہ چند سالوں کے دوران پاکستان کی مذہبی سیاسی جماعتوں کی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے کہ جن معاملات میں لبرل اور قوم پرست جماعتیں فوج اور حکومتی پالیسیوں پر تنقید کر رہی ہیں اُنہی معاملات میں تنقید اور اختلاف رائے کا حق مذہبی جماعتوں کے پاس نہیں یا یوں کہہ لیں کہ مذہبی جماعتوں کو اس طرح دیوار سے لگادیا گیا ہے کہ ان کی مقامی قیادت خوشامدانہ بیانات پر ہی اکتفا کر رہی ہے۔ اب اسے عالمی حالات سے ناواقفیت کا نتیجہ قرار دیا جائے یا پاکستان کے جمہوری سیاسی کلچر کے ثمرات 'کہ چین کے ایغور مسلمانوں پر مظالم اور شامی مسلمانوں کے خلاف جنگ

میں عملی شرکت کے باوجود پاکستان کی مذہبی سیاسی جماعتیں ان معاملات سے لاتعلق اور سی پیک کی مدح سرائی کے لیے رطب اللسان ہیں۔

میرے ہاتھ میں اس وقت آٹھویں جماعت کی 'معاشرتی علوم' کی کتاب ہے، جس میں ابن بطوطہ کے چین کے سفر مانے کے متعلق کچھ یوں لکھا گیا ہے کہ "یہ ایک پرامن ملک ہے، اس ملک میں مسلمانوں کو پوری آزادی حاصل ہے،ان کے مقدمات کا فیصلہ مسلمان قاضی کرتے ہیں"۔ نئی نسل کو عالمی حالات اور اسلامی تاریخ سے ہمارا تعلیمی نظام کیسے باخبر رکھ جارہاہے آپ کے سامنے ہے۔

سی پیک راہداری اور گوادر پورٹ کے فعال ہونے کا موازنہ جس طرح سنگاپور اور دبئی پورٹ سے کیاجاتاہے،دیکھنے کی ضرورت یہ ہے کہ کیایواےای اور سنگاپور کی حکومتوں نے بندرگاہوں کو کسی دوسرے ملک کے حوالے کرکے ترقی کی ہے۔ سنگاپور اور دبئی کی قسم کے پورٹ ہونے میں ایک بنیادی نقطہ یہ بھی ہے کہ ایسی بندرگاہ جہاں دنیابھر کی مصنوعات پہنچ رہی ہوں ایسی صورت میں وہاں کی مقامی صنعت کا بیرونی اشیاسے قیمت کی مد میں مقابلہ کرنانہایت ہی مشکل ہوجاتاہے۔ سنگاپورری ایکسپورٹ کی مد میں آمدن حاصل کرتاہے اور دبئی ری ایکسپورٹ کے ساتھ ساتھ تیل کی آمدن بھی رکھتاہے جو معیشیت کو سہارادیتی ہے اس کے باوجود چند سال قبل کا دبئی کامارکیٹ کریش سب کے سامنے ہے۔جب سرمایہ کار بنک ڈیفالٹر ہونے کے سبب اپنی گاڑیاں ایئرپورٹ کے باہر کھڑی کرکے ملک سے فرار ہوتے رہے۔ یہ دونوں ممالک مینوفیکچرنگ پر انحصار نہیں کرتے جب کہ پاکستان کی معیشت میں مصنوعات کی مینوفیکچرنگ اور برآمدات ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے۔تو ایسی صورت میں پاکستان کی بچی کھچی معیشت یا مقامی صنعت جو بمشکل توانائی کے بحران میں گزارہ کرپارہی ہے ، چینی مصنوعات کے لیے یوں دروازے کھول دینا اس نیم مردہ انڈسٹری کو چینی سرمایہ کاروں کے لیے ترنوالہ بنانے کے مترادف ہی ہوگا۔

اسی طرح سنگاپور اور دبئی سے گوادر کے منصوبے کو ملانے اور "ترقی" کے سہانے خواب دکھانے سے قبل ایک نظر گوادر کی مقامی آبادی کی حالت زار پر بھی ڈال لی جائے! جہاں اربوں ڈالرز کی سرمایہ کاری کے مقام (بندرگاہ) سے چند فرلانگ کے فاصلے پر بھوک، پیاس، ننگ، محتاجی،افلاس، فلاکت،احتیاج، تہی دستی اور پسماندگی کے علاوہ دور دور تک کچھ دکھائی نہیں دیتا... یہاں کے لوگ میٹھے پانی کی بوند بوند کو ترستے ہیں! اور انہیں اپنے حق میں آواز اٹھانے تک کی اجازت نہیں،جو ذرا جرأت سے کام لینے کی جسارت کرتاہے وہ مسخ شدہ لاش کی صورت میں ویرانوں سے ہی "دریافت" ہوتاہے!

اربوں ڈالر کے ان منصوبوں میں کتنی رقم پاکستانی وزرااور جرنیلوں کی جیبوں میں بطور کمیشن جائے گی؟اس کااندازہ اس چھوٹی سی مثال سے لگالیا جائے جو اس کمیونسٹ ملک کی چھوٹی بڑی ہر تجارتی کمپنی کا بنیادی اصول ہے۔ کچھ عرصہ قبل دینی ذہن رکھنے والے ایک سیلز مین ایک مسئلہ لے کر آئے۔ وہ مشینری درآمد کرنے والی ایک کمپنی کے سیلز مین تھے اور بتایا کہ جس چائینیز کمپنی سے وہ مشینیں منگوا کر بطور ایجنٹ پاکستان میں مختلف کمپنیوں کو مہیا کرتے ہیں ، یہ 'کمپنی' پاکستانی شراکت دار کمپنی کو پرزور انداز میں ترغیب دیتی ہے کہ کسٹمر کمپنیوں میں موجود ملازمین کو کمیشن کی صورت میں رشوت دے کر خریدا جائے۔اس بھائی کا کہنا تھا کہ وہ پچھلے بیس سالوں کا ریکارڈ دیکھ چکے ہیں، سیکڑوں سرکاری وغیر سرکاری کمپنیوں میں اسی فارمولے یعنی رشوت دے کر مصنوعات کو پاس کرایا جاتاہے۔

سرکاری اداروں میں رشوت کلچر کے بارے میں تو آپ نے سناہی ہوگا لیکن پرائیویٹ سیکٹر میں چینی سرمایہ کار منافع کے لیے رشوت سمیت کیسے کیسے حربے آزمارہے ہیں اگر سن لیں تو ہوش اڑ جائیں۔ درآمدی کمپنی کی فرمائش پر گھٹیا سے گھٹیا کوالٹی کی پراڈکٹس بنانے میں انکا کوئی ثانی نہیں... چاہے یہ مصنوعات کھانے پینے کی اشیاہی کیوں نہ ہوں۔ حرام اور مضر صحت اجزااور کیمیکلز سے بنی اشیاکے لیے پاکستانی مارکیٹ تک رسائی "پاک چین دوستی" کا ثمر ہے۔ سال ۲۰۰۸ء میں چائینیز مِلک سکینڈل نے دنیا بھر میں چینی فوڈ ایکسپورٹ کو متاثر کیا۔ لاتعداد بچے مضر صحت چینی کمپنی(یلی گروپ) کے دودھ کے پاؤڈر کے باعث جان گنوابیٹھے اور ہزاروں کی تعداد میں بچوں کے گردے ناکارہ ہوگئے۔واقعہ کے بعد کئی ممالک نے چینی ڈیری مصنوعات پر مکمل پابندی عائد کردی۔ اس واقعے کے باوجود چینی حکومت نے مذکورہ کمپنی کے خلاف کارروائی نہیں کی اور سال ۲۰۱۲ء میں اسی قسم کا ایک اور سکینڈل سامنے آیا۔

سی این بی سی کی ایک رپورٹ کے مطابق چینی حکومت حلال فوڈ مارکیٹ پر مکمل قبضے کے لیے منصوبہ بندی کررہی ہے۔ جب کہ ماہرین کے مطابق چائنہ میں حلال فوڈ کی صنعتیں زیادہ تر انہی علاقوں میں ہیں جہاں غیر مسلم اکثریت ہے۔خیال ظاہر کیا جاتاہے کہ جعلی حلال سرٹیفیکیشن کے ذریعے چینی کمپنیاں یہ مصنوعات حلال فوڈ کے لیبل میں دنیا بھر میں ایکسپورٹ کررہی ہیں۔ حتیٰ کہ بچوں کے دودھ کے سکینڈل میں ملوث چینی کمپنی 'یلی گروپ' کی حلال فوڈ کے نام پر سیلز سال ۲۰۱۴ء میں چار سو ملین ڈالر سے زائد رہی۔ سال ۲۰۱۴ء میں پاکستانی میکڈونلڈ کا چکن سکینڈل سامنے آیا کہ وہ جس چائینیز کمپنی سے چکن درآمد کررہے تھے وہ کمپنی ایکسپائیر چکن ان کو ایکسپورٹ کرتی رہی۔ طوالت سے بچنے کے لیے یہ چند ایک سکینڈلز یہاں ذکر کیے گئے ہیں،ورنہ اخلاقیات سے عاری اس ملحد ملک کی تجارتی کمپنیوں کے ایسے لاتعداد کیسز ہیں جن پر اگر کتاب بھی لکھی جائے تو ان کا احاطہ نہ ہوسکے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ کرپٹ سیاست دانوں اور جرنیلی ٹولے کے نفسیاتی رعب سے باہر نکل کر کم ازکم حکومتی تقلید کی بجائے عوام اور تجارتی حلقوں میں ان منصوبوں کی حقیقت کھل کربیان کی جائے۔

☆☆☆☆☆

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے چنیدہ احوال

سعود میمن

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں غیر مسلم آقاؤں کی وفاداری:

سندھ اسمبلی نے اپنے غیر ملکی آقاؤں سے اپنی وفاداری کا انوکھا اظہار کرتے ہوئے غیر مسلموں کے اسلام قبول کرنے پر عجیب قسم کی شرائط لگادی ہیں۔ نیز غیر مسلموں کو دعوت دینے، تحریص دینے اور قبولِ اسلام کا اعلان کرنے پر بھی سخت پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ ''مدینہ ثانی'' کہلائے جانے والے پاکستان میں ایک ہندو اقلیتی رکن اسمبلی کی جانب سے سندھ اسمبلی میں پیش کیے جانے والے اس ایکٹ کو ''باب الاسلام'' یعنی صوبہ سندھ کی اسمبلی نے بغیر کسی پس و پیش کے مشترکہ اور متفقہ طور پر منظور کر لیا۔ جس پر ایم کیو ایم، پیپلز پارٹی اور پی ٹی آئی کے اراکینِ اسمبلی نے باقاعدہ خوشی کا اظہار کیا۔ اس بل میں ۱۸ سال سے کم عمر غیر مسلم پر قبولِ اسلام کے لیے پابندی عائد کی گئی ہے اور بالغ غیر مسلم کو بھی مسلمان ہونے کے بعد کم از کم ۲۱ دنوں تک قبولِ اسلام کے اعلان سے باز رکھنے اور اپنے غیر مسلم رشتے داروں کے ساتھ رہنے پر مجبور کیا جائے گا۔ مزید برآں یہ کہ اس دوران اسے کسی مسلمان کا تحریص و ترغیب دینا غیر قانونی بنا دیا ہے تاکہ اس کے قبولِ اسلام میں ہر ممکن رکاوٹ ڈالی جاسکے۔ واضح رہے عسکری اداروں کی جارحیت کے ساتھ ساتھ ان لبرل و سیکولر سیاسی پارٹیوں نے بھی ایک عرصے سے اپنا وزن عالمی مجرمین کے پلڑے میں ڈال رکھا ہے، اسی وجہ سے ہر روز عدالتی نظام کی طرف سے سنایا جانے والا نیا فیصلہ، اسٹیبلشمنٹ کی ہر چال، پارلیمنٹ کی ہر نئی قرارداد اور آئین کی ہر نئی شق اسلام و مسلمان دشمنی اور کفر دوستی سے لبریز نظر آتی ہے۔ اب بھی موجودہ حکومتی ڈھانچے یا نظام کو ''اسلامی پاکستان'' کا عنوان دینا چہ معنی دارد!

آج بڑی حیرت ہوتی ہے کہ مختلف نعروں اور ناموں والی دینی جماعتیں اور شخصیات ایسے واقعات کو معمول کا واقعہ سمجھ کر محض بیان یا احتجاج ریکارڈ کرا دینے کو اپنے اوپر عائد حق کی مکمل ادائیگی سمجھتی ہیں۔ اس غیر اسلامی اور جابرانہ ایکٹ کے علاوہ بھی کتنے ایسے واقعات، منصوبے اور فیصلے ہیں جو اس دجالی نظام اور اس کے رکھوالوں کی جانب سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منظر عام پر آتے ہیں مگر دینی طبقے کے سر پر کوئی جوں تک نہیں رینگتی۔ ہمیں شکوہ ہے ان اپنوں سے جو محض نعروں سے اسلام نافذ کرنے، مسلمانوں کی حفاظت کرنے اور مقبوضات فتح کرنے جیسے دعووں پر یقین رکھتے ہیں اور عملی و فکری طور پر کوئی منظم ردِ عمل دکھانے سے قاصر رہتے ہیں۔ آج پاکستان سمیت پورے عالمِ اسلام کا عام مسلمان نوجوان مایوسی کا شکار اور ردِ عمل کے جذبات کا حامل ہے مگر کوئی تو سنبھالنے والا بھی سامنے آئے۔

بھارتی نیوی سب میرین کی مہمان داری:

۱۸ نومبر کو نیوی کے ترجمان نے بتایا کہ پاکستان کی سمندری حدود میں گھسنے والی ایک بھارتی نیوی آبدوز کو ۳ سے ۴ روز حراست میں رکھنے کے بعد واپس بھارتی پانیوں میں واپس بھیج دیا۔ رپورٹس کے مطابق بحریہ نے چاہتے ہوئے بھی اس آبدوز کو تباہ نہ کیا بلکہ اسے سطح پر لانے کے صرف یہ بتانے پر اکتفا کیا کہ مسلسل اس کی مانیٹرنگ کی جا رہی تھی۔ جاسوسی و جنگی مقاصد کے لیے بھیجی جانے والی اس آبدوز کو تو مہمان داری کے بعد نامعلوم کس خوف کے تحت واپس جانے دیا یا مگر چند روز بعد اسی مقصد کے تحت پاکستانی سرحدوں میں داخل ہونے والے چھوٹے سے ڈرون کو گرا کر جو تشہیری مہم چلائی گئی اس سے لگتا تھا کہ گویا سرجیکل سٹرائیک کا بدلہ ہو۔

مشرقی سرحد پر جاری مسلسل بھارتی جارحیت اور اس کے نتیجے میں درجنوں پاکستانی مسلمانوں کی شہادت کے مقابلے میں آئی ایس پی آر اور دیگر ریاستی ترجمانوں کی محض بیان بازی ہی پاکستانی ریاست کی دفاعی و جوابی حکمتِ عملی ہے۔ یہ وہ ریاست ہے جس کی رِٹ' لال مسجد سوات اور قبائل میں شریعت کی صدا بلند ہونے سے چیلنج ہوتی ہے مگر ہندو بنیا ہر روز اس ریاست کے ساتھ کھلواڑ کر کے بتیسی نکال کر ہنستا ہے اور یہ شرمندگی کی بجائے دوسرا گال آگے کر دینے کے منصوبے پر عمل پیرا ہیں۔ یہ کشمیر کا کیا دفاع کریں گے کہ خود پاکستانی سرحد پر ڈٹے رہنا ان کے لیے مشکل ہو رہا ہے اور پورے ملک میں ان کے مختلف جاری آپریشنز و مظالم کے بعد تو مسلمانوں کے دفاع کے متعلق ان سے کوئی امید رکھنا ہی عبث اور حد درجہ بے وقوفی ہو گی۔ اُڑی حملے کے بعد بھارتی عسکری و سیاسی دباؤ کے نتیجے میں پاکستانی حکومت و اسٹیبلشمنٹ کے کھسکتے قدم صاف دیکھے جا سکتے ہیں، حالانکہ یہ عمل تو کارگل اور نائن الیون کے بعد سے مسلسل جاری و ساری ہے۔ یہ اسٹیبلشمنٹ آئے روز پاکستانی قوم کو شرمندگی کے احساس میں مبتلا کرنے کی گھٹیا کوشش میں مصروف کار ہے۔

اب اپنے امریکی آقاؤں کی خاطر امرتسر میں ہونے والی ''ہارٹ آف ایشیا'' کانفرنس میں شرکت کے لیے سرتاج عزیز کو روانہ کر دیا گیا تاکہ افغانستان و دیگر معاملات امریکی و بھارتی ڈکٹیشن میں طے پائے جائیں۔ امرتسر میں ''سرتاج عزیز'' کی بھارتی حکام کے ذریعے ہونے والے بے عزتی کی ویڈیوز بھی سوشل میڈیا پر چلتی رہیں، جس میں سرتاج عزیز کو صحافیوں سے ملنے اور پریس کانفرنس کرنے سے روکا گیا۔ مگر سیاسی، عسکری، آبی جارحیت کے باوجود پاکستانی حکام نے مسئلہ کشمیر کو آگے لائے بغیر دوسرے معاملات پر بات کرنے کی رضامندی ظاہر کر دی ہے۔

اطلاع یہ بھی ہے کہ سرتاج عزیز کو بھارت ٹرمپ کے حکم پر روانہ کیا گیا ہے۔ اسلامی دنیا کے خبیث فطرت اور ایجنٹ حکمران اپنے نئے آقا ڈونلڈ ٹرمپ کی خوشامدوں میں مصروف ہیں تاکہ ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کے عنوان پر ان پالتو حکمرانوں کو ہڈی یعنی امریکی امداد کی فراہمی آگے بھی جاری رہے۔

(بقیہ صفحہ ۵۳ پر)

خواب لُٹے جاتے ہیں

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

گلوبل کلچر کے نفاذ کے ضمن میں پاکستان پر آئے دن نت نئے اعتراضات، سفارشات کی یلغار رہتی ہے۔ جسے بڑھاوا دینے میں پیش پیش ہماری این جی اوز، میڈیا، بلاول میاں جیسے نوخیز لاابالی، موروثی سیاست دان ہیں۔ اپنی مسلم تہذیب، ثقافت، دینی اقدار، قیامِ پاکستان کی تاریخ، مصورِ پاکستان اور دو قومی نظریے سے لاعلم یا گریزاں' یہ طبقات مقامی سہولت کاری فرماتے ہیں۔ تازہ ترین دو حملے ہوئے ہیں۔

سندھ میں قانون سازی کر کے غیر مسلموں کے اسلام قبول کرنے کی راہ میں دیوار کھڑی کر دی ہے! محمد بن قاسمؒ کے ورود کی سرزمین پر قبولِ اسلام تقریباً ناممکن بنایا جائے؟ وہ سترہ سالہ نوجوان مسلم لشکر کا سپہ سالار تو برصغیر کی تاریخ بدل دے۔ بندر، گائے، سانپ اور لاکھوں بتوں کو گائے کا پیشاب پی پی کر خدا ماننے والوں کے درمیان مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہؒ، سید احمد شہیدؒ عبقری شخصیات قطار اندر قطار لا کھڑی کرنے کا موجب ہو۔ اسلام اور ہزار سالہ مسلمانوں کی حکمرانی کی بنیاد رکھے۔ آج اسی سرزمین پر کھڑے ہو کر رقص و موسیقی کو اپنا کلچر قرار دینے والا وزیراعلیٰ' مراد علی شاہ ہو۔ موہنجوداڑو ہڑپہ کے کھنڈرات پر کھڑے ہو کر موسیقی کے ہنگام میں بلاول میاں نے بھی اپنی ثقافت کھنڈر ہو جانے والوں سے جوڑی تھی۔

انہی نظریات نے یہ دن دکھایا کہ عین اسی سرزمین پر قانون سازی کے نام پر دینِ حق پر یہ اوچھا وار اپنے ہی سپوتوں کے ہاتھوں، آئینِ پاکستان اور قراردادِ مقاصد کے علی الرغم ممکن ہوا! اصلاً تو اسلام بے زار سیکولر طبقہ غیر مسلموں سے یہ کہنا چاہ رہا ہے کہ ہم تو اسلام میں پیدا ہو کر پھنس گئے۔ تم تو جیو جیسے چاہو... مزے ہی مزے... بلا روک ٹوک...!

دوسرا حملہ ملک کے اسلامی تشخص پر نصاب تعلیم میں این جی او کے اعتراضات اور اس کی روشنی میں سفارشات کے ذریعے ہوا ہے۔ المیہ تو یہ ہے کہ عسکری حملے پر تو قوم کفر کے خلاف صف آرا ہو کر شہادت کے لیے مر مٹے گی۔ تاہم یہ خاموش زہر جو رگ وپے میں اتار کر نسلوں کو الحاد کی طرف دھکیلا جا رہا ہے اس کی خبر/پروا نہیں! این جی او کو سب سے بڑا اعتراض اسلام کو دینِ حق کہنے پر ہے۔ زیرِ نظر سطور اسی یاددہانی کے لیے ہیں کہ ڈالر یافتگان یا ڈالر دہندگان کو اچھا لگے یا برا... حق تو یہ ہے کہ واقعی ربِ کائنات، مدبرِ کائنات، نورِ کائنات کی طرف سے بھیجا دین ہی حق ہے! اور یہی تہجد کے وقت الاپے جانے والے ترانۂ حق کے الفاظ بھی ہیں! (یہ بھی تازہ کر لیں کہ ہمارا رب کیسا ہے!):

یا اللہ! ہر طرح کی تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ تو آسمانوں اور زمین اور ان میں رہنے والی تمام مخلوق کو قائم رکھنے اور سنبھالنے والا ہے۔ اور تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان تمام چیزوں پر حکومت تیرے ہی لیے ہے۔ (باقی تمام حکومتیں، سیاستیں قیادتیں یکے بعد دیگرے مٹ جانے والی عارضی، فانی، مکڑی کے جالے کی مانند ہیں!) اور تعریف تیرے ہی لیے ہے، تو نور ہے آسمانوں اور زمین کا! (امت خود غفلت اور جہالت کی تاریکی اور دجالیت کے گھپ اندھیروں میں غوطے کھا رہی ہے اسے نور عطا کر دے!) اور تیری ہی تعریف ہے کہ انت الحق۔ تو سچا ہے! تیرا وعدہ سچا ہے۔ تیری ملاقات برحق ہے! (جس کی تیاری برسرِ زمین ہمیں کرنی ہے۔ زیرِ زمین جانے سے پہلے!) اور تیری بات سچی ہے۔ اور جنت برحق ہے اور دوزخ برحق ہے۔ اور تمام پیغمبر سچے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں (محمدِ حق!) اور قیامت برحق ہے... اس طویل دعا میں آگے بندہ' اللہ کے حضور اپنے ایمان، فرماں برداری، بھروسا، انابت کو پیش کر کے مغفرت طلب کرتا اور آخر میں یہ اقرار دہراتا ہے کہ لاالٰہ الاانت... تیرے سوا کوئی معبود نہیں!

یہ ایک اور دنیا ہے جو جنگل سے برآمد ہو کر پورے گلوب پر ناچتے خوخیاتے تہلکہ مچاتے ڈارونی بندر کے ادراک سے ماورا ہے... کہ جن کی:

؎ نگہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں
خرد کھوئی گئی ہے چار سو میں!

اب یہ الجھی نگاہِ الحق اور دینِ حق تک رسائی کیونکر پائے۔ دل کا آئینہ نگاہوں کے راستے آلودہ ہو چکا۔ (حسن فرنگ کی بہاروں کا دلدادہ) کیونکہ: نگاہ چاہیے اسرار لاالٰہ کے لیے! لارڈ میکالے کامیابیوں کے جھنڈے گاڑ چکا۔ محمد بن قاسمؒ اور محمود غزنویؒ کے معرکوں کی سرزمین بانجھ ہو چلی۔ پچھلی نسل کی باقیات کو اس چیلنج کو قبول کر کے اٹھنا ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے دور میں یکایک بے شمار فتنوں نے سر اٹھایا تھا۔ خلیفۂ راشدؓ نے فتنۂ ارتداد، جھوٹے نبیوں کا ظہور اور ان کے پیروکاروں کے خلاف جنگیں، مانعینِ زکوٰۃ کا فتنہ، جس پامردی سے چٹان بن کر مقابلہ کیا تھا، آج اسی کی ضرورت ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا:

''کیا دین بدل دیا جائے گا جب کہ میں ابھی زندہ ہوں؟''

آج ہر صاحب ایمان، بدرجۂ اولیٰ علما اور دینی جماعتوں کو یہی الفاظ پکار رہے ہیں۔ تعلیمی اداروں میں نفاق بونے کی فیکٹریاں کھلی ہوئی ہیں۔ ایک وفاقی یونی ورسٹی کے استاد مسلسل لڑکیوں سے نوکریاں کرنے کا عہد لیتے رہتے ہیں۔ (مبادا کوئی گھر بسانے گھر چلانے کی حماقت نہ کر بیٹھے، کے پیرائے میں!) یہ بھی کہ میں نماز کے وقت نماز پڑھ لیتا ہوں جب توفیق ملے۔ اور ناچنے کے وقت ناچتا ہوں! (رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی! وہ تو جائے گی!) یہ تو ہلکی پھلکی چٹکلوں والی ذہن سازی، برین واشنگ ہے۔ تفاصیلِ دیگر ہوشربا ہیں!

؎ ایسی بزموں سے جو پھل پانے کی رکھتا ہے امید
کیا شجر سمجھا ہے اس نے برگ کے انبار کو!

سو تعلیمی اداروں میں آئندہ نسل کی شجر کاری آبیاری مہم کا حاصل قوم کو ان ہاتھوں سے انبار ہائے برگِ خزاں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ سکولوں میں کم عمر کنواری بچیوں کو بریسٹ کینسر کی آگاہی دینے کی آڑ میں مرد، عورتیں آکر ورزشیں سکھارہے ہیں۔ جسمانی ساخت بارے گفتگو ہورہی ہے۔

اس بہانے بچیوں کی حیا اتاری جارہی ہے۔ حیا باختگی کی دیگر ہم نصابی سرگرمیاں (رقص وموسیقی، برائیڈل شو، تعلیمی اداروں میں پروگراموں کی صدارت کے لیے ناچنے گانے بجانے والے مردوزن کو نمونۂ عمل بناکر بلانا) کیا کم تھیں کہ اب ہاتھ گریباں تک جاپہنچا... کرکٹ کی کوچنگ کے لیے نوخیز بچیوں پر مرد حضرات کا مقرر کیا جانا۔ اگر کرکٹی دوڑ نگے لگوانا اتنا ناگزیر بھی ہے تو کیا اتنے سالوں میں کرکٹ کے میدان میں جھنڈے گاڑتی خواتین اس کام کے لیے موجود نہیں؟

یہ سب تعلیم کی آڑ میں ایمان، حیا، نسوانیت کا جنازہ اٹھانے کے سامان ہیں۔ جو واویلا پیس اینڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن نے ہمارے نصابوں پر کیا ہے "اقلیتوں کے حقوق کے نام پر"، اس کا محل پاکستان نہیں۔ امریکہ، اسرائیل، بھارت، برما ہے۔ ہماری آنکھوں میں یہ دھول نہ جھونکی جائے۔

ٹرمپ ابھی کرسیٔ صدارت پر جلوہ افروز بھی نہیں ہوا، اور ایک ماہ سے کم عرصے میں ۹۰۰ نفرت انگیز، پرتشدد حملے مذہبی، نسلی اقلیتوں پر ہوچکے۔ مساجد میں نفرت سے آلودہ خطوط اور مسلمانوں کو نسل کشی کی دھمکیاں دی گئیں۔ انسانیت سے عاری، وحشت زدہ، انتہا پسند جنونی امریکی دنیا بھر کے امن اور سلامتی کے لیے شدید خطرے کی علامت ہے۔ ٹوٹے، بکھرے خاندانوں سے پل بڑھ کر نکلتی ان کی بے جہت، منتشر، تشنہ نسلیں دجالی لشکر بن کر کیا خیر لائیں گی!

حالات و واقعات بتارہے ہیں کہ دجال کی آمد سے پہلے اسلام کا صفایا ایجنڈے پر ہے۔ سعودی عرب کا گھیراؤ، پاکستان سے نظریۂ پاکستان کی ہر رمق کھرچ کر نکال دینے، اس پر اقلیتوں کی گرفت مضبوط کرنے کا اہتمام جاری وساری ہے۔ سیکولر ایجنڈے، اہلِ دین، علما، مدارس اور قبولِ اسلام سے نمٹ رہے ہیں۔ حتیٰ کہ ایاک نعبد وایاک نستعین کہنے والے عمران خان (تمامتر رنگ ترنگ کے ہمراہ) کے ہاں سے شاہ محمود قریشی (گدی نشین پیر صاحب عمامہ پہنے مزار پر مریدین سے چندے وصولتے!) نے بھی قبول اسلام بندش قانون کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

اُدھر مسلم دنیا کے گھیراؤ میں اسرائیل نے بھی شام پر فضائی حملے شروع کر دیے ہیں۔ عمارتوں کے ملبے تلے سے روزانہ کی بنیاد پر نکالے جاتے معصوم زخمی پھول سے بچوں کی نفری بڑھانے میں امریکہ نیٹو روس کم پڑرہے تھے، سوامریکی آلہ کار مصری السیسی کے بعد اب اسرائیل کی باری ہے۔ کشمیریوں نے ان حالات میں بھی ہمیں شرم سار کرنے پر کمر کس رکھی ہے۔ ہم ہانکے پکارے فریادیں کررہے ہیں۔

"مجھے للہ جینے دو کہ میں لبرل مسلمان ہوں...!"

کشمیری نوجوان 'پاکستان سے رشتہ کیا لا الٰہ الا اللہ پکارتے ہیں! پاکستان نے پاکستانیت کے ٹریڈ مارک 'پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کو بگل بجا کر گہرا دفن کرنے کے بے شمار اہتمام کرڈالے۔ اب یہی ترانہ سری نگر سے بجنے لگا! شاید ہمیں یہ باور کروانے کو کہ:

ے مصلحت کو شوا ٹھو خواب لٹے جاتے ہیں!

[یہ مضمون ایک معاصر روزنامے میں شائع ہوچکا ہے]

☆☆☆☆☆

"شام کی عورتیں ہم سے رو رو کر کہتی ہیں کہ جب تم ہماری لاشیں ملبے کے نیچے سے نکالو تو ہماری تصویریں مت لینا!

ان صبر کرنے والی شامی بہنوں کی طہارت پاکیزگی اور حیا کی اعلیٰ مثال تو دیکھو! ایسی بہنوں کو کسی چیز کی پرواہ نہیں ہے سوائے اس کے جب ان کی لاشیں ملبے کے نیچے سے نکالی جائیں تو ان کی بے پردگی نہ ہو۔ مجھے اپنی امی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عفت یاد آگئی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قیامت کے خوف ناک گھڑیوں کے واقعات بتارہے تھے کہ لوگ اس دن برہنہ ہوں گے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا عورتیں بھی برہنہ ہوں گی؟

وہ قیامت کے خوف ناک لمحے بھلا بیٹھیں اور صرف ان کو اپنی شرم وحیا و پاکیزگی اور طہارت یاد رہی اور یہی حال حلب میں موجود ہماری بہنوں کا ہے کہ جو ہم سے گڑگڑا کر بولتی ہیں کہ ہماری لاشیں نکالتے وقت ہماری تصویر اتار کر ہمیں بے آبرو نہ کرنا!

وہ تمام تر خوف زدہ صورت حال، بمباری اور موت کو بھول گئیں۔

تم کیسے مزے کی زندگی گزار سکتے ہو؟

کیسے تم مزے سے بیٹھ کر کھانا کھا سکتے ہو؟

اور سب لوگ سو رہے ہیں؟

میڈیا کے اینکروں اور صحافیوں تم کہاں ہو؟

کہاں ہو تم؟

تمہارا مشن کیا ہے؟"

ڈاکٹر شیخ عبداللہ المحیسنی حفظہ اللہ۔

معاہدات یا فریب؟

عکرمہ عبداللہ

اسلامی تاریخ مسلم جرنیلوں کے کارناموں سے بھری پڑی ہے اور ان سب جرنیلوں کے سردار پیارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، جنگی حکمت عملی معاہدات ان سب کو دیکھ کر ہی آنے والے خلفائے رشیدین اور تمام سپاہ سالاروں نے اپنے جنگ کو ترتیب دیا۔ اگر کہیں حکمت کے تحت مسلم جرنیلوں کو معاہدہ کرنا بھی پڑا تو اس میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ترجیح دی گئی۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے بھی معاہدہ کیا، مشرکین سے بھی معاہدہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ معاہدے کی مکمل پاس داری کی یہاں تک کہ کفار خود ہی اپنے معاہدوں اور الفاظ سے پھر گئے۔

مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان کبھی بھی اپنے معاہدے سے پیچھے نہیں ہٹے! ہر ممکن کوشش کی کہ معاہدے کو نہ توڑا جائے جب کہ کفار اور ان کے غلاموں کا یہ پرانا وطیرہ ہے کہ وقتی معاہدہ کرو جب دیکھو کہ اپنا کام ہو گیا تو بس سب عہد وپیمان توڑ ڈالو۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مفہوم ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی چند نشانیاں بیان فرمائیں جن میں سے ایک نشانی یہ تھی کہ ''بات کرے تو جھوٹ بولے اور وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے''۔

مسلمان قوم نے جب بھی معاہدہ کیا اس میں کہیں بھی کسی صورت میں اس بات کو نظر انداز نہ کیا کہ کفار یا ان کے خفیہ بھائی (منافقین) جلد ہی اپنے عہد وپیمان سے پھر جانے والے ہیں۔ اور جنگوں میں معاہدہ کرنا دونوں فریقوں کا کی ضرورت بن جانا کوئی نئی بات نہیں۔ معاہدہ ہمیشہ برابری کی بنیاد پر کیا جاتا ہے یا پھر وقتی جنگ کو روک کر پھر سے تیاری کی جاتی ہے۔ اور دشمن کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس ایک طاقت موجود ہے جو کسی بھی بدعہدی کی صورت میں مسلط ہو گی۔ اس علاوہ جنگی قیدی چھوڑنا یا اپنے علاقوں یا مسلم عوام کے تحفظ کے لیے معاہدہ کیا جاتا ہے جیسا کہ دشمن آپ سے زیادہ فضائی قوت رکھتا ہے تو آپ وقتی جنگ بندی کرتے ہیں اور اپنی عوام کو محفوظ مقام کی طرف منتقل کر لیتے ہیں یا پھر دشمن سے انتقام کی خاطر عوام پر بم باری کرنے کی دھمکی دے کر مسلمان عوام کو محفوظ کرتے ہیں۔

ہر معاہدے کی مختلف نوعیت ہوتی ہے مگر چند باتیں جو مخلص مجاہد کے گوش گزار کرنی ہیں وہ اس دھوکے سے آپ کو بچانا ہے جو جہاد کے نام پر شہرت پسند دکان دار دے رہے ہیں۔

اسلام میں معاہدہ کرنے کے چند اصول بتائے گئے ہیں۔ اگر آئمہ اکرام کی آرا کو مد نظر رکھا جائے تو دورانِ جنگ معاہدہ کرنے سے متعلق تقریباً ایک جیسی آرا سامنے آتی ہیں:

جیسا کہ فقہائے احناف کے ہاں: ''ایک معین وقت تک جنگ چھوڑنا صلح ہے'' (بدائع الجزء: ۷ ص ۱۰۸) علمائے مالکیہ کے نزدیک: ''حربی کافر سے ایک وقت تک صلح کرنا جس مدت میں وہ احکام اسلام کا ماتحت نہیں رہے گا'' (الشرح الکبیر مع حاشیہ الدسوقی: ج ۲ ص ۲۰۶)۔ حضراتِ شوافع فرماتے ہیں: ''حربی کافروں سے جنگ چھوڑنے پر ایک معین وقت تک صلح کرنا چاہے عوض کے ساتھ ہو یا بغیر عوض کہ ہو، چاہے وہ اپنے دین پر اقرار کریں یا نہ کریں'' (مغنی المحتاج جلد ۶ صفحہ ۸۶)۔ آئمہ حنابلہ کا ارشاد ہے: ''حربی کافروں سے ایک معین وقت تک جنگ چھوڑنے پر معاہدہ کرنا چاہے عوض کہ بدلے میں یا نہ ہو'' (المغنی جلد ۹ صفحہ ۲۳۸) ابن قیمؒ کا کہنا ہے: ''حربی کافروں سے جنگ چھوڑنے پر ایک معین مدت تک مصالحت کرنا چاہیے وہ عوض کہ بدلہ میں ہو، یا نہ ہو'' (الخلاصہ فی احکام اھل الذمہ جلد ۱)۔

یہ تو طے ہو گیا کہ معاہدے کرنے سے شریعت نہیں روکتی مگر معاہدے کرنے اور دشمن کی صف میں جا بیٹھنے میں بہت فرق ہے اور ان دونوں صورتوں میں تقسیم بہت ضروری ہے۔ یاد رکھیں! ہر مجاہد اپنی جگہ ایک وزن رکھتا ہے، اب یہ اس کی مرضی ہے کہ مفادات کی لہر میں آکر یا دھوکے میں آکر وہ اپنا وزن کس پلڑے میں ڈالتا ہے اور اس کے خون کی قیمت کون وصول کرتا ہے۔ بے شک مجاہد پورے اخلاص سے اپنے رب کے ہاں خون پیش کر رہا ہے مگر دوسری طرف اس کے امیر ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کا اپنا کیا کردار ہے، اس کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔

لٰہذا معاہدات کے نام پر دیے جانے والے دھوکوں سے بچیں۔ تاریخ اسلامی میں دشمن سے کیے گئے معاہدات پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی معاہدہ ہوا اس کی ہمیشہ کچھ نہ کچھ حدود وقیود رہی ہیں۔ مثلاً ایسی شرائط منوائی اور شقیں رکھی جائیں کہ ''دشمن اگر ایسا کرے گا تو اس جواب میں ہمیں یہ حق حاصل ہو گا''۔ لیکن اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ ایک گروہ ہے جو اپنے کسی دشمن یا کفار کے اتحادی سے معاہدہ کرتا ہے اور اسی کی پناہ میں جا بیٹھا ہے، اسی کے عطا کردہ وسائل پر کُلی انحصار کرتا ہے اور مکمل اس کے تابع ہے... وہ کہیں بھی بغیر اجازت آجا نہیں سکتا، اپنے دفتری کاموں کے لیے بھی اُنہی کا محتاج ہوتا ہے! حالانکہ اس سے قبل وہ خفیہ اداروں سے کسی قسم کے روابط رکھنے یا امداد لینے کو حرام سمجھتا رہا اور اسے مسلمانوں کے خون سے غداری کے مترادف گردانتا رہا۔ لیکن پھر انہی کے ساتھ بیٹھ کر وہ ملاقاتیں بھی کر رہا ہے اور کھانے بھی کھا رہا ہے تو کیا ایک مجاہد 'اپنے رب کی عطا کردہ بصیرت سے اتنا بھی نہیں فائدہ نہیں اٹھا سکتا کہ وہ جان سکے کہ یہ معاہدہ ہے یا آپ ایک ایسے گروہ کی مضبوطی کا باعث بن رہے ہیں جو حقیقت میں ہتھیار ڈال چکا ہے۔

اس مثال کی تازہ ترین مثال اگر پیش کی جائے تو وہ حکمت یار کی شکل میں ہو گی! حکمت یار کی جماعت پہلے روس کے خلاف لڑتی رہی، پھر روس کی شکست کے بعد حکومتی نظام چلانے میں مکمل ناکام رہی تو اس خلا کو طالبان نے شریعت کے بہترین رنگ سے پر کیا۔ پھر امریکہ نے حملہ کیا تو یہ جماعت کسی حد تک میدان میں آئی لیکن اس کا نعرہ وہی جمہوری ہی رہا اور اس نے کہا کہ امریکہ کے موجود ہونے تک ہم کسی طور سیاسی عمل کا حصہ نہیں بن سکتے مگر پھر اسی

امریکہ کے کابل و قندھار، بگرام ہلمند میں ہونے کے باوجود اس نے کٹھ پتلی اشرف غنی سے مذکرات کیے اور بلآخر کابل میں اقتدار کے محلات میں جا بیٹھنے کے مراحل شروع ہو گئے۔

اب پوچھنا کہ شریعت کے کس قاعدے اور ضابطے کو مد نظر رکھ کر یہ مذاکرات کیے گئے ؟

۱۔ اشرف غنی اور اس کے دیگر ساتھ شریکِ اقتدار گروہ 'امریکہ کے اتحادی ہیں ، اگروہ آپ سے دھوکہ کرتے ہیں آپ کی ایک بھی شرط نہیں مانتے تو آپ کیا دوبارہ جنگ کرنے کے قابل رہیں گے ؟

۲۔ کیا آپ نے کلیتاً سر تسلیم خم کیا ہے یا واپسی کا راستہ بھی چھوڑا ہے ؟

۳۔ کیا آپ نے امریکی غلاموں سے یہ امید لگالی ہے کہ وہ آپ کو اسلام کا نفاذ کرنے دیں گے ؟

۴۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کا مطالبہ اب شریعت رہا ہی نہیں ؟

۵۔ کیا آپ کا جہاد صرف چند مطالبات کے منوانے ہی کے لیے تھا؟

یہ وہ سوالات ہیں جو ہر اس مجاہد کے ذہن میں آئیں گے جو جہاد کو سمجھ کر جہاد کے میدان میں آیا۔

میرے پیارے اہل ایمان بھائیو! ان کھوکھلے نعروں کے حامل، میدان سے ہارے اور بھاگے ہو گھوڑوں کو پہچان لیجیے ! یہ محض افغانستان کی سر زمین تک محدود نہیں بلکہ اور بھی رنگوں میں موجود ہیں۔ جو اپنی ہی کی ہوئی باتوں اور دعووں سے پھر چکے ہیں لیکن اس کے باوجود خود کو امارت کے ساتھ جا ملاتے ہیں...امارت اسلامیہ نے افغانستان کی حد تک خود محدود رکھا اور مکمل توجہ افغانستان پر دی اور اس پالیسی میں اللہ نے بھی ایسی برکت دی کہ ۰ ۷ کافر فوجیں دم دبا کر بھاگ کھڑی ہوئیں۔ اگر امارت اسلامیہ بھی کابل سرکار سے جنگ کو ترک کر دیتی اور اعلان کرتی کہ اب ہم ایران یا شام میں جنگ کریں گے اور کابل میں استخبارات سے بڑے بڑے مکانات لے کر بیٹھ جاتی تو اسے بھی ہم ہتھیار ڈالنا یا تسلیم ہونا ہی کہتے۔ ان لوگوں نے بھی پہلے پہل بہت اعلانات کیے اور امت کی بہنوں کو بیچنے والوں کو خبر دار کیا، ان کے بیانات اور اعلانات سن کر ہر ایمان رکھنے والے کا دل خوش ہوا۔ انہی لوگوں نے 'سرکاری جہاد' کرنے والوں سے براُت کا اعلان کیا اور طاغوت کی جی حضوری کرنے والوں کو بے نقاب کیا۔ انہی لوگوں نے بتایا کہ خفیہ ایجنسیاں کس طرح جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلنے والوں کا خون اپنے مفادات حصول کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ مگر جب آزمائشیں آئیں اور صعوبتوں سے پالا پڑا تو یہ بے وفا دوست کی مانند ایسے منہ پھیر کر راہِ فرار اختیار کر گئے جیسے میدان سے گھوڑا بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ اور اُن کی زیر نگرانی آبیٹھے جن کے ناپاک ہاتھوں نے ہماری عافیہ بہن سمیت ہزار ہا بہنوں اور بھائیوں کو ستم کا نشانہ بنایا ہے۔ جن کے ہاتھوں نے وہ بے رحم فاسفورس استعمال کی تھی جس نے قرآن کو اور معصوم طالبات کو بھی نہ بخشا۔ آج وہ کس دل سے اُن لوگوں کو گلے لگاتے ہوں گے جن کے کفرو ارتداد کے متعلق یہ طویل اور پر جوش تقاریر کیا کرتے تھے ؟!

اے میرے مخلص بھائیو! یاد رکھو! جو بھائی بھی جہاد کے لیے ،امت کا درد دلوں میں بسائے، رب کی رضا کے لیے اپنا خون اس راہ میں پیش کرنے کے لیے گھر سے نکلا ہے وہ ہمارا بھائی ہے اور ہمیں اپنے اُس ماں جائے بھائی سے زیادہ پیارا ہے جو گھر میں بیٹھا ہے...اس موضوع پر قلم اٹھانے کا مقصد آپ سے فقط اتنا گوش گزار کرنا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کے خون کی قیمت لگ چکی ہے یا آپ کا وزن اسلام کے جاں نثاروں کی بجائے امریکہ کے اتحادیوں کے اتحادی کے پلڑے میں جارہا ہے ؟! اگر آپ تحقیق کریں گے تو چند باتیں آپ کو سننے کو ملیں گی :

۱۔ ہم نے یہ قدم اس لیے اٹھایا کہ ان حالات میں اور کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔

۲۔ ہم تو اپنے قیدی آزاد کروانا چاہتے تھے۔

۳۔ فلاں گروپ خلاف شریعت کام کر رہا تھا۔

۴۔ ہمارے پاس جائے پناہ نہیں تھی کہاں جاتے ایک جگہ تھی وہ بھی چھن گئی۔

۵۔ ہم نے تو صرف عسکری کام ترک کیا ہے نہ ہم پرامن جہد وجہد جاری رکھیں گے۔

۶۔ ہم امارت کی پالیسی کے طرح کام کریں گے۔

۷۔ اگر ان سے کوئی ان کی اس فرار پر بات کرے تو ان کو درس دیا جاتا ہے کہ بس اپنا جہاد بچاؤ ان باتوں کو چھوڑو۔

ایک مجاہد کو اللہ نے شعور اور بصیرت بھی عطا کی ہوتی ہے۔ جیسا کہ وہ ان باتوں پر غور کرے اور تحقیق کرے تو واضح نظر آتا ہے کہ یہ جو کہا جارہا ہے وہ اصل میں معاہدہ ہے یا فریب ہے۔ یہ کیسا معاہدہ ہے جس میں آپ اپنے دشمن کی زیر نگرانی اسی کی عطا کردہ پر تعیش رہائش گاہ میں، اسی کے محفوظ ترین علاقے میں نظر بند ہو کر بیٹھ گئے ؟ معاہدے کا شرعی مفہوم سطورِ بالا میں بیان ہو چکا ہوں...تو کیا آپ اسی دشمن کے خلاف جس کے ساتھ آپ شیر وشکر ہو گئے' واپس جہاد کے میدان میں آسکیں گے ؟ اور عجیب بات یہ کہ معاہدے کی شقوں کو آزمانے اور ایک مخصوص مدت تک اعتماد کی بحالی کے لیے چند رفقا جاتے تھے لیکن یہاں تو ''امیر صاحب'' ہی بنفس نفیس' دشمن کے کیمپ میں جا کر تسلیم ہو چکے ہیں ! پھر کہا جاتا ہے کہ ہم تو قیدی آزاد کروانا چاہتے تھے مگر حقیقت یہ کہ آپ کے موجودہ ساتھی بھی غائب ہو رہے ہیں بلکہ شہید بھی کیے جارہے ہیں اور اب آپ کی آہ وبکا تک سننے والا کوئی نہیں۔ کچھ لوگ ''صلح حدیبیہ'' کا نام لیتے بھی نظر آئیں گے تو اس بارے میں امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب السیر الکبیر جس کی شرح امام سرخسی رحمہ اللہ نے لکھی' انہوں نے فرمایا کہ

> ''وہ خاص تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ ،اب یہ حکم منسوخ ہے لہٰذا اس عمل جائز نہیں''۔

(بقیہ صفحہ ۰ ۷ پر)

زندہ بچے، مردہ بچے

سمیع اللہ حامد

اے صاحبانِ جاہ و حشم و اقتدار!

اے پاسبانِ وطن، حاملین کراؤن و سٹار!

اے وارثانِ گدی و جبہ و دستار!

اے واعظانِ خوش گفتار!

مجھے بے حسی کی وہ پٹی لا دو جس کو آنکھوں پر باندھ کر مجھے وہ بچے نظر نہ آئیں جو ہر روز ذبح ہو رہے ہیں... خون اور مٹی سے بنے کیچڑ میں لتھڑے ہوئے معصوم اجسام میری نظروں سے اوجھل ہو جائیں...

ہاں مجھے اسی بے غیرتی کی پٹی لا دو جس کو تم نے باندھ لیا ہے... کیا تمہیں نظر آ رہے ہیں کارپٹ بم باری کے سبب اوندھے منہ گرے ہوئے بڑے بڑے لنٹروں کے بیچ میں سے جھانکتے ہوئے بے جان ننھے ننھے ہاتھ... جو ماں کی آغوش کو بلانے کے لیے اٹھے اور اٹھے ہی رہ گئے... وہ گرد آلود بے نور آنکھیں جن کی چمک چاند ستاروں کو شرماتی تھی... اب ہر صاحبِ دل کو اپنے بچوں کو پیار کرتے وقت سوالیہ نشان بن کر سامنے آ جاتی ہیں...

یا مجھے بے غیرتی والے وہ ڈاٹ دے دو جنہیں میں کانوں میں ٹھونس لوں... تو مجھے ان معصوموں کی درد بھری چیخیں سنائی ہی نہ دیں... جن کے قلقاریاں مارنے کے دن تھے، جن کی عمر ابھی غوں غاں کی صورت بے معنی الفاظ ادا کر کے اپنے والدین کو محظوظ کرنا تھا... لیکن درد کی شدت سے حلق پھاڑ کر رو رہے ہیں اور اپنے مرے ہوئے والدین کو جگانے کی کوشش کر رہے ہیں...

لوہے کا ایک ایسا خول مجھے بھی دے دو نا کہ میں اپنے دل پر چڑھا لوں... جس میں سے صرف میرے بچوں کا درد ہی گزر سکے... مجھے اس بچے کا درد محسوس ہی نہ ہو جس کے گلاب کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹوں سے بہتے ہوئے دودھ کی بجائے حلق سے اُبلنے والا خون اس کی ماں صاف کر رہی ہو... اور مجھے بالکل بھی کوئی درد محسوس نہ ہو اس بچے کی ساحل پر اوندھے منہ بے یار و مدد گار پڑی لاش دیکھ کر جس کی تصویر بنا کر فوٹو گرافر نے لاکھوں ڈالر کمائے...

اور ہاں مجھے وہ طلسمی تالہ بھی دے دو جو تم نے اپنی زبانوں پر لگا رکھا ہے... اس تالے کی 'برکت' سے تمہاری طرح میں بھی اس کمپوڈر کو تو ضرور گالیاں دوں گا جس نے میرے بچے کے غلط کینولا پاس کیا... جس کی بنا پر میرے بچے کو دوبارہ اس اذیت سے گزرنا پڑا... لیکن یہ تالہ میری زبان کو مذمتی بیان سے بھی روکے رکھے گا اس وقت جب ڈرون حملے میں قرآن کے طلبہ اپنی معصومیت سمیت چیتھڑوں میں تبدیل ہو جائیں... میں اپنی ''مسلمان فوج'' کے ہاتھوں ہوئی بم باری سے مرنے والے بچوں کے حق میں آواز نہ اٹھا کر اپنی اور اپنے بچوں کی جانوں کی امان پاؤں... لیکن کسی دور دیس کے رہنے والے جن کے نین نقش، زبان، علاقہ اور مذہب سب مجھ سے جدا ہوں ان کے بڑوں کے حق میں آواز اٹھا کر ڈالر پاؤں...

ظالمو! تم نے تو بچوں کو بڑوں کے لحاظ سے تقسیم کر دیا!

امیر کے بچے غریب کے بچے! مغربی بچے مشرقی بچے!

خوبصورت بچے بدصورت بچے! مسلمان کے بچے کافر کے بچے،

پیر کے بچے مرید کے بچے، افسر کے بچے سپاہی کے بچے

اگر تم خود کو امت مسلمہ کا فرد سمجھتے ہو، پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہو، تو تھوڑی دیر کے لیے ہاں صرف چند لمحوں کے لیے اپنی آنکھوں سے بے حسی کی پٹی اتارو... اپنے کانوں میں پڑے ڈاٹ نکال کر ذرا ہاتھ میں تھام لو... اپنی زبان پر لگے طلسمی تالے کو چابی لگاؤ اور دل پر چڑھے نادیدہ آہنی خول کو اتار کر بصیرت والی آنکھ کو وا کرو اور سنو!

بچے دو ہی قسم کے ہوتے ہیں!

زندہ بچے!

مرے ہوئے بچے!

☆☆☆☆☆

بقیہ: سرل المائیڈا کی رپورٹ سے پرویز رشید کی برطرفی تک

المائیڈا کا نام پہلے ایگزٹ کنٹرول لسٹ (ای سی ایل) میں ڈالا گیا اور پھر کچھ تحقیقات کے بعد نکال دیا گیا۔

پرویز رشید کو اس لیے برطرف کیا گیا کہ اس نے یہ خبر رکوائی کیوں نہیں اور اس کا اس سارے میں اتنا ہی کردار تھا۔

اس خبر کو نکالنے میں جن لوگوں کا کردار تھا وہ نواز شریف، مریم نواز شریف، مریم خواجہ، میاں منشا کے دوست اعظم سہگل کی بیوی عنبر سہگل اور صحافی سرل المائیڈا ہیں۔

انٹیلی جنس ایجنسیوں نے اب تو مریم نواز شریف کی وائبر (Viber) پر کالیں ٹریس کی ہیں اور مریم خواجہ کے لیپ ٹاپ کے سیریل نمبر کو ٹریس کرتے ہوئے مریم خواجہ تک پہنچ گئی ہیں۔

یہ کہانی اقتدار و سرمایے کے ایوانوں میں ہونے والی روزانہ کی سرگزشت کی ایک جھلک ہے۔ روزانہ کی یہ کہانی ہم سے چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے کہ موجودہ نظام اور موجودہ حکمران ہرگز بھی اسلام اور اسلام کے نام پر حاصل کردہ پاکستان میں بسنے والے مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں۔ اہلِ اسلام کے لیے صرف اور صرف فلاح کی راہ نفاذ شریعت ہی ہے!

و ما علینا الا البلاغ المبین

☆☆☆☆☆

شہرِ حلب کے اَلم... سوشل میڈیا پر

دانش راؤ کہتے ہیں:

"اللہ اللہ وہ کیسے ہمیں چھوڑ دیں گے... وہ عدالت والے دن بولیں گے نہیں چیخیں گے... وہ بچے کیوں نا ہمارے گریباں پکڑیں! اتنی خاموشی... ! اہل ایمان کی بستیوں میں اتنا سستا خون مسلم! ان کو انہیں کی بستی سے در بدر کر دیا... ہم چپ رہے! اسکولز ملبہ بن گئے... ہم چپ رہے! ہسپتال قبرستان بن گئے... ہم چپ رہے! عورتوں نے ہجرت کی تو اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنی... یہ شام کا لہو امت پر سوال ہی ہے... ڈیڑھ ارب خاموش... عجم خاموش... عرب خاموش... مفاد کی جنگ کا طعنہ... اکیسویں صدی کا مسلم اسے سرحدی جنگ کہتا ہے... یہ کیسی سرحدی جنگ ہے جہاں ایک عام انسان کی زندگی پر کلسٹر بم پھینکے گئے... یہ مسلمان کہتا ہے وہ فرانس میں قتل عام ہوا بڑی دہشت گردی ہے... اے مسلمان! تجھے کیوں نا ہزاروں علیان بچے نظر نا آئے... اللہ! سرد راتوں میں بستیاں اجڑ رہی... ہم چپ ہیں، بالکل چپ ہیں! صاحبِ اقتدار چپ ہیں! صاحبِ علم چپ ہیں! صاحب قلم چپ ہیں! کیسے رب کے حضور سامنا ہوگا؟ ارے مسلم کو ایک جسم کہنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاموشی کی وجہ معلوم کرلی تو کیا جواب ہوگا؟

ہم روئے تو گوروں پر روئے... ہم چیخے تو کرکٹ میچ ہارنے پر چیخے... ہم ایک ہوئے تو "حرم کی حفاظت" کے لیے ایک ہوئے... لیکن آواز نا نکلی تو اس حرم سے افضل انسانی جان پر نا نکلی! اے رب! ہمارے حال پر رحم فرما... یہ خاموشی ہمیں رسوا نا کردے، دونوں جہاں میں!

عابی مکھنوی نے لکھا:

ویسے تو ایک پل کی بھی کوئی خبر نہیں!! کچھ اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی اپنے رب کے پاس پہنچ جاتے ہیں!! کسی کے نصیب میں ایک دن کی آکسیجن ہوتی ہے تو کوئی ایک صدی اِس فضا کو آلودہ کرتا ہے!! اوسط عمر کو بھی مدِ نظر رکھا جائے تو آج پیدا ہونے والا بچہ ستر سال بعد نانا، دادا یا نانی، دادی کے رُوپ میں جہانِ فانی سے کُوچ کو پر تول رہا ہو گا!! ہم سب نے مر جانا ہے!! حلب کے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کے قاتل بھی مر جائیں گے!! لیکن تاریخ صرف حلب کی خُون میں ڈُوبی مسکراہٹ کو یاد رکھے گی!!

موت سے زیادہ کار گر مرہم آج تک دریافت نہیں ہو سکا!! اور حلب اِس مرہم میں ڈُوبنے کو ہے!! سالہا سال کی بے چینی کے بعد حلب کو سکون آ رہا ہے!! حلب پر موت طاری نہیں کی گئی!! موت حلب کا اپنا انتخاب ہے!! حلب کے گلے کا پھندہ!! حلب کے جسم پر سجے زخم!! حلب سے پھوٹتا لہو!! بارود کی بُو میں ڈُوبی حلب کی گلیاں!! سب حلب کا اپنا انتخاب ہے!! حلب چاہتا تو تمہاری طرح خیرات میں ملنے والے امن کے مزے لُوٹ سکتا تھا!! لیکن حلب موت کو گلے لگا کر زندگی کی نئی تعریف کرنے جا رہا ہے!! تُم حلب پر رو رہے ہو اور حلب تُم پر ہنس رہا ہے!!

ناحق خُون جب زمین پر گرتا ہے تو کیچڑ نہیں دلدل بناتا ہے!!! خُونی دلدل!! ایسی دلدل کہ جس پر قدم رکھا تو جا سکتا ہے واپس اُٹھایا نہیں جا سکتا!!!

مولانا علی عمران لکھتے ہیں:

یارب! أغث امۃ محمد ﷺ! مزّملا بالدماء! مقطع الأعضاء!

خداوندا! اپنے محبوب کی خاک وخون میں غلطاں، کٹی پھٹی امت کی خبر لے۔

آج تیرے سوا ہمارا کوئی نہیں... کوئی نہیں... کوئی نہیں!..

محمد سعد لکھتے ہیں:

آہ میرا حلب! پہلے محاصرہ کر کے عورتوں اور بچوں کو بھوکا مارا گیا!

اوپر سے سردی کی شدت!

پھر روس کے طیاروں نے شہر کے تمام ہسپتالوں کو تباہ کیا!..

جو بچے کھچے لوگ ہجرت پر مجبور ہوئے ان پر بمباری کر کے شہید کر دیا گیا!

یہ سب ہوتا رہا اور ڈیڑھ ارب مسلمان موج مستی میں مگن رہے!

کیا لبرل تو کیا اسلامسٹ... سب بھنگ پی کر سوتے رہے!

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا!

عبداللطیف حلیمی کہتے ہیں:

حلب نہیں بھولے گا!

یہ ترکی کی سرحدوں پر چھائی قبرستان جیسے خاموشی اور تاریک رات جیسا سناٹا نہیں بھولے گا، جو حلب سے صرف تیس میل کے فاصلے پر ہے!

یہ اردگان کا پیوٹن کے ساتھ مسکراہٹوں اور قہقہوں کے تبادلوں کو نہیں بھولے گا جب یہ حلب کے کھنڈروں اور بچوں کے جسموں کے اعضا کے اوپر کھڑے معاہدے اور پیار کی جھپیاں پا رہے تھے۔ یہ ان عرب حاکموں کو بھی نہیں بھولے گا جو اپنے تختوں کے ساتھ کتوں کے طرح چمٹ گئے اور ریت میں سر دھنسا کر بیٹھ گئے۔

یہ ان ٹینکوں، جہازوں، میزائیلوں، بندوقوں کو بھی نہیں بھولے گا جو صرف پیریڈوں میں سجانے اور تماشے لگانے کے کام آتے ہیں۔

یہ ان پگڑیوں کو بھی نہیں بھولے گا جو صرف سروں کے تابوت کی مانند ہیں، ان نوجوانوں کو بھی نہیں، کو جو اپنی زندگی میں مگن ہیں، اور ان دہائی دینے والوں کو بھی نہیں، جن کی آوازیں گلوں میں ہی رہ گئی۔

یہ ان ڈی چوکوں، مالوں اور اسکوائرز کو بھی نہیں بھولے گا جہاں کوئی حلب کی آواز اٹھانے نہیں نکلا۔ ان ممبروں کو جہاں پر اماموں نے کسی گھن گرج سے حلب کیلیے افواج کو نہیں پکارا، اور ان ہجوموں کو، جنھوں نے حلب کے لیے کوئی نعرے نہ لگائے۔

یہ ان ہتھیاروں کو کبھی نہیں بھولے گا، جو اس کے پاس نہ پہنچ سکے، وہ امداد جو اس تک نہیں آئی، وہ درد جو کسی نے محسوس نہ کیا، وہ پکار جو کسی نے نہیں سنی۔

حلب نہیں بھولے گا اور نہ ہی اللہ ربِّ کائنات بھولے گا!!!

محمد عمران کہتے ہیں:

پانچ سال پورے پانچ سال حلب روتا رہا، سسکتا رہا... اس کا خون بہتا رہا، سسکیاں لے لے کر، رینگ رینگ کر وہ کہتا رہا، مجھے بچالو... اس نے کفریا سیکولرزم کو قبول کرنے کے بجائے اپنے رستے زخموں کے ساتھ دم توڑنا قبول کیا، اور بار بار امت کی طرف دیکھتا رہا... آج شاید حلب اپنی آخری سانسیں لے رہا ہے، شاید اب کی بار وہ پھر نہ اٹھ سکے... مگر یاد رکھنا یہ حلب کی ہار نہیں، وہ تو جیت گئے، وہ تو جیت گئے اور ان کو خود رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم جنت لے جائیں گے... مگر یہ نام نہاد مسلم حکومتیں، یہ دو نمبر ٹارزن جنرل، یہ اردگان اور نام نہاد اسلامی جماعتیں، بے حس مسلمان ہار گئے... وہ دنیا چھوڑ کر حیات پاجائیں گے اور ہم زندہ ہو کر مر جائیں گے... حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس زمین کے لوگوں کے لیے دعا فرمائی آج وہ ہمارے سامنے دم توڑ رہے ہیں... شاید اسی موقع کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تم میں حیا نہ رہے تو جو چاہے کرو...

یہ حلب کی گلیاں ہے، لاشوں سے اٹی ہوئیں... ان ہومیوپیتھک ایجنٹ جرنیلوں کی منہ پر طمانچہ مارتی ہوئی، ان حکمرانوں کیلیے دوزخ کے پروانے جاری کرنے کیلیے دلیل بنتی ہوئی اور امت مسلمہ کی بے بسی کی عملی تصویر!

تصور سمیع کہتے ہیں:

کاش حلب بھی اسی دنیا اور اسی زمین کا کوئی خطہ ہوتا تاکہ ارباب اقتدار میں سے کوئی ان کے حق میں صدائے احتجاج بلند کرتا!!! کاش حلب کے مظلوم عوام بھی انسان ہوتے تاکہ تحفظ انسانیت کے علمبردار ان پر کیے جانے والے بدترین ظلم کے خلاف کوئی جلسہ جلوس سیمینار منعقد کرتے یا کسی ملک کی اسمبلی میں ان کے حق میں قرار دادیں پیش کی جاتی...

کاش حلب کے باسیوں کو بھی کچھ انسانی حقوق عطا ہوتے تاکہ دنیا بھر کے غیر مسلموں کے حقوق کے لیے تڑپ تڑپ جانے والے مسلمانوں کے قلم ان کی حمایت میں بھی رواں ہوتے!!! کاش... کاش!!!

عاصم قریشی، رب کے حضور دعا مانگتے ہیں:

یارب العالمین یا احکم الحاکمین و یا راحم المساکین و یا ذو القوۃ المتین یا قادر العزیز المقتدر اسألك العفو والعافية والمعافاة الدائمة والنصر للمسلمين الحلب یا الله انت الحق و لقائك حق انت ولينا في الدنيا والآخرة يا الله يا الله يا ذو الجلال والإكرام يا كاشف الغم نحن عبادك و نحن مغموم بالحلب يا الله ليس عندنا الا الدعاء اللهم تقبل دعاء فمن ذا الذي يقدر التقبل دعائنا و نداء الا بك گ گ یا رب محمد صلى الله عليه وسلم ارحم امة محمد صلى الله عليه وسلم انظر الى حبيبك محمد صلى الله عليه وسلم. لا تنظر الى اعمالنا فان اعمالنا ضعيف و انت قوى...

يا الله انصرهم ولا تنصر عليهم يا الله ارحم يا ارحم الراحمين يا من ذا الذي سئل سؤال انت الذي تقدر العطاء بقدرتك ـ من ذا الذي يمنعك يا الله ﷻ انا عاجز ولا كن انت الوحيد بقدرتك الكمال امطر مطر الاشجار على عدوك وعدو حبيبك وعدو اصحاب حبيبك محمد صلى الله عليه وسلم. يا الله تقبل بكاء و نداء فانك تقدر ولا اقدر اللهم اغفر لنا ذنوبنا وارحمنا فانت مولانا! اللهم صل على محمد كما تحب و ترضى له

جمیل بلوچ لکھتے ہیں:

عمر رضی اللہ عنہ کتے کی موت پر جواب دہ تھے، یہ مسلم حکمران شام میں ہماری ماؤں، بہنوں، بیٹوں، بزرگوں، بچوں کے قتل عام پر بھی جواب دہ نہیں... کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امت کی اہمیت کتوں اور جانوروں سے بھی کم تر ہو گئی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کی حرمت کعبے سے بھی زیادہ قرار دی تھی مگر بشار، اردگان، سیسی، آل سعود، شریف اور خامنائی جیسوں نے اس امت کی وقعت جانوروں سے بھی گرادی!

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مفصل حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”خبردار! اللہ کی کتاب اور اقتدار جدا جدا ہونے والے ہیں۔ ایسے میں کبھی کتابِ الٰہی سے جدا نہ ہونا۔ خبردار! تم پر ایسے لوگ حکمران ہو جائیں گے جو تمھارے بارے میں (قرآنی تعلیمات کے خلاف) فیصلے کیا کریں گے۔ اگر ان کی اطاعت کروگے تو وہ تمہیں گمراہ کردیں گے اور اگر ان کی نافرمانی کروگے تو وہ تمہیں موت کے گھاٹ اُتار دیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایسا ہو تو ہم کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: وہی جو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے ساتھیوں نے کیا: انہیں آروں سے چیرا گیا، تختۂ دار پر لٹکایا گیا (لیکن انھوں نے حق کا ساتھ نہ چھوڑا)۔ اللہ کی اطاعت میں موت، اللہ کی نافرمانی میں زندگی سے زیادہ بہتر ہے“۔ (طبرانی) حلب کے لوگ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کر چلے ہمیں خود سے پوچھنا چاہیے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟

ابو بکر قدوسی لکھتے ہیں:

حلب میں مکئی نہیں ہوتی
اور جب مکئی نہیں ہوتی
تو گل مکئی بھی نہیں ہوتی
جب گل مکئی نہیں ہوتی

توڈائری بھی نہیں ہوتی

اور جب ڈائری نہیں ہوتی

تو لکھے گا کون؟

''مہذب''اور''متمدن'' جانوروں کو...

اوہ سوری''انسانوں'' کو کیسے معلوم ہو گا

کہ وہاں انسان بستے ہیں

وہ قتل ہوتے ہیں

بچے مرتے ہیں

مائیں تڑپتی ہیں

سہاگ لٹتے ہیں

مانگ اجڑتی ہے

سندور بکھرتے ہیں

ہاں! جب تک گل مکئی

ڈائری نہیں لکھے گی

میں کہوں گا

حلب میں کوئی ظلم نہیں ہوتا

وہاں کب انسان بستے ہیں؟!!!

منیب اعوان لکھتے ہیں:

آہ...یہ بے حسی!!!

فیس بک لاگ ان کرتے ہی نیوز فیڈ میں کچھ کٹی پھٹی لاشیں، لہو رنگ شام کے کچھ مناظر نظر آتے ہیں۔ یتیموں کے والی، غلاموں کے مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ویسے تو سارے عالم میں رنج والم کی خونچکاں داستاں سنا رہی ہے مگر اہلِ شام عزیمت کا وہ پیکر ثابت ہوئے ہیں جس کا ادراک ہم بے حس لوگوں کی جعلی فہم و بصیرت شاید کر ہی نہیں سکتی!

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا بشارت یافتہ شام، وہ شام جس کو تھامنے کی تاکید امت کو خصوصاً کی گئی تھی، وہی سر زمین آج دنیا بھر کے طواغیت کے لیے کہنہ مشق ثابت ہو رہی ہے۔ حسین مرغزاروں اور گلزاروں پر آتش و آہن کی بارش نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ اور امینِ امت سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے فتح کردہ شام کو' آج راکھ کا ڈھیر بنا دیا ہے۔

ادھر ہم بھی فیس بک پر ایسے مناظر دیکھتے ہی 'سیڈ ری ایکشن' یعنی آنسوؤں والا لائک کر کے فرض ادا کر دیتے ہیں۔ احساس سے عاری آنکھیں حقیقت میں نم ہونا بھول گئی ہیں۔ لطیفوں اور چولیات کے بیچ بے حسی و ڈھیٹ پنے کے نئے سے نئے ریکارڈ قائم کیے جا رہے ہیں۔

اس شوشل میڈیا کی گہما گہمی اور مشینی زندگی نے عبادت کی حلاوت، دعا کی لذت، ایمان کی چاشنی و مٹھاس چھین کر بدلے میں ریا، نمود و نمائش، لائکس کمنٹس کی ہوس، واہ واہ کی تلاش اور سیلیبرٹی، دانشور وغیرہ بننے کی لگن عطا کی ہے۔

امتِ واحدہ تو کہیں نظر ہی نہیں آتی۔ اللہ اپنے بندوں کا بہترین کارساز اور ان کے لیے کافی و شافی ہے۔ البتہ اس امتحان و آزمائش کی گھڑی میں ہم نے جو اعلیٰ وارفع کردار ادا کیا ہے اس پر کم از کم نادم و شرمندہ ہوتے ہوئے ہر دم اپنی بے حسی پر آہ و بکا تو کرتے رہنا چاہیے۔ حساب تو بہر حال ہر ایک کو دینا کہ قرآن 'ان بطش ربك لشديد' کی صدا لگاتا ہمارے ضمیروں کو جھنجھوڑ رہا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم' پرندے کے بچوں کو گھونسلے سے نکالنے پر بھی برہم ہو جایا کرتے تھے اور آج امت محمدیہ علی صاحبھا السلام کے ذبح شدہ بچے دیکھ کر بھی ہماری پیشانی پر تیوری تک نہیں آتی۔ انواع و اقسام کے کھانوں سے پیٹ بھی بھرتے ہیں اور مخملیں بستروں پر مزے کی نیند بھی آتی ہے۔ آہ...یہ بے حسی!!!

فرحان جاوید کہتے ہیں:

ہمارے نادان بھائیوں کو نہیں پتا حلب میں کون مرا کون بچ گیا؟ مسلمانوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور کیا نہیں؟ کسی کو کوئی فکر نہیں۔ ہاں فکر ہے تو یہ کہ آج ریال میڈرڈ اور بارسلونا کا میچ کی ہے! سچ تو یہ ہے صرف میڈیا نہیں ہم خود اپنی کشتیوں میں چھید کر رہے ہے!

اک شامی بچی کا الوداعی خط

اے میری پیاری ماں مجھے اور میرے عظیم قہقہوں کو ہمیشہ یاد رکھنا، اور جہاں میں سویا کرتی تھی اس جگہ کو محفوظ رکھنا

اور تم، میری بہن! میری دوستوں کو بتلا دینا کہ میں بھوکی مر گئی!

تم، میرے بھائی! غم نا کرنا اور ان لمحات کو یاد کرنا جب ہم اکٹھے کہا کرتے تھے کہ ''ہم بھوکے ہیں''

اے 'موت کے فرشتے'! آ جاؤ اور میری روح قبض کر لو تاکہ میں جنت میں کچھ کھانا کھا سکوں!

میں کس قدر بھوکی ہوں...اور تم... میرے خاندان والو! جانتے ہو کہ میں جنت میں اس قدر کھانا کھاؤں گی؟ جس قدر کھا سکوں تاکہ تم لوگ بھوکا محسوس نا کرو

یہ رہی میری لاش!

☆☆☆☆☆

برما کے نہتے مسلمانوں کی نسل کشی کے متعلق امارت اسلامیہ کا اعلامیہ

برسوں سے برما میں مسلم اقلیت کے ساتھ اللہ تعالی کے دشمنوں اور ظالم حکمرانوں کے ظلم و زیادتی جاری ہے۔ یہ نہتے مسلمان کئی عشروں سے صرف اس وجہ سے تشدد کا نشانہ بن کر قتل ہو رہے ہیں، کہ وہ مسلمان ہیں، واحد اور لاشریک اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہیں اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔

وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (البروج:۸)

''اور ان کو مؤمنوں کی یہی بات بری لگتی تھی کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے جو غالب ہے سب خوبیوں والا ہے''۔

برما کے نہتے مسلمان اگر ماضی میں صرف قتل، تشدد، جھلسانے اور جائیداوں کی لوٹ مار اور ہتھیانے کے خطرے سے روبرو تھے، مگر حالیہ دنوں میں ظالم برمی حکومت نے سمجھے منصوبے کے تحت مسلم اقلیت کی نسل کشی اور ملک سے مکمل جبری انخلا کا آپریشن شروع کیا ہے، جس کی رو سے مسلمانوں کے گاؤں اور گھروں کو مسلسل نذر آتش کیے جا رہے ہیں۔ ان کے املاک غصب، بچوں کو ذبح اور مردوں کو نہایت دل خراش حالت میں شہید کیے جا رہے ہیں، مسلمان عورتوں پر جنسی حملے ہو رہے ہیں اور انسانی عقل سے بالاتر ظلم و ستم ان پر ہو رہے ہیں۔

برما کے حکمرانوں کے اس ظالمانہ اور وحشت ناک عمل کی امارت اسلامیہ افغانستان شدید مذمت کرتی ہے اور امت مسلمہ کو بتاتی ہے کہ برما کے مظلوم مسلمانوں کے تحفظ اور دفاع کے لیے تمام امکانات کو بروئے کار لائیں۔

یہ کہ اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کی تنظیموں جیسے ادارے برما کے مسلمانوں کی قتل عام کے متعلق خاموش ہیں، یہ اس انسانی المیے کے خلاف مذکورہ اداروں کی دورخی کو ظاہر کرتی ہے، لیکن مسلمان مذکورہ اداروں کے اقدام کی امید سے وقت ضائع نہ کریں، بلکہ اپنے ایمانی بھائی چارے کی رو سے اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد کے لیے آگے بڑھے۔

اس مد میں عظیم ذمہ داری عالم اسلام کے حکمران کی ہے، کہ برما کے الم ناک درد کا احساس کریں اور غیر جانب دار نہ رہے۔ اسی طرح وہ اسلامی فلاحی ادارے جو مشکل حالات میں غریب افراد سے تعاون کرتے ہیں، انہیں برما کے مظلوم مسلمانوں کو ترجیح دینی چاہیے۔ مسلمان کو چاہیے کہ دنیا بھر میں برما کے مسلمانوں کی مظلومیت کی صدا بلند کریں۔ تن، قلم اور زبان سے ان کے ساتھ تعاون کریں اور ان کے درد کو اپنے جسم کے درد کی طرح محسوس کریں۔

امارت اسلامیہ دس لاکھ سے زائد برما کے مسلم اقلیت کی نسل کشی اور قتل کو عظیم انسانی جرم سمجھتی ہے اور اس کی شدید الفاظ میں مذمت کرتی ہے۔ نیز اس جرم کے خلاف عالمی خاموشی کو بھی قابلِ عار فعل سمجھتی ہے، جسے کسی بھی دلیل سے جواز نہیں دی جاسکتی۔

امارت اسلامیہ افغانستان

۳۰ / صفر المظفر ۱۴۳۸ھ بمطابق ۳۰/ نومبر ۲۰۱۶ء

بقیہ: معاہدات یا فریب؟

اور شیخ عبداللہ عزام شہید نے بھی اپنی کتاب ''ایمان کے بعد اہم ترین فرض عین'' میں یہی لکھا ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے تو صرف عسکری کام بند کیے ہیں پر امن جدوجہد جاری رکھیں گے... حالانکہ حالت آپ کی یہ ہے کہ ان کا اپنا امیر اپنے گھر جانے کے لیے لاکھ جتن کرتا ہے تو کئی ماہ کی کوشش کے بعد بند شیشوں میں قیدی کی طرح گھر لایا جاتا ہے! آپ کس جدوجہد کی بات کرتے ہیں؟ اور آپ ہی کہتے تھے یہاں شریعت کی سزا موت ہے۔ تو اب کیسے یہ سب کچھ بدل گیا؟ اگر کوئی گروپ خلاف شریعت کام کرتا ہے تو کیا آپ اس کی وجہ سے دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال دیں گے؟

حقیقت یہ ہے جسے تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ یہ لوگ میدان سے فرار ہو گئے مگر الحمد اللہ میدان کے شہسوار اب بھی موجود ہیں اور تمام تر مشکلات تکالیف کے باوجود کفر کی آنکھوں کا کانٹا بنے ہوئے ہیں جب کہ آپ صرف اب منت و سماجت کر رہے ہیں... سب سے اہم بات جس نے اس فریب کو سنہری رنگ دیا ہے کہ ''ہم امارت اسلامیہ کی طرح چل رہے ہیں''... تو یاد رکھیں کہ امارت اسلامیہ نے افغانستان سے باہر کہیں جنگ کا اعلان ہی نہیں کیا لیکن جو لڑتے ہیں ان کو منع بھی نہیں کیا بلکہ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ، ملا منصور اختر رحمہ اللہ اور موجودہ امیر المومنین ملا ہیبت اللہ نصرہ اللہ کی قیادت نے عالمی تحریک جہاد سے وابستہ قیادت اور مجاہدین کی ہر طرح سے نصرت کی ہے۔ نیز امارت کا کوئی امیر بھی کسی انٹیلی جنس کی عطا کردہ کوٹھی میں عافیت سے دن نہیں گزار رہا! اگر آپ ایسا کہتے ہیں تو یہ آپ کے منہ کی باتیں ہیں۔ امارت اسلامیہ نے جس پالیسی سے جنگ کا آغاز کیا آج بھی اسی پر مستقل مزاجی سے چل رہی ہے۔ جن کو کل تک آپ سرکاری جہادی اور ناجانے کیا کیا کہتے رہے آج ان میں اور آپ میں کوئی ذرہ برابر فرق معلوم نہیں ہوتا بلکہ شاید وہ جہاں کل تھے آج بھی وہیں ہیں مگر آپ......؟!

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں حق بات کہنا والا حق کا ساتھ دینے والا بنائے، کوئی اگر جہاد اور رب کی رضا کے لیے مشکلات سے گھبرا جاتا ہے یا در ستہ دل لیتا ہے تو یہ رب کی طرف سے ایک چھانا ہوتا جس میں وہ کھرا اور کھوٹا الگ کرتا ہے۔ یہی وہ آزمائش ہے جس کا ذکر قرآن میں آتا ہے۔ قسمیں کھا کر شہادت کی تمنار کھنا تو بہت آسان ہے مگر میدان میں ڈٹ جانے والوں کا مقام ان کا رب ہی جانتا ہے۔ جانے قیامت کے روز یہ لوگ عافیہ بہن، اور امت کی تمام بہنوں کو کیا منہ دکھائیں گے کہ ہم نے تمہارے دشمن سے دوستی کر لی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ ہمیں ان لوگوں میں سے ہونے بچائیں اور ایسا مجاہد بنائیں جس کا وزن حق والوں کے ساتھ ہو، آمین۔ اللہ ہمیں ایسا داعی حق بنا جس نے پہلے بھی اپنے بھائیوں کو حق بات پہنچائی ہو آج بھی کرے اور آئندہ بھی کرتا رہے، آمین یا رب۔

☆☆☆☆☆

ذکرِ اک پھول کا...

میاں سعد خالد

پھول بھی اللہ پاک کی عجیب تخلیق ہیں۔ان کا رنگ بھی اچھا ہوتا ہے اور خوشبو بھی۔ان کا عرق فائدۂ عام لیے ہوئے ہے۔ان سے بہت سے عطر تیار کیے جاتے ہیں۔انہی پھولوں کے دم سے گلشن، گلشن قرار پاتا ہے۔ بہار میں جب یہ کھلتے ہیں تو ساری زمین خوش رنگ ہو جاتی ہے۔ خزاں میں ان کے مرجھانے سے ساری مخلوق ہی کا دل مرجھا سا جاتا ہے۔یہی پھول قلب و روح کی تازگی کا سبب ہیں۔ دل و دماغ انہی کے باعث معطر ہوتے ہیں۔یہی پھول حسین جذبات کے اظہار کا طریقہ ہیں۔ خوشبوؤں، پھولوں کا ذکر ایسا ہے کہ ہر قلبِ لطیف،ان کے ذکر پر ان کو اپنے ارد گرد محسوس کرنے لگتا ہے۔ان کی خوشبو،ان کا رنگ، ان کا حُسن،ان کی لطافت،ان کی بناوٹ،ان کے نقوش، یہ سب ہی دل کے تار چھیڑ دیتے ہیں۔ان پھولوں کا ذکر محفلوں میں وہی اثر لاتا ہے جو اثر پھولوں کی اپنی محفلوں میں پایا جاتا ہے۔

ایسے ہی ایک پھول کا ذکر اس محفل کا موضوع ہے۔

اس پھول کا نام بھی پھول ہی تھا... حسن گل... حسن گل، یعنی اچھا پھول...ایک تو پھول، پھر اچھا پھول...یہ پھول جس باغ میں کھلا تھا اس باغ کا براہِ راست باغبان ربِّ تعالیٰ، ہمارا مالک خود ہے۔ وہ مالک ہمیں اپنی پاک کتاب میں بتاتا ہے کہ وہ ان پھولوں میں سے بعض کا انتخاب کرتا ہے۔یہ پھول شاخچوں پر غازی کہلاتے ہیں اور شاخچوں سے منتخب ہو کر شہید۔ مالک کا فرمان ہے:

ویتخذ منکم شهداء

''اور وہ تم میں سے شہدا کا انتخاب کرتا ہے۔''

ہمارا مالک و باغبان جب ان پھولوں میں سے کسی کا انتخاب کرتا ہے تو وہ ان کو اپنے عرش تلے، ذہب کی قندیلوں میں، سونے کے گلدانوں میں جگہ دیتا ہے۔اس دنیا کے باغبان، اپنے باغ کا،اس میں کھلے پھولوں کا خیال رکھتے ہیں۔ جب ان میں سے کوئی پھول نکھر کر سامنے آجاتا ہے تو اس کو چُن لیتے ہیں۔ پھر یہ پھول کسی گلدان میں آ ٹھہرتا ہے۔ لیکن چند ہی روز میں یہ پھول مرجھا جاتا ہے۔اس دنیا کے باغبانوں کے بر خلاف جب ہمارا مالک کسی پھول کا انتخاب کر کے اس کو اپنے عرش تلے معلق سونے کے گلدان میں سجا کر رکھتا ہے تو اس پھول کو دائمی بہار کی خوش خبری ساتھ ہی عطا ہوتی ہے۔ یہ پھول، ٹہنی پر ایک دن مرجھا جانا تھا، مگر یہاں کبھی نہ مرجھائے گا۔

ان پھولوں میں جو پہلے پہل شامل ہوئے،ان میں حمزہ تھے، مصعب تھے، سمیّہ تھیں، معاذ و مُعَوِّذ تھے، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ان پھولوں کا چناؤ تب تک جاری رہے گا جب تک جہاد جاری رہے گا کہ یہ پھول جہاد کی کیاریوں ہی میں نشو نما پاتے ہیں اور جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

اکتوبر ۲۰۱۵ء کے اوائل میں، غازیوں اور شہیدوں کی سر زمین قندھار کے علاقے شراوک میں چند پھول مہک رہے تھے۔ یہی مہکتے پھول مالک کا انتخاب ٹھہرے۔ جو بچ گئے تو مالک کی رضا اسی میں تھی کہ گلشن ابھی ان کے سبب کچھ دیر اور مہکتا رہے (ان شاء اللہ)۔ جو پھول منتخب ہوئے تو ان کا معاملہ صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ کا سا تھا، کہ وہ اپنے ربّ سے کیے وعدے کو سچا ثابت کر گئے۔ جو چند روز اور ہیں تو ان کا معاملہ و منھم من ینتظر کا ہے، کہ وہ انتظار میں ہیں کہ کب باغبان ان کو چن لے۔

انہی حسین پھولوں میں سے ایک حسن گل تھا۔ بھوری آنکھیں۔ عموماً مسکراتا، شرارتی چہرہ۔ خوبصورت داڑھی۔ چھ فٹ سے ذرا سا کم قد۔ مضبوط ہاتھ۔ چوڑا پنجہ۔ چوڑی اور مضبوط ہڈیوں والا جسم۔ کشادہ شانے۔ دراز بازو اور طاقت ور گرفت۔ جٹ قوم سے تعلق۔ عمر انیس برس۔ یہ تھا وہ پھول جو، اکتوبر ۲۰۱۵ء کو مالک کا انتخاب ٹھہرا۔

میں جب حسن گل سے پہلی بار ملا تو وہ پندرہ برس کا تھا۔ عنفوانِ شباب میں نیا نیا قدم رکھا تھا۔ آنکھوں میں شوخی تھی، شرارت تھی اور چہرے پر زبردستی طاری کی گئی ایک سنجیدگی جو تھوڑی سی دیر میں کافور ہو گئی۔ ذرا سی دیر میں گھل مل جانے والی طبیعت اور مزاج کی عادت۔

اس کے ساتھ گزرنے والے اگلے چند روز نے یہ خبر دی کہ اللہ پاک نے خوب ذہانت سے بھی نواز رکھا ہے۔ مجھے اس میں اپنے چھوٹے بھائی کی سی جھلک دِکھی، وہ میرا چھوٹا بھائی ہی تھا!

وہ ایک مدرسے میں درجۂ ثانیہ کا طالبِ علم تھا۔ جب میرے مرشد نوّر اللہ مرقدہ نے مجھے اس کا تعارف کروایا تو کہنے لگے ان بھائی کا (غالباً) ترمذی شریف کا امتحان ہے، کاش میرے پرچے بھی اس طرح کے ہوتے۔ حسن گل کا مزاج اصلاً بہت زیادہ پڑھنے لکھنے کا نہ تھا، ہاں جو پڑھ لیتا تو اس میں سے بیش تر ذہن نشین کر لیتا۔ ایک بار اس کی اور میری اس بات پر بحث ہو گئی کہ طلبائے علمِ دین کو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے بھی نکلنا چاہیے۔ کہنے لگا کہ علماء کم ہوتے جا رہے ہیں، بالخصوص میدانِ جہاد کو علما کی ضرورت ہے۔ میں نے اس سے جو بات اپنے فہم کی بنیاد پر کہی (وہ فہم جو حضرتِ مرشد قاری رشید احمد شہید نور اللہ مرقدہ اور حضرت استاذ احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی تھی) وہ یہ تھی کہ پیارے! جہاد فرضِ عین ہے۔ ایسے میں امت کے ہر ہر فرد کو اس فرضِ عین کو اپنے اوپر سے ساقط کرنے کے لیے نکلنا ہو گا۔ اور جو تاویل تم پیش کر رہے ہو کہ جہاد اور امت کو علما کی ضرورت ہے تو یہ تاویل تو ہر شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ شخص اپنے تئیں رکھتا ہے۔ کرنا تو یہ چاہیے کہ اس فرضِ عین کی پکار پر لبیک کہا جائے اور اپنا آپ کلیتاً امرائے کرام کے سپرد کیا جائے، اس کے بعد وہ جہاں چاہیں ضرورت کے اعتبار سے لگا دیں۔ وہ کہیں کہ آپ علم

دین ہی حاصل کیجیے تو آپ کی خواہش بھی پوری اور جہاد کی ادائیگی بھی ساتھ ہی ہو گئی۔اس سے اگلی بات جو احقر نے اس سے کہی وہ تقریباً ایسی تھی جو میرے محبوب اور مجاہدین کے محبوب عالمِ دین شیخ ابراہیم رُبیش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی:

''حق تو یہ ہے کہ جہاد اور تحصیلِ علمِ دین کا تعلق بہت ہی قریبی تعلق ہے اور یہ ایک دوسرے کو مکمل کرتے ہیں۔ مجاہد فی سبیل اللہ کے لیے لازمی ہے کہ وہ شریعتِ مطہرہ کے علم کی طرف رجوع کرے بالکل اسی طرح جیسے ایک طالبِ علم سے یہ بات مطلوب ہے کہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرے۔اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف دیکھیں تو ہم تمام کے تمام صحابہ کو اس بات پر پائیں گے کہ وہ علماء اور طلبائے علمِ دین کے ساتھ ہوتے ہیں اور اللہ عزّ وجل کے راستے میں ساتھ ساتھ جہاد کرتے ہیں۔اس پر مستزاد یہ کہ شریعتِ الٰہی کا علم اللہ کی خشیت کی جانب راہنمائی کرتا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاء

''اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں''۔ (الفاطر:۲۸)

اور یہ بات جان لینی چاہیے کہ اللہ کی خشیت، اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے حاصل ہوتی ہے!''

خیر یہ مباحثہ حسبِ روایت مزاح پر منتج ہوا۔یونہی کہنے لگا کہ آپ اپنے والد صاحب کو جہاد کی دعوت دے کر قائل کیوں نہیں کرتے؟ میں نے اس سے کہا کہ بھائی وہ میرے والد ہیں، والد کو اولاد کا قائل کرنا کوئی آسان کام ہے؟اور بھائی تجھے میں قائل نہیں کر سکا جو مجھ سے چھوٹا ہے، اپنے والد صاحب کو کیا خاک قائل کروں گا؟اس بات کے ساتھ ہی محفل قہقہوں پر ختم ہو گئی۔

اپنی والدہ کی محنتوں اور والد کے اخلاص کے سبب وہ قائل ہو چکا تھا اور زمانے نے وہ دن بھی دیکھا جب وہ تعیشات اور رونقوں کی دنیا ترک کر کے پہاڑوں اور ویرانوں کے دیس میں بغرضِ جہاد فی سبیل اللہ آبسا۔ بلا شبہ طلبائے علمِ دین کے لیے حسن گل کے اسوے میں سبق ہے۔

سولہ سال اور نو ماہ کی عمر میں وہ گھر سے بغرضِ جہاد روانہ ہوا۔اس وقت وہ مدرسے میں درجۂ رابعہ کا طالبِ علم تھا۔ابتداً اس نے دورۂ تاسیسی کیا۔اس دورے کے مندرجات میں:

- بنیادی علومِ شرعیۃ مثلاً
  - تجوید
  - آخری سورتوں کا حفظ
  - مسنون دعائیں از حصن المسلم
  - اخلاقیات وجہاد اور تزکیہ واحسان کے مضمون والی احادیث وغیرہ
- ہلکے وبھاری اسلحے کی بنیادی تعلیم جس میں
  - کلاشن کوف
  - پستول اور اس کی اقسام
  - لائٹ مشین گن (پیکا/.P.K)
  - دستی بم (ہینڈ گرنیڈ) اور اس کی اقسام
  - راکٹ لانچر (RPG)
  - ہاون (مارٹر)
  - ہشتاددو/ہلکی توپ (RR-82)، ہفتاددو/ہلکی توپ (RR-75)
  - کاتیوشا راکٹ (بی ایم)
  - زمینی سرنگ المعروف IED لگانے کا طریقہ اور چھوٹی موٹی زمینی سرنگ بنانے کا طریقہ (Land Mine)
- جسمانی ورزشیں، دوڑ لگانا، مسیرۃ (یعنی لمبے سفر پر جانا)، اسلحہ چلانے کے لیے مختلف حالتیں یا Positions
- جنگ اور اصولِ جنگ کی تعلیم پر مبنی کتاب؛ نصابِ حرب مؤلفہ ڈاکٹر ابو خالد (سربلند زبیر خان) اور استاد سہیل (ملک سیّد محمد عادل)

جیسے علوم وفنون شامل ہوتے ہیں۔

حسن گل ایک ابتدائی درجے کے طالبِ علم کی طرح ان علوم وفنون میں ایک اچھا طالبِ علم رہا۔

جب گیا تو چھوٹا تھا۔ چھوٹوں کے لیے جہاد کی آزمائش کو سہنا کبھی کبھی آسان بھی ہوتا ہے کہ ان کے سامنے دنیا اپنے سارے رنگوں کے ساتھ جلوہ افروز نہیں ہوتی اور کبھی کبھار نہایت مشکل بھی کہ عزیزوں کی جدائی نہایت شاق گزرتی ہے۔ اپنے قریبی لوگوں بالخصوص والدین کی جدائی کے سبب اس کی آنکھیں کبھی کبھی بھیگ جاتیں۔ایسے میں اس کے سامنے بھی اپنے والدین سے زیادہ محبوب اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام آجاتا ہوگا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تَكْرَهُواْ شَيْئاً وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تُحِبُّواْ شَيْئاً وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ

''تم پر (دشمنوں سے) جنگ کرنا فرض کیا گیا ہے، اور وہ تم پر گراں ہے۔اور یہ عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو بُرا سمجھو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو، حالانکہ وہ تمہارے حق

میں بُری ہو۔ اور (اصل حقیقت تو) اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے۔"
(البقرۃ:۲۱۶)

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ

"(اے پیغمبر! مسلمانوں سے) کہہ دو کہ: "اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، اور تمہارا خاندان، اور وہ مال و دولت جو تم نے کمایا ہے، اور وہ کاروبار جس کے مندا ہونے کا تمہیں اندیشہ ہے، اور وہ رہائشی مکان جو تمہیں پسند ہیں، تمہیں اللہ اور اُس کے رسول سے، اور اُس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں، تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرما دے، اور اللہ نافرمان لوگوں کو منزل تک نہیں پہنچاتا"۔(التوبۃ:۲۴)

یہی آیات ایک مسلمان کو، ایک مجاہد کو میدانِ جہاد میں ڈٹے رہنے کا سامان فراہم کرتی ہیں۔ وہ اپنی زبانِ حال سے اس بات کا اعلان کر رہا ہوتا ہے کہ اسے اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کے راستے میں جہاد سے بڑھ کر کوئی شے محبوب نہیں۔ مگر ایسا نہیں کہ وہ ایک عبادت کی ادائیگی کے دوران دیگر بلند پایہ عبادات سے رُو گردانی کر رہا ہو۔ یہ مجاہد فی سبیل اللہ ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی بھی اپنی استطاعت کے مطابق کر رہا ہوتا ہے۔ وہ اپنے والدین، بہن بھائیوں، رشتہ داروں، اعزا و اقارب سے محبت کا ویسا ہی تعلق رکھتا ہے جیسا کہ یہ تعلق نباہنے کا حق ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے اور اس حق کو میدان والے ہی جانتے ہیں کہ حقوق العباد کی ادائیگی جس تندہی کے ساتھ میدان والے کرتے ہیں کوئی اور نہیں کرتا۔ بس معاملہ سمجھنے اور دین کی عینک سے دیکھنے کا ہے ورنہ شیخ احسن عزیز رحمۃ اللہ علیہ کے یہ مصرعے ہی ہر ہر مجاہد کا حال اور دل کی کیفیات کے ترجمان ہیں...

ابھی بیمار ماں کو بھی معالج کو دکھانا تھا
ضعیف اک باپ کا بھی ہاتھ پھر ہم کو بٹانا تھا
مگر ہم سر ہتھیلی پر لیے فی اللہ نکل آئے
یہ فرضِ عین بھی آخر ہمیں ہی تو نبھانا تھا!

حق تو یہ ہے کہ فرضِ عین کی پکار پر اگر یہ چند دیوانے لبیک کہہ کر اپنے گھروں سے نہ نکلتے تو آج امت کا کوئی بھی گھر شاد و آباد نہ ہوتا۔ ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی عزتیں سلامت نہ ہوتیں، سہاگ اجڑ چکے ہوتے، بچے یتیمی کی زندگی اہلِ کفر کے تحت گزار رہے ہوتے۔ کاروبار فنا ہو چکے ہوتے، دکانیں جل چکی ہوتیں۔ منظر وہی ہوتا جو آج سے کئی صدیاں پیشتر بنی اسرائیل کا تھا کہ وہ ذلت و غلامی کی زندگی گزار رہے تھے، ان کے بیٹے ذبح کر دیے جاتے تھے اور بیٹیاں زندہ رکھی جاتی تھیں اور وہ عزت مآب بیٹیاں فرعونیوں کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ حق تو یہ ہے کہ مدارس و مساجد کا عالی نظام پیوندِ خاک ہو چکا ہوتا۔ علم و فضل کی دستار پیروں میں روندی جا چکی ہوتی۔ علوم و فنون پر مبنی کتابیں کسی اور دجلہ میں یوں پھینکی جاتیں کہ کسی راوی و جہلم کا پانی کئی دنوں تک سیاہ رہتا۔ امت کے انہی بیٹوں نے، اپنا سر اس وقت پیش کیا جب اکثر ہی سو رہے تھے اور جو جاگ رہے تھے وہ اپنے انہی بیٹوں کو کسی را، موساد اور سی آئی اے کا ایجنٹ قرار دے رہے تھے۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔ حسبنا اللہ و نعم الوکیل، نعم المولیٰ و نعم النصیر۔ والحمدللہ ربّ العالمین۔ یلیت قومی یعلمون، کاش میری قوم کے لوگ جانتے... کاش وہ جانتے کہ یہ دیوانے کس پر جانیں وار گئے؟

بلاشبہ یہ اللہ ہی کا دین ہے، یہ وہی دین ہے جو ہم تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچایا، جس کی اتباع صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلفِ صالحین نے کی، فقہائے عالی قدر و محدثینِ ذی مقام نے یہی دین ہم تک پہنچایا، اکابرینِ دین نے اسی دین کو فتن کے دور میں اپنی جانوں کے عوض محفوظ کر کے ہم تک پہنچایا۔ افراط و تفریط سے پاک دین۔ اہلِ سنت و الجماعت کا مبنی بر اعتدال منہج و طریق۔ وہ منہجِ اہلِ سنت جس کے پیروکار اس امت کو فرضِ عین کی پکار لگا کر جھنجھوڑتے اور خوابِ غفلت سے جگاتے ہیں، لیکن اسی امت کے بارے زہر افشانی نہیں کرتے جن کے وہ محافظ ہیں۔ وہ امت کو یہ ضرور کہتے ہیں کہ باطل نظاموں کے سرابوں سے نکل آؤ، لیکن اسی امت پر تلواریں نہیں نکال لیتے۔ یہ مجاہدینِ عالی قدر اور طالبانِ عالی شان ایک طرف امتِ مسلمہ کے قاتل نظامِ جمہوریت و کفر، کفر کے سردار امریکہ اور اس کی اتحادی افواج سے برسرِ پیکار ہیں تو دوسری طرف ایسے گمراہ لوگوں سے بھی جو جمیع امت کو کافرِ اصلی قرار دیتے ہیں اور خوارج کی راہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ عزیزی حسن گل رحمہ اللہ بھی ایک روز ایسی مجلس کا حصہ تھا جہاں ابو بکر بغدادی کی امتِ مسلمہ کی قاتل پُر فتن جماعت کا ذکر ہو رہا تھا۔ میں نے کہا کہ پہلے تو اس کی تکفیری جماعت "دولۃ الاسلامیۃ فی العراق والشام"، تھی تو مخفف "داعش"، اب تو نام "دولۃ الاسلامیۃ" ہو گیا ہے تو اب کیا مخفف ہو گا...از راہِ مذاق میں نے کہا "دا" ہو گا کیا؟ تو مشائخِ جہاد کی صحبت سے بہرہ مند ہونے والا حسن گل بولا یہ "دا" نہیں "داء" ہے! داء عربی زبان میں مرض کو کہتے ہیں۔ بلاشبہ بغدادی کی جماعۃ الدولۃ ایک مرض ہے کہ ابھی صفر ۱۴۳۸ھ کے مہینے میں آنے والے اس کے بیان میں بھی اس نے سرزمینِ شام میں امریکیوں، روسیوں اور رافضیوں سے برسرِ پیکار مجاہدینِ عالی قدر کو مرتد قرار دیا ہے۔ اللہ اس کو پوچھے، آمین۔ بغدادی کا یہ بیان ایسے وقت میں سامنے آیا ہے جب عراق میں اہلِ سنت، ہر طرف سے

رافضیوں کے گھیرے میں ہیں اور اہلِ سنت کو اتحاد کی ضرورت ہے جب کہ یہ خائن شخص اب بھی افتراق وانتشار کی دعوت پھیلا رہا ہے۔ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ!

ہمارا عزیز بھائی حسن گل کئی مشائخِ جہاد کی صحبت سے فیض یاب ہوا جن میں عالمِ ربّانی شہید استاذ احمد فاروق رحمہ اللہ اور شیخ آدم یحییٰ غدن المعروف عزّام الامریکی رحمہ اللہ شامل ہیں۔ کئی دیگر مشائخ کی صحبت بھی اسے حاصل رہی جن کا نام یہاں تحریر کرنا سیکورٹی وجوہات کے باعث ممکن نہیں۔ حسن گل نے عین محاذ پر بھی ایک دورۃ الشرعیۃ میں حصہ لیا، جس سے اس کو دین پر عمل کرنے میں مستعدی حاصل ہوئی۔ عموماً جو اصحاب علوم وغیرہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ اپنی جسمانی تندرستی اور قوت کا خیال نہیں رکھتے۔ لیکن حسن گل ہجرتِ جہاد سے پہلے بھی اور بعد میں بھی ایسی کثرتیں کرنے کا شوقین تھا جو جسم کو تقویت بخشیں۔

اللہ پاک نے ہمارے حسن گل کو جو ایک خاص فہم بخشا تھا تو وہ فقہ الاولویات کا تھا۔ فقہ الاولویات یعنی ترجیحات کا فہم۔ میرے محبوب شیخ اور آنکھوں کی ٹھنڈک امام انور العولقی رحمہ اللہ اپنے ایک بیان بعنوان ''رواداری (Tolerance)''میں فرماتے ہیں کہ آج امت میں جس فقہ کی سب سے زیادہ کمی ہے وہ ہے فقہ الاولویات یا ترجیحات کی فقہ۔ فرماتے ہیں کہ آج لوگ یہ نہیں جانتے کہ کیا چیز زیادہ اہم ہے۔ لوگ باہم ایسے موضوعات میں الجھے ہوئے ہیں جو ان کے لیے مفید نہیں۔ شیخ انور، جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ سناتے ہیں کہ ان کے پاس اہلِ کوفہ میں سے کچھ لوگ گئے اور حالتِ احرام میں مچھر مارنے کا پوچھا۔ تو حضرتِ عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! مجھ سے ایسے لوگ مچھروں کے مارنے کا حکم پوچھ رہے ہیں جنہوں نے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیا! شیخ انورؒ فرماتے ہیں کہ یہ ہے ترجیحات کا فہم نہ ہونے کا نتیجہ، کہ اہلِ کوفہ نے حضرتِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا اور مچھر کو مارنے کے مسئلے میں الجھے ہوئے ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ آج امت اپنے اصل مسائل چھوڑ کر دوسری قسم کی چیزوں میں الجھی ہوئی ہے۔

مراد ہے ایسے مسائل جن میں اختلاف کا درجہ فروعی ہے نہ کہ اصلی۔ آج بدقسمتی سے بعض لوگ امت کو نماز میں ہاتھ اوپر باندھنے اور نیچے باندھنے کے مسائل میں الجھا رہے ہیں اور نتیجہ دشمن کی جانب سے توجہ کے ہٹنے کی صورت میں سامنے آ رہا ہے۔ ایسا دشمن جو آپ کے ہاتھ کاٹنے کے درپے ہے۔ بعض اصحاب آہستہ اور اونچی آواز میں آمین کہنے کے مسائل میں الجھ رہے ہیں حالانکہ ان کا دشمن ان کی آواز کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دبانے کے درپے ہے۔ اور یہ سب مسائل ترجیحات کی فقہ نہ ہونے کے باعث ہیں۔

ہمارا حسن گل مسلکِ اہلِ حدیث کی اتباع کرنے والا تھا۔ لیکن وہ اپنے اصول اور اصولوں کا فہم ان اصحاب سے لیتا تھا جن کے پیروکار آج سے تین سو برس قبل بالاکوٹ کے میدان میں اللہ کی خاطر کٹ گئے تھے۔ وہ سید احمد شہید رحمہ اللہ اور خانوادۂ شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز رحمہما اللہ کے چشم وچراغ شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کے پیروکاروں میں سا تھا۔ ترجیحات کی فقہ کا عارف۔ وہ جانتا تھا کہ فروعی اختلافات پر شائستہ انداز سے، مدلل کلام تب ہی کیا جا سکتا ہے جب ہم توحید و رسالت اور آخرت کے اصولوں پر ایمان رکھنے والے حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی اور اہلِ حدیث محفوظ ہوں گے۔ وہ دلیل سے اپنے مسلکِ اہلِ حدیث پر قائم ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے وسیع تر اور دائمی مفادِ دنیا و آخرت کی خاطر امام شیخ عبداللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتوے پر عمل پیرا تھا کہ چونکہ افغانستان میں مسلکِ حنفی پر عمل کرنے والے حضرات کی کثرت ہے اس لیے تالیف قلب اور فتنے سے بچنے کے لیے دیگر مسالک کے مجاہدین بھی عوام کے سامنے حنفی طریقے سے نماز پڑھیں (جو خود قوی دلائل سے ثابت شدہ ہے)۔ اسی طرح حسن گل خالصتاً اپنی ہی خواہش کے مطابق کپڑے کی جرابوں پر مسح کرنے کے بجائے، چمڑے کے موزے پہنتا اور ان پر مسح کرتا۔ واللہ العظیم، اپنے مسلک کو صائب جاننے کے باوجود صرف اللہ کے راستے میں جہاد اور اہلِ جہاد کی صف کو مضبوط کرنے کے لیے ایسے اعمال کرنے کا اجر صرف اور صرف اللہ ہی عطا کر سکتے ہیں۔ ہمیں اللہ پاک سے قوی امید ہے کہ ہمارا حسن گل اپنے اعمال صالحہ کے سبب رحمتِ الٰہی کے ذریعے، سبز پرندوں کی صورت جنت کے باغات میں اڑتا پھرتا ہو گا، اور ہمارا اس کے بارے میں یہی گمان ہے اور اصل حال تو اللہ ہی جانتے ہیں۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ پوری امت کو اس ترجیحات کی فقہ کی معرفت عطا فرمائیں۔ یہاں یہ بات بتانا بھی صائب ہے کہ راقم السطور خود ایسے حنفی مجاہد بھائیوں کو جانتا ہے جو بعض اہلِ حدیث ساتھیوں کے سامنے خاص طور پر اہلِ حدیث حضرات کے طریقے سے نماز اور دیگر عبادات کی انجام دہی کرتے تھے۔ ترجیحات کی فقہ اور تالیفِ قلوب کی تڑپ جتنی مجاہدینِ عالی قدر کی صفوں میں پائی جاتی ہے اس کی نظیر کسی اور طبقے میں مشکل ہی نظر آتی ہے، وللہ الحمد والمنۃ۔

حسن گل مجاہدین اور عامۃ المسلمین سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا اور اس سے بھی بہت زیادہ محبت کی جاتی تھی۔ کبھی کبھی مجھے اس کا حال ایسا محسوس ہونے لگتا ہے جس طرح صحیح مسلم میں مروی حدیث میں آتا ہے کہ:

> ''بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں، تُو بھی اس سے محبت کر۔ پھر جبریلؑ اس سے محبت کرتے ہیں اور آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے، تم بھی اس سے محبت کرو۔ تو آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد زمین والوں میں اس کے لیے قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔''

اللہ پاک اس محب و محبوب کے درجات بلند فرمائیں، آمین۔

حسن گل کو زبانیں سیکھنے کا کافی شوق تھا اور وہ دیگر لوگوں کی نسبت جلدی سیکھ بھی جاتا تھا۔ عربی زبان کچھ اس کو درسِ نظامی کے سبب آتی تھی، باقی اس نے حضرتِ استاذ احمد فاروق رحمہ اللہ کی صحبت میں ترقی حاصل کی۔ اسی طرح چند عرب مشائخ اور عرب ساتھیوں کی صحبت میں رہ کر کچھ عربی تکلم سیکھ لیا۔ پشتو زبان میں بھی اسے کسی حد تک تکلم میں روانی حاصل ہو گئی تھی۔ نت نئے الفاظ سیکھنا اور نئے سیکھے محاوروں کو جملوں میں استعمال کرنا اور ساتھیوں کے سامنے ان الفاظ کو ادا کرنے کا بھی اسے ایک مثالی شوق تھا۔ مہمان نواز افغانی قوم کی عادت ہے کہ جب بھی مہمان وغیرہ سے ملتے ہیں تو ضرور پوچھتے ہیں کہ ''دِغَتْ خو نائے کڑے دے؟'' (میری سمجھی پشتو کے مطابق) یعنی پریشان تو نہیں ہو گئے؟ حسن گل نے بھی یہ محاورہ وزیرستان میں ہی رہتے ہوئے کسی راہ چلتے افغانی سے سیکھ لیا اور اس محاورے سے وہاں کوئی بھی واقف نہ تھا۔

حسن گل کی ایک نمایاں صفت مجاہدینِ عالی قدر کی خدمت تھی۔ مرکز میں پانی ڈھو ڈھو کر لانا۔ روٹی پکانے میں آگے بڑھنا۔ ساتھیوں کو پانی پلانا۔ ان کا بھاری سامان اٹھانا۔ ساتھیوں کے لیے راحت اور آسانی کا باعث بننا۔ ساتھیوں کو اپنے آپ پر ترجیح دینا۔ وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عالی صفات سے اپنے آپ کو مزین کرنے میں مگن رہتا۔ انصاری صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

''اور اُن کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے اُن پر تنگ دستی کی حالت گزر رہی ہو۔'' (سورۃ الحشر: ۹)

اسی طرح دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دینے ہی کے جذبے سے ایک روز حسن گل زمین پر بچھی دری پر بغیر بستر کے سو گیا۔ یہ افغانستان کا صوبۂ زابل تھا اور زابل کا ضلع نوبہار، مارچ کا مہینہ تھا، جس میں اس علاقے میں ٹھیک ٹھاک ٹھنڈ ہوتی تھی۔ بلکہ بیس پچیس روز پہلے ہی برف پڑ کر پگھلی تھی۔ ہم تین ساتھی تھے جو ڈرون کی بہت زیادہ گردش کے باعث اپنا مرکز چھوڑ کر دوسرے گاؤں کی ایک مسجد میں آ ٹھہرے تھے۔ وہاں انصار نے ہمیں دو بستر (تلائیاں) اور تین لحاف لا کر دیے۔ وہاں مساجد میں زمینی حدت کے نظام (Central Heating System) کے سبب عموماً فرش گرم ہی ہوتا ہے اور اس وقت بھی گرم ہی تھا۔ حسن گل کہنے لگا کہ آپ لوگ بستر بچھائیں، میں بغیر بستر ہی کے سو جاؤں گا۔ کچھ اصرار کے باوجود وہ بغیر بستر کے ہی سو گیا اور ہم دیگر دونوں ساتھیوں کو اپنے اوپر ترجیح دی۔ بعد میں رات کو اسے اس وجہ سے بخار ہو گیا اور پھر اگلے تین چار دن طبیعت خراب رہی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

حسن گل رحمہ اللہ کھانے پینے میں نہایت شوقین مزاج تھا۔ اس کے کھانے پینے کے شوق میں لاہوری رنگ تھا۔ نہاری، کڑاہی گوشت، پائے، مرغ چنے، روسٹ و بروسٹ، طرح طرح کے باربی کیو، نمکین گوشت، عربوں کے گوشت کے کھانے، تکے، کباب، پلاؤ، بریانی، لسی، دہی، طرح طرح کے مشروبات وغیرہ وغیرہ۔ ایک طرف کھانے پینے کے شوق کا یہ عالم اور دوسری طرف خانہ بدوشوں اور غریب مجاہدین کے قہوے اور سوکھی روٹی کے سادہ کھانے۔

حسن گل کی ایک مستقل معمول کی اعلیٰ درجے کی خوبی اس کی تلاوت میں مداومت تھی۔ میں نے اس کے ساتھ جتنا عرصہ سکون کے ایام میں گزارا تو شاید ہی اس کو کبھی تلاوت میں ناغہ کرتے دیکھا ہو۔ وہ عموماً عصر کی نماز کے بعد مرکز میں ایک کونے کو نکل جاتا اور تلاوت کرتا پایا جاتا یا پھر اس کی آواز سے معلوم ہوتا کہ کہیں بیٹھا تلاوت کر رہا ہے۔ اسی طرح اس کا قرآن سے بہت عجیب تعلق تھا۔ یہ تعلق بھی اس نے اپنے اور میرے استاذ حضرتِ احمد فاروق بھائی علیہ الرحمۃ کی نسبت سے خاص کر مضبوط کیا۔ کچھ عرصہ اس کے ساتھ گزارنے سے مجھے معلوم ہوا کہ تدبر فی القرآن اس کے معمول میں داخل تھا۔ ایک روز ایک بزرگ عالمِ دین کے پاس آیا اور پوچھا کہ شیخ! اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتے ہیں کہ (غالباً یہی آیت تھی یا اسی مضمون کی کوئی اور آیت تھی) انّ اللہ غفور شکور۔ تو اس میں اللہ کے شکور ہونے کا کیا معنیٰ ہے؟ تو شیخ نے فرمایا کہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا بہت شکر قبول کرنے والے ہیں۔ اس روز مجھے معلوم ہوا کہ وہ تلاوت بس سرسری انداز سے نہیں کیا کرتا تھا بلکہ ترتیل سے کرتا تھا۔ احقر کے ایک استاذ نے بتایا کہ ترتیل کا معنیٰ ہوتا ہے قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر سمجھ سمجھ کر پڑھنا۔

اسی طرح اس نے مجھے ایک بار بتایا کہ اسے حضرتِ استاذ احمد فاروق رحمہ اللہ نے بتایا کہ بعض عرب ساتھیوں کا معمول ہوتا تھا کہ انہیں قرآن کی جو آیت بہت زیادہ پسند آتی تو اس کا مذاکرہ کیا کرتے تھے۔ اس پر اس نے مجھے اپنی پسند کی ایک آیت سنائی اور میں نے اس کو۔ ساتھ اس نے یہ بتایا کہ ایک اور بھائی جو بعد میں اس کے ساتھ ہی شہید ہوئے (عبد الودود/زاہد) ان کے ساتھ بھی وہ چند روز سے اس عمل کا معمول کر رہا تھا۔

اس میں ساتھیوں سے محبت اور خیر خواہی، اسی طرح مجموعی طور پر مجاہدین کے اتفاق و اتحاد کی تڑپ ہر قلبِ صافی کی طرح پائی جاتی تھی۔ ایک بار میں اس سے کچھ ساتھیوں کے معاملات کا ذکر کر رہا تھا اور میرے انداز میں شکوہ شامل تھا۔ تو اس نے مجھے نصیحت کی:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا (الکہف: ۲۸)

"اور اپنے آپ کو استقامت سے اُن لوگوں کے ساتھ ساتھ رکھو جو صبح وشام اپنے ربّ کو اس لیے پکارتے ہیں کہ وہ اُس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں۔ اور تمہاری آنکھیں دُنیوی زندگی کی خوبصورتی کی تلاش میں ایسے لوگوں ہٹنے نہ پائیں۔ اور کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جس کے دِل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے، اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہوا ہے، اور جس کا معاملہ حد سے گزر چکا ہے۔"

مراد اس نصیحت سے یہ تھی کہ ان اہلِ جہاد کو کبھی نہ چھوڑنا۔ ان میں اگر بظاہر کوئی خامی نظر آئے بھی تو ان کی جانب سے نظریں ہٹ کر کسی اور جانب نہ لگ جائیں۔ کسی شر پسند کی باتیں جو اس نے اہلِ جہاد کے بارے میں کی ہوں کی اتباع مت کرنا اور نہ ہی شر پسندوں کے سردار شیطان کی بات کی پیروی کرنا۔ یہ جہاد کا راستہ ہی حق ہے، اس پر ڈٹے رہنا! اللہ پاک اس پر رحم فرمائیں، آمین۔

ملا حسن گل رحمہ اللہ کی زندگی دو نمایاں حصوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے، جیسا کہ مجاہدین میں عموماً زندگی کے دو حصے ہو جاتے ہیں۔ ایک جہاد کی زندگی اور ایک اس سے پہلے کی زندگی۔ میں نے اس کے ساتھ اس کے دونوں زمانوں میں وقت گزارا۔ جو خوبیاں بہت خاص کر اس میں پائیں تو اس میں سے ایک نمازوں میں چستی تھی۔ پہلے وہ نمازوں میں اتنا مستعد نہ تھا۔ فجر کی نماز کے لیے اس کے والد صاحب اس کو اٹھاتے ہی رہ جاتے تھے اور آخر میں گھسیٹ کر بیت الخلاء تک چھوڑ کر آتے۔ جب کہ جہاد میں آنے کے بعد یہ عالم تھا کہ وہ مجھے اور دیگر ساتھیوں کو بعض دفعہ فجر کے لیے اٹھاتا۔ اسی طرح جیسا کہ پہلے بیان کیا قرآن سے تعلق میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی تھی۔ ایک اور چیز جو میدان میں جا کر اس میں بڑھ گئی وہ تھی اس کی تواضع اور انکساری۔

اس مضمون میں کوشش یہی رہی کہ شہید طالبِ علم ملا حسن گل رحمہ اللہ کی مختصر سی زندگی کے جو ایام اور ان میں جو صفات اس میں دیکھیں ان کو اپنے سے الفاظ میں تحریر کر دوں۔ ورنہ اس کی باتیں کرنے اور اس کے قصے سنانے اور کئی دیگر خوبیوں کے بیان میں کئی صفحات مزید چاہیئں ہوں۔ مختصر یہ کہ ملا حسن گل، امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد اور امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور رحمہما اللہ کے لشکر کا ایک سپاہی تھا۔ حکیم الامت شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کا ایک فرماں بردار مجاہد ساتھی۔ جس سے میں پہلی بار ملا تو اس کی آنکھوں میں شرارت تھی اور آخری بار ملا تو آنکھوں میں درد تھا۔ جو کتابیں اس کے مطالعے میں بالخصوص رہیں ان میں ایک عرب عالم کی ادب الاختلاف، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی سیرۃ النبویۃ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخ عطیۃ اللہ رحمہ اللہ کی لقاء تھی جس میں شیخ رحمہ اللہ نے بہت سے جہادی مسائل کا بیان فرمایا ہے۔

میں نے ایک روز حسن گل کو خواب میں دیکھا تو بہت خوش تھا، خواب میں، مَیں نے اس کا بوسہ بھی لیا۔ خواب سے اٹھ جانے کے بعد بھی خواب کی تازگی ویسی ہی رہی۔ شیخ سعید الشہری المعروف سفیان ازدی رحمہ اللہ کی ایک بیان کردہ بات کے ساتھ اختتام مضمون کرتا ہوں۔

شیخ فرماتے ہیں:

"وہ (شہدائے اُحد) جنت میں جمع ہوئے۔ اب ان کی بس ایک ضرورت ہے۔ ایک چھوٹی سی بات پر ایک سادہ سی فکر۔ بس ایک حاجت۔ کہنے لگے: کہ کون ہے جو ہمارے لیے ہمارے ان بھائیوں تک ہمارا پیغام پہنچائے جو دنیا میں رہ گئے ہیں، تاکہ وہ جہاد سے پیچھے نہ ہٹیں اور ہم تک آ جائیں۔ کون پہنچائے گا پیغام ان تک؟ ہمارے وہ احباب جو دنیا میں ہمارے ساتھ "لا الٰہ الّا اللہ" کی بنیاد پر جمع تھے اور ہم اکٹھے زندگی گزارا کرتے تھے، ان تک پیغام پہنچادے۔ جن کے ساتھ ہم دشمن کے نرغے سے بھاگا کرتے تھے۔ دشمن کا شکار کرتے تھے۔ اکٹھے مل کر، صرف اور صرف "لا الٰہ الا اللہ" کی خاطر۔ کون ہے جو ان کو بتائے گا کہ ہم زندہ ہیں، جنت میں گھوم رہے ہیں جہاں ہمارا دل چاہتا ہے وہاں جاتے ہیں؟ کون ہمارے بھائیوں کو، ہماری خاطر یہ بتائے گا تاکہ وہ جہاد نہ چھوڑیں؟

بالفرض اگر آپ جہاد چھوڑ دیں اور بطورِ مُوَحِّد (توحید پرست یا اللہ کی عبادت کرنے والے کے طور پر) مر جائیں تو آپ کی روح آپ کے ساتھ قبر میں ہو گی۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے پاس جنت میں آ جائیں۔ تو اس بات کی خبر کون ان کو دے گا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میں تمہارے لیے ان کو یہ خبر دوں گا۔" پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاریں:

وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاء عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ O فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (آل عمران: ۱۶۹-۱۷۰)"۔

"اور (اے پیغمبر!) جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوئے ہیں، انہیں ہر گز مردہ نہ سمجھنا، بلکہ وہ زندہ ہیں، انہیں اپنے ربّ کے پاس سے رزق ملتا ہے۔ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے جو کچھ دیا ہے، وہ اس پر مگن ہیں"۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین و صلی اللہ علی النبی

☆☆☆☆☆

'فکوا العانی' ہے حکمِ نبی ﷺ

خطرناک قیدی

محمد ایوب انصاری

ایک افغان قیدی، جس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور پاؤں میں بیڑی موجود تھی، دو گارڈ اسے تھامے گھسیٹتے ہوئے کمرے میں لائے، کمرے کے وسط میں ایک لمبا لکڑی کا ٹیبل تھا، اور اس کے ارد گرد کرسیاں موجود تھیں۔

بائیں جانب کی کرسی پر ایک سرخ چہرے والا امریکی بیٹھا تھا، گارڈز نے قیدی کو اس کے سامنے جاکر بٹھا دیا۔ اسی حالت میں قیدی کے پاؤں میں موجود بیڑی کو ٹیبل کے ساتھ موجودہ سٹیل بار کے ساتھ مقفل کر دیا، اور اس کے ہاتھ کرسی کی پشت پر لاک کر دی ئے گئے۔

اب قیدی کے سر سے کالا ماسک بھی اتار دیا گیا، اس نے آنکھیں کھولیں اور کمرے کو دیکھا، اسے لانے والے دونوں گارڈز کے پیچھے ایک تیسرا گارڈ بھی موجود تھا، جب کہ ایک چوتھا گارڈ کمرے کے عین وسط میں کھڑا تھا۔

قیدی کے بالکل سامنے والے شخص کے سامنے کاغذات کا پلندہ موجود تھا، اور وہ ناگواری سے قیدی کی جانب گھور رہا تھا۔

اسی لمحے ایک تیسرا شخص کمرے میں داخل ہوا جو شکل سے امریکی نہیں لگتا تھا، اس نے گھورنے والے شخص کی کرسی کے ساتھ ہی ایک کرسی رکھی اور اس پر بیٹھ گیا۔

قیدی ابھی تک ٹھیک سے کچھ سمجھ نہیں پایا تھا، شاید وہ کافی دیر بعد ماسک اترنے کی وجہ سے اپنی آنکھوں کو ملنا چاہتا تھا لیکن ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے قاصر تھا، ابھی وہ کمرے کے ماحول سے مانوس ہونے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس امریکی شخص نے قیدی کے بالوں کو سختی سے پکڑ لیا اور اس کے چہرے کو اپنی طرف موڑ دیا۔

یہ شخص تفتیش کار تھا، اور اس کے ساتھ بیٹھا شخص ٹائپ رائیٹنگ مشین پر جھکا کاروائی کے شروع ہونے کا منتظر تھا تا کہ ساتھ ساتھ اسے لکھ سکے۔

امریکی نے تفتیش شروع کرتے ہوئے پوچھا: یہ کونسی جگہ ہے؟

قیدی: میں یقین سے نہیں کہہ سکتا، شاید بگرام۔

امریکی: میں کون ہوں؟

قیدی: مجھے نہیں علم۔

امریکی: کوئی بات نہیں، تمہیں ابھی علم ہو جائے گا، سیدھا میری طرف دیکھو اور حیران مت ہو، اور میرے سوالوں کے ٹھیک ٹھیک جواب دو، جو میں کہہ رہا ہوں پوری توجہ کے ساتھ سنو۔ اپنی آنکھیں مجھ پر مرکوز رکھو۔

تمہارا نام کیا ہے؟

قیدی: نور محمد۔

امریکی: تم کہاں سے ہو؟

قیدی: ہلمند!

امریکی: کس تحصیل سے؟

قیدی: سنگین!

قیدی نے محسوس کیا کہ امریکی کے ساتھ بیٹھا ٹائپ رائٹر اس کے جوابات کو غور سے سن کر لکھتا جا رہا ہے۔

امریکی: تمہیں گرفتار کیوں کیا گیا؟

قیدی: مجھے نہیں علم، اسی سے پوچھو جس نے گرفتار کیا۔

امریکی: جب تمہیں گرفتار کیا گیا تب تم کیا کر رہے تھے؟

قیدی: جب مجھے گرفتار کیا گیا تب میں لڑ رہا تھا۔

امریکی: ٹھیک ہے، تم کس کے ساتھ لڑ رہے تھے؟

قیدی: برطانویوں کے ساتھ!

امریکی: مطلب جس وقت تمہیں گرفتار کیا گیا تب تم برطانوی فوجی دستے کے ساتھ لڑائی لڑ رہے تھے، میں نے ٹھیک کہا؟

قیدی: ہاں بالکل درست!

امریکی: تم برطانویوں کے ساتھ کیوں لڑ رہے تھے؟

امریکی: تم برطانویوں کے ساتھ کیوں لڑ رہے تھے؟

قیدی: اپنے آباؤاجداد سے یہ سوال کرو!

''بدتمیز!!!''... امریکی نے چلاتے ہوئے کہا، سوچ سمجھ کر مجھے جواب دو، یہاں تمہارا انٹرویو نہیں ہو رہا۔

قیدی: میں بالکل ہوش و حواس میں ہوں، تم ایک امریکی ہو، اسلیے جاکر اپنے باپ داداؤں سے پوچھو وہ اٹھارہویں صدی میں برطانویوں سے کیوں لڑے؟

امریکی: کیا تم ۱۷۷۰ء کی امریکی جنگ آزادی کی بات کر رہے ہو؟

قیدی: ہاں بالکل وہی، میں بھی ویسی لڑائی لڑ رہا تھا، جہاں امریکی برطانویوں کے خلاف آزادی کے لیے لڑے تھے۔

امریکی گہری سوچ میں چلا گیا، اس نے اپنے ہونٹ کاٹنے شروع کر دیے اور نظریں ادھر ادھر گھمانے لگا۔

قیدی: تم تو یہاں وہاں ایسے دیکھ رہے ہو جیسے میں نے کوئی ایسی بات کہی ہو جو تمہیں سمجھ نہیں آئی۔

امریکی نے آہستہ آواز میں جواب دیا، میں تمہاری بات سمجھ گیا ہوں لیکن ہماری برطانوی حکومت کے ساتھ جنگ جنگ آزادی تھی، کیونکہ انہوں نے ہماری زمین پر قبضہ کیا تھا۔

قیدی: اچھا تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ ہلمند ہماری زمین نہیں ہے، وہ برطانویوں نے اس پر قبضہ نہیں کیا؟

امریکی: قبضہ کرنے اور مدد کرنے میں فرق ہے، باقی ممالک کی طرح برطانوی بھی افغانستان میں امن قائم کرنے میں ہماری مدد کر رہے ہیں۔ ہم تمہارے ملک کو ترقی یافتہ کرنا اور یہاں امن قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور تمہاری تہذیب کو ایڈوانس کرنا چاہتے ہیں۔

ہماری مدد؟ ہمارے ملک کی تعمیر؟ ایڈوانس تہذیب؟

ہممم... قیدی نے مسکرا کر جواب دیا: واہ! کیا تاریخی بہانہ ہے! یہ واہیات لاجک ڈھائی سو سال پرانا ہے، اور یہ برطانویوں کا بنایا ہوا ہے تاکہ انہیں دوسرے لوگوں پر حملے کرنے اور ان کے علاقوں پر قبضہ کرنے کا جواز مل جائے۔ لیکن تمہارے ہیروز جارج واشنگٹن اور تھامس جیفرسن نے اس لاجک کو مسترد کر دیا اور برطانوی تہذیب کے خلاف مسلح جدوجہد شروع کر دی۔ اور اس اب اس لاجک کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے آباؤاجداد کی قربانیوں کو فضول سمجھتے ہو۔

امریکی کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں، ٹائپر بھی رک گیا، اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا لکھے، اس نے تفتیش والے امریکی کی جانب دیکھا کہ وہ اب کیا جواب دیتا ہے۔

تفتیش کار، جو ابھی تک قیدی کی باتوں کا جواب دینے سے قاصر تھا بولا: تم غلط فہمی میں مبتلا ہو اور سخت غصے میں ہو۔ اسی لیے تم اس طرح کے جھوٹ بول رہے ہو۔

قیدی: نہیں، کبھی نہیں، میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں بیرونی فوج کے سپاہیوں سے لڑ رہا تھا جب مجھے گرفتار کیا گیا۔

امریکی: اس صورت میں یہاں تفتیش کی کوئی ضرورت نہیں کیوں کہ تم نے اپنا جرم قبول کر لیا ہے۔

قیدی: اگر آزادی اور خود مختاری کے لیے جدوجہد کرنا جرم ہے تو پھر تمہارے آباؤاجداد بھی مجرم ٹھہرے۔

امریکی: لگتا ہے تم تاریخ کے استاد رہے ہو۔

قیدی: اور مجھے لگتا ہے کہ تم امریکی اس شعبے کے نالائق طالب علم ہو!

امریکی: نالائق، کیوں؟

قیدی: کیونکہ اگر تم لوگوں کو تاریخ کا سبق یاد ہوتا تو کبھی بھی یہاں کا رخ نہ کرتے، کیونکہ صرف وہی جنہیں تاریخ اور یہاں کی روایات کا علم نہیں تھا یہاں حملہ آور ہوئے۔

امریکی: بس بہت ہوا، اپنا منہ بند کر و یا میں بند کراتا ہوں۔

قیدی: تم صرف میرا منہ بند کرا سکتے ہو لیکن میرے لوگوں کی آواز نہیں دبا سکتے۔

امریکی: تمہارے لوگ بھی تمہاری طرح پاگل ہیں، تمہاری قوم صرف آزادی اور خود مختاری چاہتی ہے۔ دنیا بہت زیادہ ترقی کر چکی ہے لیکن تم آج بھی ترقی اور خود مختاری کے بدلے موت کو قبول کرتے ہو۔

قیدی: اس پاگل پن میں اکیلا نہیں ہوں بلکہ تمہارے آباؤاجداد بھی میرے ساتھ شریک ہیں، ۱۷۷۵ء میں تمہارے قومی ہیرو پیٹرک ہینری نے ورجینا میں خطاب کرتے ہوئے برطانوی حکومت کو یہ پیغام دیا تھا کہ ہمیں دو میں سے ایک راستہ چننے دو، موت یا آزادی۔

امریکی کا منہ کھلا رہ گیا، اس نے چلا کر گارڈز سے کہا: اسے واپس جیل میں ڈال دو۔

قیدی کو دوبارہ اسی طرح منہ پر ماسک لگا دیا گیا، دونوں گارڈز اسے پہلے کی طرح گھسیٹ کر واپس لے گئے۔

امریکی نے سگریٹ جلایا اور ٹائپسٹ کی جانب مڑ کر پوچھا، تم نے کیا لکھا ہے؟

ٹائپ رائٹر: میں نے صرف اس کا نام اور جائے پیدائش لکھی ہے۔

امریکی: صرف یہی؟

ٹائپ رائٹر: اس کے علاوہ جو اس نے بولا وہ نہیں لکھا جا سکتا تھا۔

امریکی: واقعی، اس کا منہ بہت بڑا تھا۔ لیکن میں اسے ضرور سبق سکھاؤں گا۔

امریکی نے سگریٹ کا گہرا کش لگایا اور ٹائپ رائٹر کو کمرے سے جانے کا کہا، پھر کچھ سوچ کر اس سے رپورٹ بھی لے لی۔

ٹائپ رائٹر کے جانے کے بعد اس نے ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر اسے رپورٹ کے ساتھ چپکا دیا۔

اس کاغذ پر لکھا تھا: ''نور محمد نامی قیدی بہت خطرناک ہے، اگر ہم نے اسے ابھی قتل نہ کر دیا تو یہ دوسرے قیدیوں کو بھی برین واش کر سکتا ہے''۔

اگلے دن فوجی ججوں کا ایک پینل 'نور محمد' نامی قیدی کی رپورٹ پر نظرثانی کر رہا تھا، یہاں پر تفتیش والے امریکی کو بھی مدعو کیا گیا تھا، تاکہ وہ اس تفتیش کی تفصیلات سے سب کو آگاہ کر سکے۔

تفتیش کار بڑے جج کے بالکل سامنے موجود کرسی پر بیٹھا تھا اور اس کے بالکل سامنے، چیف جج کے سر پر تھامس جیفرسن کی ایک تصویر لٹک رہی تھی، جس کے نیچے اس کا مشہور زمانہ قول بھی درج تھا:

''اس زمین پر رہنے والے ہر انسان اور سوسائٹی کو آزادی اور خود مختاری کا پورا پورا حق حاصل ہے!!!''

☆☆☆☆☆

تقابلی جائزہ

ابو شامل محمدی

پرویز مشرف نے اپنی کتاب میں بغیر لگے لپٹے لکھا کہ القاعدہ سے تعلق رکھنے والے افراد کو امریکہ کے حوالے کرنے کے عوض ڈالر لینے کا اقرار کیا ہے۔ یہ سارے ڈالر ظاہر بات ہے مشرف کی جیب میں نہیں گئے۔ حصہ بقدر جثہ۔ سول ملٹری نوک جھوک میں سویلین کی جانب سے 'میڈیا کو استعمال کرتے ہوئے امریکہ کی جانب سے کولیشن سپورٹ فنڈ کی مد میں ملنے والے اربوں ڈالر کا حساب مانگا جاتا ہے تو دوسری جانب سے سر کھجانے کے سوا کچھ نہیں آتا ہے۔

''ایزی لوڈ'' کے نام سے پہچانے جانے والے اعظم خان ہوتی نے مرنے سے پہلے اپنے ہی سوتیلے بھانجے اسفندر یار ولی اور دیگر اے این پی رہنماؤں کا راز فاش کر دیا کہ انہوں نے امریکہ سے ۳۵ ملین ڈالر کھائے تاکہ سوات و فاٹا کے پختونوں کا خون بہایا جا سکے اور ان کو بے گھر کیا جاسکے۔اسی صف میں پیپلز پارٹی بھی اور مسلم لیگ بھی کھڑی ہے۔

دوسری جانب کی سنئے! اس وقت گوانتاناموبے میں ساٹھ اسیر ہیں جن پہ ہزاروں کی تعداد میں امریکی فوج تعین ہے۔امریکہ کو فی اسیر دس ملین ڈالر سالانہ خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ جس وقت گوانتاناموبے آباد کیا گیا تھا تو وہاں ہزار کے قریب اسیر رکھے گئے تھے۔ جو رہا ہوئے ان میں سے اکثر نے یا تو دوبارہ میدانِ کارزار کا رُخ کیا یا پھر قلم کے ذریعے اپنا کام جاری رکھا۔

اوبامہ نے گوانتاناموبے بند کرنے کا وعدہ کر رکھا تھا کیونکہ عالمی انسانی حقوق کی تنظیموں نے اس پہ امریکہ کا جینا دوبھر کر دیا تھا۔ 'چودھری صاحب' رہا کرنے کا حاصل دیکھ چکا تھا، تو یہ کیا کہ یو اے ای اور افریقی ممالک کو ڈالر دے کر راضی کیا کہ انہیں اپنے ہاں آزاد قیدی کی حیثیت سے رکھ لو، اس پلان کے تحت کئی اسیر نئے انجانے مقام منتقل کر دیے گئے۔ خیر یو اے ای والوں نے تو ڈالر نہیں لیے ہوں گے، وہ تو امریکی محبت میں بہت کچھ کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

امریکہ کے لیے کیا مشکل تھا/ہے کہ تیس چالیس ملین ڈالر فی اسیر کو دے کر ان کو راضی کرتا کہ بے شک ہمارا ساتھ مت دو، بس صرف یہ کرو کہ ہمارے خلاف نہ ہتھیار اُٹھاؤ نہ قلم، فلاحی کام کرو اور دنیا میں عزت کماؤ، اپنے گھر والوں کے ساتھ خوش و خرم رکھو۔ یقیناً امریکہ نے یہ کوشش کی ہوگی کیونکہ کاروباری ذہن سے بھی سوچا جائے کہ دس ملین ڈالر سالانہ کے حساب سے یہ رقم صرف تین چار سال کی بنتی ہے۔

مگر اسیر راضی نہیں ہوئے۔ یہ کیوں راضی نہیں ہو پائے؟ سوائے نظریے کے اور کوئی وجہ نہیں۔ اسی نظریے سے منسلک دنیا کے دیگر ممالک میں لاکھوں اسیر ہیں، جہاں کی اسیری گوانتاموبے سے کئی گُنا بدتر ہے اور ان ممالک کی خفیہ عقوبت خانوں کا تو کیا کہنا، گھر والوں تک کو علم نہیں کہ وہ کہاں ہے، زندہ ہے یا کسی اینکاونٹر میں دوسری دنیا بھیج دیا گیا۔ ان اسیروں کو ۳۰ سے ۴۰ ملین ڈالر کی بجائے، رہائی کی کافی ہے۔ مگر یہاں بھی ایسے مل نہیں پا رہے ہیں۔

اب ان دونوں گروہوں یعنی مشرف، اسفندر یار ولی وغیرہ ٹائپ اور خالد شیخ محمد، ابو زبیدہ، عمر سعید شیخ فک اللہ اسرھم ٹائپ گروہ کا تقابلی کرکے غور کریں...ان دونوں کا کیا مقابلہ ؟! ایک طرف نظریہ اور دوسری طرف صرف اور صرف ہوس و حرص! نظریے کو نظریہ مات دے سکتا ہے حرص وہوس نہیں۔

☆☆☆☆☆

میں آنکھیں جو ذرا کھولوں	کلیجہ منہ کو آتا ہے
سڑک پر سرد راتوں میں!!	پڑے ہیں برف سے بچے

دسمبر لوٹ آیا ہے
عمرؒ اب بھی نہیں آیا

کسی کی بے رِدا بیٹی!!	لہو میں ڈوب کر بولی
کوئی پہرہ نہیں دیتا!!	مِری تاریک گلیوں میں
میں سب کچھ ہار بیٹھی ہوں	درندوں کی حکومت میں!!

عمرؒ اب بھی نہیں آیا

ذرا آگے کوئی ماں تھی	مُخاطب یُوں خُدا سے وہ
مِرے آنگن میں برسوں سے	فقط فاقہ ہی پلتا ہے!!
کوئی آہیں نہیں سُنتا!!	مِرے بے تاب بچوں کی
میں دروازے پہ دَستک کو!!	زمانوں سے ترستی ہوں!!

عمرؒ اب کیوں نہیں آتا؟؟
عمرؒ اب کیوں نہیں آتا؟؟

میں آنکھیں جو ذرا کھولوں	کلیجہ منہ کو آتا ہے!!

عابی مکھنوی

امت کی شان...افغانستان!

سید نور اللہ شاہ

آج جب کہ پوری دنیا میں مسلم امت پر مصائب کی آندھیاں اور دکھوں کے طوفان چل رہے ہیں ایسے میں طالبان عالی شان ہی ان مردانِ کار کے سر خیل ہیں کہ جن کی بدولت اس بے یار و مددگار امت کو خوشیوں کے چند لمحات اور خوش خبریاں سننے کے راحت افزا مواقع میسر آتے ہیں۔ وللہ الحمد کہ اللہ جل شانہ نے اس عظیم افغان قوم کو ہمارا ہمسائیہ بنایا ہے کہ جس کی ہیبت سے آج عالمِ کفر کانپتا ہے۔اے کاش کہ ان کی اس حمیت کا کچھ حصہ ہمیں بھی میسر ہو تو پاکستان ایک امریکی کالونی نہیں بلکہ امریکی قبرستان بن جائے۔

اللہ جل جلالہ کے حکم سے مجاہدینِ طالبان 'عسکری و ابلاغی میدان میں فتوحات کے جھنڈے گاڑ رہے ہیں جب کہ دوسری طرف اشرف غنی انتظامیہ 'جو بد عنوانی، بد انتظامی اور بزدلی میں اپنی مثال آپ ہے' مختلف عسکری و ابلاغی میادین میں مسلسل پسپا ہو رہی ہے۔ کٹھ پتلی انتظامیہ اشرف غنی، عبداللہ عبداللہ اور عبدالرشید دوستم کے درمیان باہمی مخاصمت کا اکھاڑہ بن چکی ہے۔ یہ اختلافات محض گروہ بندی کے مرحلے سے گزر کر عسکری میدان میں سامنے آئے ہیں۔ جہاں مذکورہ بالا تین مرکزی شخصیات کے زیرِ کنٹرول ملیشیات اپنے دائرہ کار میں موجود علاقوں میں آپس میں دست و گریباں ہیں۔ دارالحکومت کابل کے مختلف علاقے بھی عسکری ملیشیات کے چنگل میں ہیں۔ قومی سطح پر فیصلے کرنے والی یہ قبیح شخصیات خود بھی ذاتی گروہی و لسانی تعصبات میں مبتلا ہیں اور اپنے مفادات کے لیے عوام الناس میں بھی ان غلیظ تعصبات کو بھڑکا رہے ہیں۔

نائب صدر و بدنام زمانہ بدمعاش اور کمانڈر عبدالرشید دوستم کی جانب سے فاریاب و دیگر مغربی علاقوں میں ہزاروں پشتون خاندانوں کو بے دخل کرنا اور ان کی جان و املاک کو نقصان پہنچانا بھی دراصل مجاہدین کی ملی و اسلامی تحریک کو لسانی عصبیت کا نشانہ بنانے کی غلیظ سوچ کا نتیجہ ہے۔ان تمام حرکتوں اور بے پناہ سازشوں کے باوجود طالبان تحریک ملک کے طول و عرض میں مزید مقبولیت حاصل کر رہی ہے۔ پچھلے چند سالوں میں ازبک، تاجک اور ہزارہ قبیلوں نے بڑی تعداد میں مختلف علاقوں میں مجاہدین کی اطاعت و بیعت کا اعلان کیا ہے۔افغان قوم نے ہر قسمی لسانی و علاقائی عصبیتوں سے دامن چھڑاتے ہوئے مجاہدین کی بھرپور نصرت کی ہے جس کی وجہ سے غیر پشتون علاقوں میں مجاہدین عسکری طور پر زیادہ منظم نظر آرہے ہیں۔ بدخشاں، قندوز، فاریاب وغیرہ کی حالیہ کامیابیوں نے مقامی و بین الاقوامی میڈیا کی سازشوں کا پردہ چاک کر دیا ہے۔

شمالی و مغربی افغانستان میں مجاہدین نے اپنی مسلسل دعوتی و ابلاغی محنتوں کی بدولت شمالی اتحاد کے گڑھ کہلائے جانے والے علاقوں میں بھی مضبوطی سے قدم جما لیے ہیں اور اب صورت حال یہاں تک آن پہنچی ہے کہ شمالی اتحاد کے کمانڈروں کو اپنے آبائی عاقوں میں داخل ہونے کا موقع ملنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ حال ہی میں صوبہ فاریاب کے مختلف اضلاع میں بدنام زمانہ کمانڈر عبدارشید دوستم کے شروع کیے گئے آپریشن کا نتیجہ یہ نکلا کہ دوستم مجاہدین سے مسلسل ضربیں کھانے اور باقاعدہ زخمی ہو کر فرار ہوا ہے اور بعض جگہوں پر تو یہ محصوری کیفیت سے دوچار رہا۔ مزید یہ کہ دوستم کے زخمی ہونے کی خبر لیک کرنے پر عبداللہ عبداللہ اور دوستم میں ٹھن گئی۔

غرض عالمی و مقامی طواغیت کی تمام تر کوششوں، ترکیبوں اور تدبیروں کے بعد بھی افغان عوام پر مسلط کیا گیا جمہوری نما کٹھ پتلی حکومتی ڈھانچہ بھی سیاسی طور پر مکمل ناکام ہو چکا ہے اور امریکی و اتحادیوں کی عسکری حکمتِ عملی تو پہلے ہی دن سے ناکام چلی آرہی ہے۔افغانستان میں ہاری ہوئی جنگ جیتنے کے خوابوں میں مگن طواغیت ہار کر بھی شکست ماننے سے انکاری اور مسلسل اپنی مزید پٹائی کے اسباب پیدا کر رہے ہیں۔

افغانستان میں ہر آنے والا دن میڈیا اور کٹھ پتلی انتظامیہ کی نئی سازشوں اور افواہوں کے ساتھ طلوع ہوتا ہے اور ہر نئی شام انہیں اپنے ہر منصوبے کی ناکامی کا درد دے کر جاتی ہے۔ مجرمین کا پرانا سازشی عنوان ''مذاکرات'' بھی پوری طرح سے مقامی و بین الاقوامی میڈیا میں وقفے وقفے سے 'اِن' رہتا ہے اور اس دوران میں مختلف اطراف سے نئے شگوفے چھوڑے جاتے ہیں، جن میں سے ہر ایک مفروضہ چند دن ابلاغی مارکیٹ میں رہ کر دم توڑ دیتا ہے اور پھر کوئی نیا شوشہ عوام کے اذہان متاثر کرنے کا منتظر ہوتا ہے۔

کبھی مذاکرات اور کبھی امارت میں اختلافات کو لے کر افواہوں کا بازار گرم کیا جاتا ہے۔ افغان حکام و میڈیا بھی آئی ایس پی آر کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے بلکہ ان سے بھی چار قدم آگے بڑھا ہوا ہے۔ ہر آئے روز سو، ڈیڑھ سو کے لگ بھگ مجاہدین کی شہادت کی خبر نشر کی جاتی ہے اور قندوز و ہلمند کے طالبان گورنرز تو میڈیا و انتظامیہ کے لیے ایسا چبھتا کانٹا ہیں کہ سال کے بارہ مہینوں میں درجن بھر سے زائد باران کی شہادت کی ''مصدقہ خبر'' جاری کی جاتی ہے مگر پھر مجاہدین کی جانب سے مذکورہ محترم جہادی شخصیات کے نئے آڈیو، ویڈیو کلپس ریلیز ہوتی ہیں تو یہ ڈھیٹ میڈیا اس وقت تک نئے پراجیکٹس میں مصروفِ کار ہوتا ہے۔

اسی طرح کبھی امارت کے مرکزی عہدے داروں میں سے کسی کو مذاکرات کا حامی اور ان کے لیے بے تاب قرار دیا جاتا ہے تو کبھی گویا مذاکراتی ڈرامے کے لیے ان ذمہ دار کو آپس میں اختلافات کا شکار بتایا جاتا ہے۔ ایک عقل مند اور معتدل شخص کا ذہن یقیناً یہ سوچنے اور سمجھنے میں آزاد ہے کہ اگر میڈیا اور حکومت کے تمام دعوے سچے ہیں تو پھر طالبان مجاہدین کی بڑھتی کامیابیاں اور فتوحات آخر کیسے ممکن ہیں اور یہ متحد و مضبوط امارت آخر کیا ہے؟!

امرتسر میں ''ایشیا کا دل'' نامی کانفرنس ہو رہی ہے جس میں امریکی آقاؤں کے حکم پر افغانی و پاکستانی حکام بھی شریک ہیں۔ افغانستان کا کٹھ پتلی صدر اشرف غنی مودی کی خوشامد

واسطے امر تسر پہنچا اور پاکستان کی جانب سے نمائندگی کا ''اعزاز ''نواز شریف کے مشیر برائے خارجہ معاملات سرتاج عزیز کے حصے میں آیا۔امر تسر میں ایشیائی ملکوں کے حاکموں میں افغان مسئلے کے حل کے لیے جاری اس اعلامیے میں اشرف غنی کو خوب پروٹوکول دیا جارہا ہے۔ مودی اور اشرف غنی دونوں نے مل کر سکھوں کی مشہور عبادت گاہ ''گولڈن ٹیمپل'' کا 'وزٹ' بھی کیا۔

اسی کانفرنس میں پاکستان نے مسئلہ کشمیر کا ذکر کیے بغیر افغانستان کے امن اور سیکورٹی پر بات چیت کے لیے پوری رضامندی ظاہر کردی ہے۔دوسری جانب اشرف غنی و مودی کی گاڑھی چھن رہی ہے اور اس دوران افغانستان میں امریکہ کے نائب کا کردار ادا کرنے کی دوڑ میں شریکی پاکستانی و بھارتی حکومتوں میں بھی خوب لے دے ہورہی ہے۔اشرف غنی پوری طرح سے مودی کے رنگ میں رنگ چکا ہے جو اس پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کے لیے ناقابل برداشت ہے کہ جس نے امریکی اعتماد اور بھروسہ حاصل کرنے کے لیے افغان قوم سے دھوکے اور امارتِ اسلامیہ سے کھلی دشمنی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔امریکہ و پاکستانی حکمرانوں نے بھی اپنا پورا زور صرف کرڈالا ،اب دیکھتے ہیں بھارت کب تھکتا ہے اس لاحاصل صحرانوردی سے۔

درحقیقت افغانستان 'امت کے زخموں پر مرہم کرنے والے مطب اور مسلم دشمن قوتوں کے لیے قبرستان کا کردار ادا کررہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ عالمی و مقامی اسلام دشمن قوتیں مختلف حیلے بہانوں سے یکے بعد دیگرے اس میدان میں اپنی ٹیکنالوجی،اسلحے ،افرادی ومادی قوت اور بے شمار دعووں کے ساتھ آن وارد ہوتی ہیں اور پھر ان کی دھلائی کا آغاز ہوتا ہے جو افغان قوم کے لیے قربانی کا سبب تو بنتا ہے مگر دوسرے مسلم خطوں میں مسلم امت کی ان عالمی ساہوکاروں سے خلاصی کا بھی بڑا ذریعہ ہے۔

مظالم کے حوالے سے جاری ہونے والی رپورٹس کے مطابق افغانستان کے عام مسلمانوں کی بے گناہ شہادتوں میں سے تین چوتھائی سے زائد کا ذمہ دار تو صرف امریکہ ہی ہے ،جب کہ باقی اکثر مظالم میں کٹھ پتلی انتظامیہ کا مجرمانہ کردار شامل ہے۔افغانستان میں موجود امریکی جیلوں اور حراستی مراکز میں انسانیت سوز مظالم کی کچھ مزید روداد منظر عام پر آئی ہے جس میں قیدیوں پر وحشت انگیز تشدد کے بارے میں بتایا گیا ہے اور مزید یہ بھی اطلاعات ملیں کہ متعدد قیدیوں کو زیادتی کا نشانہ بھی بنایا گیا ہے۔انسانیت ،انسانیت کا ورد کرنے والے گروہ اور اشخاص جو ہر وقت نام نہادی دہشت گردی کی اصطلاح کا استعمال کرتے ہوئے مجاہدین و مسلمین اور اسلام پر چڑھ دوڑتے ہیں،آخر انہیں یہ مظالم کیوں نہیں چبھتے۔آخر کیوں مسلم مقبوضات میں آکر ان کی انسانیت مر جاتی ہے۔دراصل لبرل مفادات کے تحت کام کرنے والے ان تنگ نظروں کا منشا و مقصد بھی امریکی پروگرام کے تحت ہے۔ ''انسانیت اور امن'' جیسی اصطلاحات تو عوام کے ساتھ فکری کھلواڑ کرنے کی سازش کے سوا کچھ نہیں۔اسی طرح نام نہاد اقوامِ متحدہ کی خدمات اور عالمی جنگی قوانین بھی مسلمانوں اور اسلام کے خلاف جنگ میں میں کسی طور سے دخل نہیں دے سکتے کیونکہ یہ سب ڈھکوسلے بھی عالمی مجرمین و کفار نے اپنے مفادات کے لیے ایجاد کیے ہیں ورنہ اسلام و مسلمین کے لیے ان کے پاس اگر کچھ ہے تو وہ گولی ،بارود اور ہتھکڑی ہے ۔یقیناً اسلام و مسلمانوں کے خلاف جاری عالمی صلیبی صہیونی و کفریہ جنگ نے تمام کفارِ عالم کے اخلاق و کردار کو ننگا کردیا ہے۔

مجاہدین نے مسلم عوام کی حفاظت یقینی بنانے کے لیے ملک کے طول و عرض میں ہونے والے واقعات،ان کے اسباب و ذمہ داران کے تعین و سدباب کے لیے علیحدہ سے ایک ترتیب قائم کردی ہے جس کے ذریعے پوری تندہی سے کام کیا جارہا ہے اور جنگ زدہ علاقوں میں باہمی جھڑپوں میں حادثاتی اموات کو مکمل روکنے کے لیے پوری احتیاط سے کام کیا جارہا ہے۔خونِ مسلم کی حرمت کے تحت امارت کے مرکزی امراء کی جانب سے جاری ہوانے والے اعلامیوں میں بھی اس امر کا بھرپور ذکر اور ترغیب دی جارہی ہے تاکہ عوام شریعت کی آسانیوں اور سہولتوں سے مکمل طور سے مستفید ہوسکیں۔مزید یہ کہ امارتِ اسلامیہ کے مفتوحہ علاقوں میں قضاء و قدر یعنی شرعی عدالتی نظام بھی پوری طرح فعال ہے۔ تعلیمی و تعمیری منصوبوں کے ساتھ ساتھ دیگر فلاحی سرگرمیاں بھی بھرپور طریقے سے جاری ہیں بلکہ پہلے سے زیادہ اسلامی خدمت و اکرام کے جوش و جذبے اور ذمہ داری کے احساس کے تحت جاری و ساری ہیں۔

☆☆☆☆☆

الجزیرہ چینل کی ایک رپورٹ کے مطابق الشباب المجاہدین ایک گولی چلائے بغیر کئی صومالی علاقوں کو دوبارہ آزاد کرارہے ہیں۔ایتھوپین فورسز نے صومالیہ میں اپنے زیرِ قبضہ اکثر قصبوں اور ملٹری کیمپوں سے پسپائی اختیار کرلی ہے، جس کا ذمہ دار ایتھوپیا میں امن کی خراب صورتحال کو قرار دیا جارہا ہے مگر ایتھوپین آفیشلز نے فوج واپس بلانے کی وجہ فنانشل یعنی مالی مسائل بتائی۔ایک ایسے ہی قصبے میں جو پچھلے سال مجاہدین نے متعدد بار فتح کیا، وہاں کے مقامی مسلمانوں نے الجزیرہ کے نمائندوں کو بتایا :

''پہلے مجاہدین (الشباب) یہاں سات سے آٹھ سال تک رہے مگر ہم نے کبھی ایک بھی گولی چلتے ہوئے نہیں دیکھی اور یہ لوگ (ایتھوپین فورسز) یہاں صرف ایک سال اور ایک ماہ رہے مگر ہر دن تشدد آمیز واقعات سے بھرا ہوا ہوتا تھا''۔

ایتھوپین عہدیداروں نے آنے والے دنوں میں صومالیہ کے مزید علاقے بھی خالی کرنے کا عندیہ دیا ہے جو بِاِذن اللہ مجاہدینِ صومالی کی مزید تقویت کا باعث ہوگا۔

بامیان کے بت اور بُت شکن طالبان

عنایت الرحمٰن مومند

فروری ۲۰۰۱ء کے وسط میں طالبان مخالف طاقت حزب وحدت نے ایک بار پھر بامیان پر قبضہ کر کے طالبان کو وہاں سے نکال دیا، تاہم ایک ہفتے بعد ۲۰ فروری کو طالبان نے دوبارہ بامیان کا کنٹرول سنبھال لیا اس موقع پر طالبان قیادت نے یہ فیصلہ کیا اب بامیان کے دوہزار سال قدیم بتوں کو تباہ کیا جائے جو بدھ مت کے کروڑوں پیروکاروں کے نزدیک سب سے بڑے معبود کا درجہ رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک بت ۱۷۷ فٹ اور دوسرا ۱۲۰ فٹ بلند تھا۔ ان کی تعمیر میں کانگرہ مٹی اور خاص قسم کے پتھر استعمال کیے گئے تھے جن کی وجہ سے یہ نہایت ٹھوس اور مضبوط تھے۔ کتب تاریخ کے مطابق یہ دیو پیکر بدھ مت کے پیروکار حکمران ''کنشک'' کے حکم سے بنائے گئے تھے ان کی تعمیر کا زمانہ ۱۲۰ء سے ۱۶۰ء تک بتایا جاتا ہے، بدھ راہبوں نے بامیان کے پہاڑوں میں شہد کی مکھیوں کے چھتوں جیسے غار بنائے تھے جن میں وہ یک سوئی سے پوجا پاٹ کرتے تھے۔ بامیان پہلی صدی عیسوی سے ساتویں صدی تک بدھ مت کا مرکز رہا ہے۔ اس کے چند عشروں بعد سرزمین عرب سے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کے قافلے اسلام کی مشعل لیے افغانستان پہنچے۔ اس وقت بامیان کی بدھ مت حکومت نے جزیہ دے کر صلہ کر لی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بامیان میں داخل ہوئے بغیر واپس چلے گئے۔ اگلی صدی میں بامیان کی حکومت ایک بدھ شہزادی کے قبضہ میں آگئی تھی وہ اپنے خاندان اور رعایا سمیت مشرف بہ اسلام ہوگئی، ان نومسلموں نے کدالوں اور ہتھوڑوں سے از خود بامیان کے بت توڑنے کی کوشش کی مگر وہ ان پہاڑ نما مجسموں کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ نویں صدی عیسوی (تیسری صدی ہجری) میں حاکم خراسان یعقوب بن لیث صفاری بھی انہیں توڑنے میں ناکام رہا اور ان میں جڑے ہوئے قیمتی پتھر نکال کر واپس چلا گیا۔ بارود کا زمانہ آیا تو سترہویں صدی عیسوی میں اورنگزیب عالمگیر نے افغانستان فتح کرنے کے بعد پہلی بار توپوں کے ذریعے انہیں تباہ کرنے کی کوشش کی۔ انیسویں صدی عیسوی میں امیر عبدالرحمن کی ملکہ کے حکم پر انہیں ایک بار پھر گولہ باری کا نشانہ بنایا گیا ان کاروائیوں سے ان بتوں کو نقصان ضرور پہنچا مگر منہدم نہیں کیا جا سکا۔

طالبان امارت اسلامیہ شروع سے اسلامی شعائر کو زندہ اور کفریہ آثار کو سرزمینِ اسلام سے مٹانے کا تہیہ کیے ہوئے تھی، اس لیے بامیان کے بتوں کو بہر صورت ختم کر دینے کا فیصلہ کر دیا گیا۔ حکومتی سطح پر اس فیصلے سے قبل سپریم کورٹ اور دارالافتاء سے استفتا کیا گیا کہ آیا ان بتوں اور مجسموں کو توڑا جائے یا باقی رکھا جائے؟ دونوں نے جواب دیا کہ اسلامی شریعت کی رو سے تمام بتوں اور مجسموں کو توڑنا ضروری ہے۔ چنانچہ ۲۸ فروری ۲۰۰۱ء کو طالبان سربراہ ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے ملک بھر میں موجود تمام بتوں اور مجسموں کو ختم کرنے کا حکم دے دیا۔ ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا:

> ''معبود حقیقی صرف اللہ ہے، ناحق معبودوں کو اس لیے ختم کر رہے ہیں کہ مستقبل میں ان کی کوئی پوجا نہ کرے''۔

امیر المومنین رحمہ اللہ کے اس اعلان سے دنیا بھر میں کھلبلی مچ گئی کہ افغانستان کا قومی اثاثہ تباہ ہو جائے گا، دنیا اس ثقافت سے محروم ہو جائے گی۔ بدھ مت ممالک میں سے جاپان، تھائی لینڈ اور سری لنکا نے آسمان سر پر اٹھا لیا مگر طالبان نے پروا بالکل نہ کی ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے عیدالاضحیٰ کے خطبے میں ببانگ دہل کہا:

> ''یہ بت ہمارے تاریخی ورثے کا صرف ایک فی صد ہیں باقی ننانوے فی صد حصہ اب بھی باقی ہے جو ہماری ثقافتی تاریخ اور فخر کے لیے کافی ہے۔ یہ بت شرعی حکم کی بنا پر توڑے جا رہے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زائد پیغمبروں نے اس شرک کا مقابلہ کیا تھا''۔

جاپان سمیت کئی ممالک نے طالبان کو بت نہ توڑنے کی شرط پر بھاری مالی امداد کی پیش کش کی مگر ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے جواب دیا۔

> ''ہم بت فروش نہیں، بت شکن کہلوانا پسند کریں گے''۔

اس اعلان کے بعد یکم مارچ کو سیکڑوں طالبان ٹینکوں، گولہ بارود کی بھاری کھیپ اور راکٹ لانچروں سمیت بامیان کے بتوں کے سامنے پہنچ گئے۔ اس مہم کی نگرانی ملک کے وزیر دفاع ملا عبید اللہ، سرپل کے گورنر ملا عبدالمنان حنفی اور ملا شہزادہ کر رہے تھے۔ دونوں بتوں کو بارود کا لباس پہنایا گیا جس کی مقدار ۱۲۵۰ من تھی، اس کے علاوہ ۲۰۰ ٹینک بارودی سرنگیں اور ایک ہزار کلو گرام اور پانچ سو کلو گرام کے ایسے ۴۲ بڑے بم بھی نصب کیے گئے تھے جو جیٹ طیاروں سے گرائے جاتے ہیں۔ یہ قندھار سے آئے ہوئے بارود کے ماہر ملا لعل محمد کی منصوبہ بندی تھی۔ جب بارودی دھماکہ کیا گیا تو زلزلہ سا آگیا، سرخ شعلوں، دھویں کے بادلوں اور گرد و غبار کے مرغولوں نے فضا کو ڈھانپ لیا۔ دور دور تک پتھروں کے ٹکڑے اولوں کی طرح برسنے لگے مطلع صاف ہوا تو دونوں بتوں کے سر غائب ہو چکے تھے بڑے بت کا زیر ناف حصہ بھی تباہ ہو چکا تھا۔ اس روز کابل اور غزنی کے عجائب گھروں کے بتوں کو بھی توڑ پھوڑ دیا گیا۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے اس نیک کام میں تاخیر کے کفارے اور عمل کی تکمیل کے شکرانے کے طور پر ۱۰۰ گائیں ذبح کر کے گوشت غریبوں میں تقسیم کرایا۔ بت شکنی کے اس تاریخی واقعے کے ساتھ ہی ملک بھر میں جاری کئی ماہ کی خشک سالی دور ہو گئی، موسلادھار بارشوں کی صورت میں ابر کرم برس پڑا اور ہر طرف ہری بھری فصلیں لہلہانے لگیں۔

☆☆☆☆☆

خراسان کے گرم محاذوں سے

ترتیب وتدوین: عمر فاروق

افغانستان میں محض اللہ کی نصرت کے سہارے مجاہدین صلیبی کفار کو عبرت ناک شکست سے دوچار کر رہے ہیں۔ ماہِ جون میں ہونے والی اہم اور بڑی کارروائیوں کی تفصیل پیش خدمت ہے۔ یہ تمام اعداد وشمار امارت اسلامیہ ہی کے پیش کردہ ہیں جب کہ تمام کارروائیوں کی مفصل روداد امارت اسلامیہ افغانستان کی ویب سائٹ http://www.urdu-alemarah.com پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

یکم اکتوبر:

☆صوبہ قندھار کے ضلع شاہ ولی کوٹ میں مجاہدین نے ایک فوجی ہیلی کاپٹر کو اینٹی ائیر گرافٹ گن سے نشانہ بناکر تباہ کردیا، ہیلی کاپٹر کے عملہ سمیت متعدد اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی میں گورف شیش کے علاقے میں واقع 3 اور چوکیاں بھی مجاہدین کے حملے کے نتیجے میں فتح اور 14 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ میدان کے ضلع جغتو کے سعادت خیل کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ متعدد سیکورٹی اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ میدان کے ضلع سید آباد کے سالار علاقے میں بم دھماکہ سے 2 فوجی ہلاک اور ایک رینجر گاڑی تباہ ہوئی۔

☆صوبہ کابل کے ضلع سروبی میں ڈبیلی پل کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی کارروان پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک فوجی ٹینک اور 3 رینجر گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ متعدد سیکورٹی اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

2اکتوبر:

☆صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار میں خواجہ قشرئی کے علاقے میں آپریشن کرنے والے کٹھ پتلی فوجوں، شرپسندوں اور پولیس اہل کاروں سے شدید جھڑپیں ہوئیں، جس کے نتیجے میں 5 ٹینک تباہ، 13 اہل کار ہلاک، 18 زخمی جب کہ دیگر نے فرار کی راہ اپنالی۔

☆صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک میں حکمت عملی کے تحت ہونے والے دھماکوں سے 2 فوجی ٹینک تباہ اور 7 اہل کار ہلاک ہوگئے۔

3اکتوبر:

☆صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ کے ضلعی مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر اور آس پاس چوکیوں پر مجاہدین ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے شدید حملہ کیا۔ سب سے پہلے فدائی مجاہد شہید عارف تقبلہ اللہ نے بارود بھرے ٹینک کو مرکز سے ٹکرا کر تمام رکاوٹوں کو دور کیا اور مجاہدین نے دشمن پر حملہ کیا، اس حملے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے ضلعی مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر اور آس پاس تمام دفاعی چوکیوں کا کنٹرول حاصل کرلیا۔ لڑائی کے دوران میں ڈسٹرکٹ پولیس چیف کمانڈر احمد شاہ سالم زوئے سمیت درجنوں اہل کار ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔

☆صوبہ قندھار کے ضلع غورک کے دہ سبز کے علاقے میں چارپایاؤ کے مقام پر واقع ایک چوکی پر مجاہدین ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے تین چوکیوں فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 6 ہلاک جب کہ دیگر فرار ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر کے قریب سربند اور سرکار کے علاقوں میں واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے 2 چوکیاں فتح، 2 ٹینک، 3 رینجر گاڑیاں اور ایک کار تباہ ہونے کے علاوہ 25 اہل کار ہلاک وزخمی ہوئے۔

☆صوبہ خوست کے ضلع نادر شاہ کوٹ کے شمباوٹ بازار میں مجاہدین نے معروف انٹیلی جنس سروس اہل کار ڈاکٹر خلیل کو ہدفی کارروائی کے نتیجے میں قتل کردیا۔

☆صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر کے دوشنبہ کے علاقے میں مجاہدین اور امریکی و کٹھ پتلی فوجوں کے درمیان شدید لڑائی ہوئی، جس کے نتیجے میں ایک امریکی ہلاک جب کہ 2 کٹھ پتلی فوجی زخمی ہوئے۔

4اکتوبر:

☆صوبہ ہلمند کے ضلع خانشین میں ضلعی عمارت، پولیس ہیڈ کوارٹر، دفاعی چوکیوں اور فوجی مراکز پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں نے حملہ ہوا، جس سے اللہ کی نصرت سے ضلعی مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر اور تمام فوجی مراکز فتح ہونے کے علاوہ دشمن کے متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ کے مرکزی عمارت، پولیس ہیڈ کوارٹر اور چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے اللہ کی فضل سے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر سمیت تمام فوجی مراکز فتح ہونے کے علاوہ کمانڈروں سمیت 50 اہل کار قتل، متعدد زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ میں اہم مرکز پر مجاہدین نے ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس سے مرکز فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 19 ہلاک ہوگئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ کے تریخ ناور اور کیمپ کے درمیانی علاقہ لشکر گاہ جانے والے روڈ پر واقع چوکیوں پر مجاہدین نے وسیع حملہ کیا۔ جس سے اللہ کی نصرت سے سات چوکیاں فتح اور پانچ ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 23 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے

5اکتوبر:

☆صوبہ فراہ کے ضلع بلابلوک میں کنسک کے علاقے میں 4 چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے ایک اہم چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 11 اہل کار ہلاک جب کہ 8 زخمی ہوئے۔

6اکتوبر:

☆صوبہ پروان کے ضلع چاریکار میں قاضی کے علاقے میں امریکی فوجی بکتر بند ٹینک مجاہدین کی نصب شدہ بم کا نشانہ بن کر تباہ ہوا اور اس میں سوار چار امریکی فوجی واصل جہنم ہوئے۔

☆صوبہ قندھار کے ضلع شورابک کے مرکزی عمارت، پولیس ہیڈ کوارٹر اور چوکیوں پر وسیع حملہ ہوا، جس سے اللہ کی نصرت سے پولیس ہیڈ کوارٹر فتح، 3رینجر گاڑیاں تباہ اور وہاں تعینات متعدد اہل کار ہلاک ہوگئے

☆صوبہ قندھار کے ضلع معروف میں فوجی مرکز اور چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 3چوکیاں فتح، ایک ٹینک تباہ اور متعدد سیکورٹی اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع گیرو کے بہارہ اور فنی کے علاقوں میں مجاہدین اور کٹھ پتلی فوجوں کے درمیان چھڑنے والی لڑائی سات گھنٹے تک جاری رہی، جس کے نتیجے میں 6فوجی ہلاک جب کہ 8زخمی اور ایک ٹینک بھی تباہ ہوا۔

☆صوبہ بغلان کے ضلع صدر مقام بغلان میں فوجی کاروان پر حملہ کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں 2فوجی ٹینک، ایک فوجی ایمبولینس، تین فوجی اور 15 سپلائی گاڑیاں مکمل طور پر تباہ ہوئیں اور ساتھ ہی متعدد اہل کار بھی ہلاک ہوئے۔

7اکتوبر:

☆صوبہ قندھار کے ضلع معروف میں فوجی مراکز پر مجاہدین نے حملہ کیا جس سے 3چوکیاں فتح، ایک ٹینک، ایک رینجر گاڑی تباہ اور متعدد اہل کار ہلاک جن میں سے 22 کی لاشیں تا حال وہاں پڑی ہوئی ہے، اور 9 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے صدر مقام فرارہ شہر کے مربوطہ نوبھار کے علاقے میں اہم مرکز و چوکی پر حملہ ہوا، جس سے مرکز فتح، 2ٹینک تباہ، اور متعدد افراد ہلاک و زخمی، جن میں سے 21 کی لاشیں تاحال وہاں پڑی ہوئی ہے۔

☆صوبہ بادغیس کے ضلع غورماچ میں ضلعی مرکز کے قریب کٹھ پتلی فوجوں پر حملے سے 2 ٹینک اور 2رینجر گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ 8اہل کار زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرمسیر کے مرکز کے قریب اہم چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے متعدد اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ میں چانجیر دوراہی کے علاقے میں فوجی گشتی پارٹی کے 3اہل کار مجاہدین نے لیزر بندوقوں سے مار ڈالے۔

☆صوبہ سرپل کے ضلع سید آباد خامر آباد کے علاقے میں دشمن سے جھڑپوں میں ایک ٹینک، ایک رینجر گاڑی تباہ اور 6اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ بادغیس کے ضلع مرغاب میں مارچاق کے علاقے میں واقع اہم مرکز پر مجاہدین نے ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس سے مرکز فتح، 15 ہلکار ہلاک اور زخمی جب کہ 80اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے۔

☆صوبہ جوزجان کے ضلع قوش تپہ کے مقام پر مجاہدین نے فوجی کاروان پر ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں تین فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 8 اہل کار ہلاک جب کہ 8زخمی ہوئیں۔

8اکتوبر:

☆صوبہ ننگرہار کے ضلع بہسود میں حضرت عثمان فیلی کے علاقے میں امریکی فوجی کاروان پر مجاہدین کی نصب کردہ بم کا دھماکہ ہوا، جس سے ایک بکتر بند ٹینک تباہ اور اس میں سوار 4 امریکی فوجی واصل جہنم جب کہ 2 شدید زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے صدر مقام فراہ شہر میں نوبھار کے علاقے میں کمانڈوز نے ہیلی کاپٹروں سمیت مجاہدین پر حملہ کیا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا، اور لڑائی چھڑ گئی، جس سے ایک ٹینک تباہ، 8کمانڈوز ہلاک، متعدد زخمی ہوئے۔

☆صوبہ قندھار کے ضلع میوند میں سپین ماندہ کے علاقے میں واقع مرکز پر حملے سے کمانڈر (زرغون) سمیت 47اہل کار ہلاک ہوگئے۔ جب کہ ایک بلڈوزر اور 7ٹینک بھی تباہ ہوئے

☆صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکرگاہ شہر کے قریب بولان اور بشران کے علاقوں میں واقع کٹھ پتلی فوجوں کے مراکز پر وسیع حملہ ہوا، اللہ کی نصرت سے 3چوکیاں، 2مراکز فتح اور ایک ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ وہاں تعینات اہل کاروں میں سے متعدد افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔

9اکتوبر:

☆صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری میں ڈنڈ غوری کے علاقے میں مجاہدین نے کٹھ پتلی دشمن کے ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹر کو نشانہ بنا کر مار گرایا اور اس میں سوار تمام اہل کار عملہ سمیت ہلاک ہوئے

☆صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر میں الیاس خان قلعہ کے علاقے میں بم دھماکہ سے فوجی ٹینک تباہ اور اس میں 3اہل کار ہلاک ہوگئے۔

10اکتوبر:

☆صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکرگاہ شہر کے مربوطہ مہاجر سرائی کے علاقے میں نام نہاد کمانڈوز، فوجیوں، پولیس اور جنگ جوؤں پر فدائی مجاہد مستقیم ہلمندی نے کرولا کار کے ذریعے شہیدی حملہ کیا، جس سے 5 ٹینک تباہ، اہم کمانڈر (گل مولا) سمیت 21 اہل کار موقع پر ہلاک، جب کہ 18زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں سربند کے علاقے میں کٹھ پتلی فوجوں کے مرکز پر حملہ ہوا، جس کے نتیجے میں مرکز فتح، 3ٹینک تباہ اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 19اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ قندھار کے ضلع شاہ ولی کوٹ میں سر خوبیب کے علاقے میں فوجیوں و جنگ جوؤں کی چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے 3 چوکیاں فتح، اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 10 ہلاک ہو گئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع لشکر گاہ شہر کے مربوطہ بولان اور بشران کے علاقوں میں مجاہدین نے دشمن کے خلاف کارروائی کا آغاز کیا، جس کے نتیجے میں 11 چوکیاں اور وسیع علاقے فتح ہونے کے علاوہ 27 سیکورٹی اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ جوزجان کے ضلع خواجہ دو کوہ میں نظر آباد کے علاقے میں اسسٹنٹ پولیس چیف کمانڈر کامل خان کی گاڑی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے کمانڈر محافظ سمیت ہلاک ہو گیا۔

11اکتوبر:

☆صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر کے مربوطہ بشران کے علاقے میں محصور فوجی قافلے پر حملے سے 8ٹینک، ایک کاماز گاڑی تباہ، پانچ کمانڈروں سمیت 69اہل کار ہلاک ہو گئے۔

مجاہدین نے 23 ٹینک، 20 رینجر گاڑیاں، 3 ٹوڈی کار اور 220 کلاشنکوفوں سمیت مختلف النوع فوجی ساز و سامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ میں نظم عامہ کے 100 اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے۔ سرنڈر ہونے والوں نے 30 ٹینک، 15 رینجر گاڑیاں، 18 موٹر سائیکلیں اور 105 کلاشنکوفوں سمیت مختلف النوع فوجی ساز و سامان مجاہدین کے حوالے کر دیا۔

☆صوبہ اورزگان کے ضلع ترینکوٹ میں مربوطہ کرنا کے علاقے میں واقع پولیس ہیڈ کوارٹر پر حملہ ہوا، جس کے نتیجے میں اہم دفاعی چوکی فتح، 3 ٹینک تباہ، 10 اہل کار ہلاک ہونے کے علاوہ کمانڈر شیر محمد لغمانی سمیت 6اہل کار سرنڈر ہوئے۔

12اکتوبر:

☆صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں نظروال اور پائند کے علاقوں میں مجاہدین نے فوجی کارروان اور پولیس چوکیوں پر ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں کمانڈر فضل سمیت 10 اہل کار ہلاک، 10 زخمی ہوئے جب کہ ایک فوجی ٹینک بھی تباہ ہوا۔

☆صوبہ زابل کے ضلع شاہ جوئی میں بازگان اور قیوم قلعہ کے علاقوں میں کابل-قندہار شاہراہ پر فوجی قافلے پر حملے سے 7 سپلائی گاڑیوں سمیت ایک رینجر تباہ ہونے کے علاوہ 7 اہل کار موقع پر ہلاک، جب کہ 4 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع ضلع شلگر میں دوہ لارے، نظروال اور علم خیل کے علاقوں میں مجاہدین نے پولیس اہل کاروں اور فوجی چوکیوں پر اور ساتھ ہی تازہ دم اہل کاروں پر ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا۔ 3 چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ 4 فوجی ٹینک تباہ اور دو کمانڈروں سمیت 25 اہل کار ہلاک جب کہ 29 زخمی ہوئے۔

13اکتوبر:

☆صوبہ میدان کے ضلع سید آباد میں شیر ازی بابا کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 5 سیکورٹی اہل کار ہلاک جب کہ 2 ٹینک بھی تباہ ہوئے۔

14اکتوبر:

☆صوبہ قندوز کے صدر مقام قندوز شہر کے حلقہ نمبر 3 کے مربوطہ علاقوں میں کٹھ پتلی فوجوں پر دھماکے ہوئے، جن سے پولیس اسٹیشن اسسٹنٹ سمیت 5اہل کار ہلاک ہوئیں۔

☆صوبہ کنڑ کے ضلع سرکانو میں منوکنڈاؤ کے علاقے میں فوجی ٹینک بارودی سرنگ کا نشانہ بن کر تباہ ہوا اور اس میں سوار اعلیٰ آفسر سمیت 7اہل کار ہلاک جب کہ ایک زخمی ہوا۔

15اکتوبر:

☆صوبہ بغلان کے ضلع دوشی میں مربوطہ کابل، بغلان شاہراہ پر کٹھ پتلی فوجوں نے مجاہدین پر حملہ کیا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور لڑائی چھڑ گئی، جس کے نتیجے میں 6 سیکورٹی اہل کار ہلاک جب کہ 2 زخمی اور ایک ٹینک بھی تباہ ہوا۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع گیرو میں 250 بکتر بند ٹینکوں اور فوجی گاڑیوں پر مشتمل کاروان نے بہارہ، بابکر، مسلی، عظمت، ادینو، سلیمان قلعہ میں مجاہدین کے خلاف کارروائی کا آغاز کیا، جنہیں قدم بقدم پر بارودی سرنگوں اور مجاہدین کی کمین گاہوں کا سامنا ہوا اور اس دوران 10 فوجی ٹینک اور اور ایک رینجر گاڑی تباہ ہونے کے علاوہ 21 صلیبی غلام ہلاک جب کہ 33 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ سمنگان کے ضلع فیروز نخچیر میں مجاہدین نے ضلعی مرکز میں انٹیلی جنس سروس نائب سربراہ محمد رسول عرف رسولک کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک میں لغوات کے علاقے میں جنگ جوؤں کی دو چوکیوں پر حملہ کیا اور ساتھ ہی تازہ دم اہل کاروں کو نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں 5 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 10 اہل کار ہلاک جب کہ 12 زخمی ہوئے۔

16اکتوبر:

☆صوبہ فاریاب کے ضلع چھلگزئی کے کنجک اور چھار شنبہ کے علاقوں میں وحشی دوستم کے جنگ جوؤں نے مجاہدین پر حملہ کیا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا، اور لڑائی چھڑ گئی، جس سے دوستم کا اہم کمانڈر اور ضلع قیصار کا پولیس چیف کمانڈر (نظام گاؤ) سمیت 2 اور کمانڈر (میرویس اور مجید) کے علاوہ متعدد جنگ جو ہلاک اور زخمی ہوئے

☆صوبہ فاریاب کے علاقوں کنجک، کاریز اور چھار شنبہ میں جنرل دوستم کے جنگ جو سے جھڑپیں ہوئیں، جس سے 7 ٹینک، 2 رینجر، ایک کاماز گاڑی تباہ ہونے کے علاوہ پانچ کمانڈروں سمیت 50 جنگ جو قتل، جب کہ ضلع قیصار کے پولیس چیف نظام گاؤ سمیت 100 اہل کار زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے 2 ٹینک، ایک رینجر گاڑی، ایک کروزین کار، ایک

ایم ایم 82 توپ، 2 ہیوی مشن گن، 8 روسی کلاشنکوفوں سمیت مختلف النوع فوجی ساز و سامان غنیمت کر لیا۔

17 اکتوبر:

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر کے منگور، عاشق وال اور قرہ باغی کے علاقوں میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 8 سیکورٹی اہل کار ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے

☆صوبہ روزگان کے صدر مقام ترین کوٹ شہر میں چو لنگر کے علاقے میں ناکام دشمن نے کئی بار مجاہدین پر حملوں کی کوشش کی، جن پر جوابی حملے سے 3 ٹینک تباہ اور متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

18 اکتوبر:

☆صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ میں امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں کی دعوت کو لبیک کہتے ہوئے 27 پولیس اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے۔ سرنڈر ہونے والوں نے ایک راکٹ لانچر، ایک مارٹر توپ، 23 کلاشنکوف اور ایک موٹر سائیکل مجاہدین کے حوالے کر دیا۔

☆صوبہ ہرات کے صدر مقام ہرات شہر میں مربوطہ شہرک کے علاقے میں مجاہدین نے کمانڈر شریف کو مسلحانہ کارروائی کے نتیجے میں مار ڈالا۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع غزنی شہر میں قرہ باغی کے علاقے میں فوجی کاروان پر حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں 5 فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 10 سیکورٹی اہل کار ہلاک جب کہ 8 زخمی ہوئے۔

19 اکتوبر:

☆صوبہ زابل کے صدر مقام صوبائی دار الحکومت قلات شہر میں مربوطہ کٹک اور سپینہ غبرگ کے علاقے میں کابل-قندہار شاہراہ پر کٹھ پتلی فوجوں پر مجاہدین نے ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا، جس سے 2 ٹینک تباہ اور جنگ جو کمانڈر شہزادہ سمیت 6 اہل کار ہلاک، جب کہ سات زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے ایک ٹینک، ایک اینٹی ایئر کرافٹ گن، ایک ایم ایم 82 توپ، 2 راکٹ لانچر، ایک بم آفگن، 3 کلاشنکوف اور ایک ہیوی مشن گن سمیت مختلف النوع فوجی ساز و سامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ کابل میں کابل شہر کے حلقہ نمبر سات کے علاقے میں واقع امریکی فوجی مرکز میں افغان بااحساس فوجی نے غاصب فوجوں پر اندھا دھند فائرنگ کیا، جس کے نتیجے میں 2 امریکی فوجی موقع پر واصل جہنم جب کہ 3 شدید زخمی ہوئے۔ صلیبی فوجوں کی جوابی فائرنگ سے بااحساس فوجی بھی جام شہادت نوش فرما گئے۔ تقبلہ اللہ تعالی

20 اکتوبر:

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر کے قرہ باغی، نوغی اور منگور کے علاقوں میں کٹھ پتلی فوجوں نے مجاہدین کے خلاف کاروائی کا آغاز کیا، جنہیں مجاہدین کی شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور ساتھ ہی دشمن پر دھماکے بھی ہوئیں، جس کے نتیجے میں 6 فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 32 سیکورٹی اہل کار ہلاک جب کہ 37 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ لغمان کے صدر مقام مہترلام شہر کے بسرام اور بدیع آباد کے علاقوں میں مجاہدین نے فوجی کارروان پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، 5 فوجی اور ایک انٹیلی جنس سروس اہل کار ہلاک جب کہ 8 زخمی ہوئے اور ایک فوجی ٹینک، ایک رینجر گاڑی تباہ ہوئی۔

21 اکتوبر:

☆صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار کے قرہ شیخ کے علاقے میں ☆صوبہ بلخ سے فاریاب جانے والے فوجی قافلے پر مجاہدین ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس سے 2 ٹینک تباہ اور متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

22 اکتوبر:

☆صوبہ بادغیس کے ضلع غور ماچ میں آب گرمک کے علاقے میں کٹھ پتلی فوجوں کے سپلائی کانوائے پر حملہ کیا گیا۔ جس سے 2 ٹینک، سپلائی کرنے والی 2 گاڑیاں تباہ، اور متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر میں مجاہدین نے دریشان کے علاقے میں واقع اہم مرکز پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا، جس سے مرکز فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے کمانڈر شمیم سمیت 12 گرفتار، جب کہ 11 ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے 2 ٹینک، 60 امریکن بندوقیں، 4 راکٹ لانچر اور 4 ہیوی مشن گنوں سمیت مختلف النوع فوجی ساز و سامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ ننگرہار کے ضلع مہمند درہ میں نہر نمبر 28 کے علاقے میں مجاہدین نے امریکی فوجی کارروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک فوجی ٹینک اور ایک امریکی لینڈ کروزر گاڑی تباہ ہونے کے علاوہ ایک امریکی فوجی ہلاک جب کہ دوسرا زخمی اور پانچ کٹھ پتلی فوجی ہلاک ہونے کے علاوہ متعدد زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرمسیر کے ڈویر مقبرے میں ہونے والے بم دھماکہ سے امریکن ٹینک تباہ اور اس میں سوار امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ قندوز کے صدر مقام قندوز شہر میں کلتہ تائی اور ایشانان کے علاقے میں جارح امریکی و کٹھ پتلی سپیشل فوج نے چھاپہ مارا، جنہیں مجاہدین کی شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور لڑائی چھڑ گئی، جس کے نتیجے میں 2 صلیبی فوجی ہلاک جب کہ 11 سپیشل فورس صلیبی غلام ہلاک اور زخمی ہوئے۔

23 اکتوبر:

کابل شہر میں ایئرپورٹ کے قریب فوجی جنرل کی گاڑی مجاہدین کی نصب کردہ مقناطیسی بم کے دھماکہ میں تباہ ہو گئی جس سے گاڑی میں سوار جنرل ہلاک ہو گیا۔

☆صوبہ بلخ کے ضلع چار بولک میں سالار تپہ کے علاقے میں مجاہدین نے ☆صوبہ جوزجان جانے والے فوجی کاروان پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 6 اہل کار ہلاک جب کہ کمانڈر متین رینجر سمیت 7 زخمی، ایک ٹینک تباہ ہو گیا۔
☆صوبہ روزگان کے ضلع چورہ میں ضلعی مرکز سے لیکر سنگر کے علاقے تک کٹھ پتلی فوجوں وپولیس اہل کاروں کے مراکز وچوکیوں پر مجاہدین ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا، جس سے 35 مراکز وچوکیاں فتح اور متعدد اہل کار ہلاک وزخمی ہوئے۔

24 اکتوبر:

☆صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک میں کٹھ پتلی فوجوں نے پایلوچ، الوخیل اور بالائی کے علاقوں میں مجاہدین کے خلاف کارروائی کا آغاز کیا، جنہیں مجاہدین کی شدید مزاحمت کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں 7 فوجی ٹینک اور ایک رینجر گاڑی تباہ ہونے کے علاوہ 15 سیکورٹی اہل کار ہلاک جب کہ 19 زخمی ہوئے۔
☆صوبہ خوست کے ضلع صبری میں یعقوبی شاخ کے صحرا کے علاقے میں امریکی غاصب فوجوں پر یکے بعد دیگرے دو دھماکے ہوئے، جس کے نتیجے میں 4 امریکی فوجی واصل جہنم جب کہ ایک بکتر بند ٹینک تباہ ہوا۔
☆صوبہ ہلمند ضلع گرمسیر میں ضلعی مرکز کے قریب ہونے والے دھماکہ سے امریکی ٹینک تباہ اور اس میں سوار امریکی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

25 اکتوبر:

☆صوبہ پروان کے ضلع بگرام میں بگرام ایئر بیس پر امارت اسلامیہ افغانستان کے فدائی مجاہد نے استشہادی حملہ سرانجام دیا۔ سب سے بڑے امریکی فوجی اڈے بگرام ایئر بیس کے گیٹ نمبر 3 کے سامنے امریکی فوجی 'مشن کی تیاری میں مصروف تھے، جن پر امارت اسلامیہ کے فدائی مجاہد شہید عبداللہ تقبلہ اللہ نے بارود بھری گاڑی کے ذریعے شہیدی حملہ سرانجام دیا۔ اس مبارک شہیدی حملے میں 12 صلیبی فوجیں واصل جہنم ہونے کے علاوہ 2 بکتر بند ٹینک بھی تباہ ہوئے اور متعدد غاصب شدید زخمی ہوئے۔

26 اکتوبر:

☆صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین میں چینی ماندہ کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 فوجی ٹینک تباہ ہوئے۔
☆صوبہ قندھار کے ضلع شاہ ولی کوٹ میں سرخبیب کے علاقے میں چیف آف اسٹاف کے ٹینک پر مجاہدین کی نصب شدہ بم کا دھماکہ ہوا، جس کے نتیجے میں اعلیٰ آفسر سمیت 5 اہل کار ہلاک ہوئیں۔

27 اکتوبر:

☆صوبہ کنڑ کے ضلع مانوگئی میں کرہ ڑی کے علاقے میں فوجی ٹینک بارودی سرنگ دھماکہ سے تباہ ہو گیا اور اس میں سوار پانچ اہل کار ہلاک ہو گئے۔

29 اکتوبر:

☆صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ میں امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں کی دعوت کو لبیک کہتے ہوئے 40 پولیس اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے۔ سرنڈر ہونے والوں نے ایک ہیوی مشن گن، 19 کلاشنکوف، 2 رائفل گن، ایک پستول، ایک مارٹر توپ اور 2 موٹر سائیکلوں سمیت مختلف النوع فوجی ساز وسامان بھی مجاہدین کے حوالے کر دیا۔
☆صوبہ روزگان کے ضلع چورہ میں امریکی جاسوس ڈرون طیارہ سپین کاریز کے علاقے میں پرواز کر رہا تھا، جسے مجاہدین نے نشانہ بنا کر مار گرایا اور اس پر لدے ہوئے دو میزائل بھی تباہ ہوئے۔

30 اکتوبر:

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرمسیر میں غاصب امریکیوں کے ٹینکوں پر یکے بعد دیگرے 2 دھماکے ہوئے، جس سے دونوں ٹینک تباہ اور ان میں سوار 9 امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔
☆صوبہ پکتیکا کے ضلع وڑ ممائی میں فوجی کارروان پر چلغوزی کے علاقے میں ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں تین فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 6 اہل کار ہلاک جب کہ کمانڈر ظفر سمیت 5 اہل کار ہلاک زخمی ہوئیں۔
☆صوبہ روزگان کے صدر مقام ترین کوٹ شہر میں 42 اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے۔ سرنڈر ہونے والوں نے 3 ٹینک، 2 رینجر گاڑیاں، 58 عدد ہلکے و بھاری اسلحہ اور 8 وائرلیس سیٹوں سمیت مختلف النوع فوجی ساز وسامان بھی مجاہدین کے حوالے کر دیا۔
☆صوبہ دائی کنڈی ضلع گیزاب میں 61 پولیس اہل کاروں اور مقامی جنگ جوؤں نے مجاہدین کے مخالفت سے دست برداری کا اعلان کیا۔
☆صوبہ قندہار کے ضلع غورک میں چینار اور سرسنگ کے علاقوں میں واقع فوجی مراکز پر مجاہدین نے ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا، جس سے 2 اہم فوجی یونٹ اور 2 چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ 55 اہل کار قتل، متعدد زخمی ہوئے۔

☆☆☆☆☆

غیرت مند قبائل کی سرزمین سے

عبدالرب ظہیر

قبائل اور مالاکنڈ ڈویژن کے ملحقہ علاقوں میں روزانہ کئی عملیات (کارروائیاں) ہوتی ہیں لیکن اُن تمام کی تفصیلات ادارے تک نہیں پہنچ پاتیں اس لیے میسر اطلاعات ہی شائع کی جاتیں ہیں۔ متعلقہ علاقوں کے ذمہ داران سے بھی گذارش ہے کہ وہ تفصیلی خبریں ادارے تک پہنچا کر اُمت کو خوش خبریاں پہنچانے میں معاونت فرمائیں (ادارہ)۔

یکم نومبر: جنوبی وزیرستان کے صدر مقام وانا میں بارودی سرنگ دھماکے کے نتیجے میں ایک میجر کے ہلاک اور ۶ سیکورٹی اہل کاروں کے زخمی ہونے کی سرکار ذرائع نے تصدیق کی۔

۲ نومبر: باجوڑ کے علاقے چارمنگ میں میگو سر پوسٹ پر ایک سیکورٹی اہل کار کو مجاہدین کے شارپ شوٹر نے سنائپر گن کے حملے میں نشانہ بنا کر ہلاک کر دیا۔

۲ نومبر: کرم ایجنسی کے صدر مقام پڑاچنا میں مڑازابہ کے مقام پر پاکستانی فوج کے کیمپ پر حملے میں ۸ فوجی اہل کار ہلاک ہوگئے۔ جب کہ بقیہ سیکورٹی اہل کار کیمپ چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ مجاہدین نے کیمپ سے بھاری مقدار میں اسلحہ اور نقد رقم غنیمت کی۔

۶ نومبر: صوابی میں مینئی کے علاقے میں پولیس وین پر فائرنگ سے ایک پولیس اہل کار کے ہلاک اور ایک کے زخمی ہونے کی سرکاری ذرائع نے تصدیق کی۔

۶ نومبر: خیبر ایجنسی کی تحصیل جمرود میں تختہ بیگ چیک پوسٹ پر حملے میں ایک خاصہ دار کے ہلاک اور ۳ سیکورٹی اہل کاروں کے زخمی ہونے کی سرکاری ذرائع نے خبر جاری کی۔

۷ نومبر: باجوڑ کے علاقے چارمنگ میں خرکنو پوسٹ پر سنائپر حملے میں ایک سیکورٹی اہل کار ہلاک ہوگیا۔

۸ نومبر: باجوڑ کے علاقے چارمنگ میں عبدل سر پوسٹ پر سنائپر حملے میں ایک سیکورٹی اہل کار ہلاک ہوگیا۔

۹ نومبر: بلوچستان کے ضلع ڈیرہ مراد جمالی میں فائرنگ سے ۲ پولیس اہل کاروں کے ہلاک ہونے کی سرکاری ذرائع نے تصدیق کی۔

۹ نومبر: شمالی وزیرستان کے علاقے سپین وام میں فوجی کانوائے پر بارودی سرنگ دھماکے میں ۱۲ سیکورٹی اہل کار ہلاک ہوگئے۔

۹ نومبر: پشاور میں بم دھماکہ کے نتیجے میں بم ڈسپوزل اسکواڈ کے دو اہل کاروں کے زخمی ہونے کی سرکاری ذرائع نے خبر جاری کی۔

۱۰ نومبر: باجوڑ کے علاقے چارمنگ کے علاقے ہاشم ڈاگ سر میں سنائپر حملے میں ایک سیکورٹی اہل کار ہلاک ہوگیا۔

۱۲ نومبر: سوات کے علاقے ڈھیری کانجو میں اے این پی کے مقامی رہنما اور امن لشکر کے رکن طالع مند کو ہدفی کارروائی میں ہلاک کر دیا گیا۔

۱۳ نومبر: باجوڑ کے علاقے چارمنگ کے علاقے ہاشم کوٹ سر میں سنائپر حملے میں دو سیکورٹی اہل کار ہلاک ہوگئے۔

۱۳ نومبر: سوات کے علاقے ننگولئی وچ خوڑ میں امن کمیٹی کے رکن فلک ناز کو ہدفی کارروائی میں ہلاک کر دیا گیا۔

۱۴ نومبر: مہمند ایجنسی کی تحصیل صافی چناری میں امن کمیٹی کا سابقہ سربراہ ملک دراخان اپنے ۷ ساتھیوں سمیت بارودی سرنگ حملے میں مارا گیا۔

۱۶ نومبر: خیبر ایجنسی کی تحصیل وادی تیراہ میں ذکا خیل باراز میں سوخ کے مقام پر فائرنگ سے امن لشکر کے ۱۶ اہل کاروں کے ہلاک ہونے کی سرکاری ذرائع نے تصدیق کی۔

۱۹ نومبر: کوئٹہ کے علاقے فاطمہ جناح روڈ پر فائرنگ کے نتیجے میں ۴ سیکورٹی اہل کاروں کے ہلاک ہونے کی سرکاری ذرائع نے تصدیق کی۔

۱۹ نومبر: کوئٹہ کے علاقے جناح روڈ میں مجاہدین کے حملے میں ایک پولیس اہل کار اور ایک ایف سی اہل کار ہلاک ہوگیا۔

۲۱ نومبر: باجوڑ کے علاقے چارمنگ کے علاقے ہاشم تژوسر میں سنائپر حملے میں ایک سیکورٹی اہل کار ہلاک ہوگیا۔

۲۲ نومبر: پشاور کے علاقے بشر آباد میں سیکورٹی فورسز کی گاڑی پر بارودی سرنگ حملے کے نتیجے میں ۴ سیکورٹی اہل کاروں کے ہلاک اور ۱۲ کے زخمی ہونے کی سرکاری ذرائع نے تصدیق کی۔

۲۲ نومبر: مہمند ایجنسی کی تحصیل صافی کے علاقے گربز میں مائن کارروائی میں ۲ سیکورٹی اہل کار ہلاک ہوگئے۔

۲۲ نومبر: باجوڑ کے علاقے چارمنگ میں ہاشم ڈنڈ سر میں سنائپر حملے میں ایک سیکورٹی اہل کار ہلاک ہوگیا۔

۲۲ نومبر: مہمند ایجنسی کی تحصیل صافی کے علاقے علینگار میں بارودی سرنگ دھماکے کے نتیجے میں ایک خاصہ دار اہل کار کے زخمی ہونے کی سرکاری ذرائع نے خبر جاری کی۔

۲۳ نومبر: باجوڑ کے علاقے چارمنگ میں ہاشم اتل سر میں سنائپر حملے میں ایک سیکورٹی اہل کار ہلاک ہوگیا۔

۲۴ نومبر: صوابی کے گاؤں اسماعیلیہ میں سی ڈی ٹی کے ۲ حوالداروں پر فائرنگ سے دونوں حوالدار ہلاک ہوگئے۔

۲۵ نومبر: جہانگیرہ کے علاقے صوالی میں پولیس پارٹی پر فائرنگ کے نتیجے میں ایک پولیس اہل کار کے ہلاک جب کہ اے ایس آئی کے زخمی ہونے کی سرکاری ذرائع نے خبر جاری کی۔

☆☆☆☆☆

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰه

یہ اہلِ ہجر اپنی ہر خوشی کو چھوڑ آتے ہیں
خدا کی راہ میں، ہر دلکشی کو چھوڑ آتے ہیں

اُنھی پر طعن ہے جرم بغاوت کا زمانے میں
جو تائب ہو کے رب کی سرکشی کو چھوڑ آتے ہیں

اِنہیں محبوب آلام و مصائب فی سبیل اللہ
بہارِ حسن کی آسودگی کو چھوڑ آتے ہیں

ترے محبوب ﷺ کا ہر غم بسا کر اپنے سینے میں
بہ اخلاصِ ندامت، دل لگی کو چھوڑ آتے ہیں

تڑپ اٹھتے ہیں سن کر امتِ مظلوم کے نالے
جوانی کی حسیں جلوہ گری کو چھوڑ آتے ہیں

فقط تیرے رخِ انور کی چاہت میں مرے مالک!
کسی کی چشمِ نم، لب کی ہنسی کو چھوڑ آتے ہیں

فسونِ عشرتِ افرنگ سے دل کو بچا کر یہ
نئی تہذیب کی ہر روشنی کو چھوڑ آتے ہیں

جزائے قرب دے دے اِن کو استشھاد کی یا رب!
عَجِلْتُ إِلَيْكَ پڑھ کے، زندگی کو چھوڑ آتے ہیں *

حافظ ابن الامام



* اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں بیان فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: **وعجلت إليك رب لترضى**۔ اور اے میرے رب! میں آپ کے پاس اس لیے جلدی چلا آیا تا کہ آپ زیادہ خوش ہوں

رہبر و رہنما... مصطفٰی مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ تو پہلے کوئی زیادہ علم والا آیا، نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی اور شخص ایسا آسکتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم رکھتا ہو! جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتا ہو، پھر اُس کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اس سارے دعوے کے بعد اگر وہ معاشیات سیکھنے کے لیے ایڈم سمتھ کی طرف رجوع کرتا ہے، اور اگر وہ پولیٹیکل سائنس اور معاشرت کے امور سیکھنے کے لیے ہیگل اور کانٹ اور رُوسو اور اِن جیسے اللہ کے دشمن اور اللہ کے منکر کافروں کے فلسفوں کی طرف رجوع کرتا ہے، اور اگر وہ عسکریت سیکھنے کے لیے کلازوٹ کے ”رہنما اصولوں“ کی روشنی میں اپنی افواج کو ترتیب دیتا ہے اور اگر وہ دنیا کے حقائق جاننے کے لیے کہ کائنات کیوں بنی اور زندگی کے کیا مقاصد ہیں؟ اس کے لیے وہ ارسطو اور سقراط کی طرف رجوع کرتا ہے، اور اسی طرح اگر وہ انسانی تخلیق کی حقیقت جاننے کے لیے ڈارون کی طرف رجوع کرتا ہے... تو پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا کیا مطلب ہو گا؟؟؟ تو جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایمان رکھتا ہے، اُس کے لیے تو اِن تمام امور میں رہ نمائی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ملتی ہے!

اپنی اپنی زندگیوں میں جھانک کر دیکھنے کی ضرورت ہے کہ ہم نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ، کہیں اُن لوگوں کا رستہ تو نہیں اختیار کر رہے کہ جو حوض کوثر پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے پینے سے محروم رہ جائیں اور جن کے بارے میں یہ آیت بھی صادق آئے کہ فما تنفعہ الشفاعۃ الشافعین کہ بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ جنہیں کسی شفاعت کرنے والے کی شفاعت بھی کام نہیں آئے گی، کچھ بھی اُن کو نہیں بچا سکے گا، اللہ کے غضب سے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پکڑ سے! یہ بڑا حق ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ہمارے اوپر بنتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اتباع کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک طریقے سے محبت رکھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی چھوٹی، کھانے، پینے، سونے، جاگنے سے متعلق جو سنتیں ہیں اُن کو بھی اپنی زندگی میں زندہ کریں اور اُسی محبت اور دیوانے جذبے کے ساتھ زندہ کریں کہ کل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ جنت میں مقام نصیب فرمائیں... اسی طرح اپنی اجتماعی زندگیوں کے اندر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا جو دین ہے، جو غالب ہونے کے لیے آیا ہے، مغلوب ہونے کے لیے نہیں! اور جو کفار کو شکست دینے کے لیے آیا ہے، کفار سے شکست کھانے کے لیے نہیں! اور جو تمام ادیان کو پست کرنے کے لیے آیا ہے، کسی سے پست ہونے کے لیے نہیں! جس کی فطرت یہ ہے کہ یعلوا ولا یعلیٰ علیہ کہ وہ اونچا ہوتا ہے، کوئی اور چیز اُس سے اونچی نہیں ہوتی! اُس کے اعلاء کے لیے، اُس کی بلندی کے لیے اور اُس کی اقامت کے لیے اور اُس کے دنیا پر غالب ہونے کے لیے، اُس کے نظام خلافت راشدہ علی منہاج النبوۃ کے واپس لوٹنے کے لیے ہم اپنا سب کچھ کھپائیں، اپنا سب کچھ لگائیں!

اللہ تعالیٰ سے یہ توفیق طلب کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت، جو زندگی میں اپنی تمام تر برکتیں اور آثار ساتھ لے کر آئے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو وہ سچی محبت نصیب فرمائے، آمین۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ قیامت کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ہم سب کو نصیب فرمائے! اللہ تعالیٰ ہر دو مواقع کے اوپر جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت فرمانی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائیں! اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ حوض کوثر پہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے ہمیں حوضِ کوثر کا پانی نصیب فرمائیں، جو شہد سے زیادہ میٹھا، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور دودھ سے زیادہ سفید ہے، تاکہ اُس کے بعد کبھی بھی ہمیں پیاس نہ چھوئے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ ہمیں اپنا دیدار بھی نصیب فرمائے، ہمیں اُس سے محروم نہ فرمائیں اور ایسی حالت میں ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ملاقات کریں کہ ہم فتنوں میں نہ پڑے ہوں، ہم گمراہی کے رستے کی طرف نہ پھرے ہوں، اور ہم اللہ تعالیٰ کے دین کو چھوڑ کر کسی کفر میں مبتلا نہ ہوئے ہوں! اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان پہ، اسلام پہ، دین پہ، حبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہ، حبِّ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پہ، حبِّ اہل بیت علیہم السلام پہ خاتمہ نصیب فرمائے، آمین!“

استاد احمد فاروق رحمہ اللہ